بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بسلسلہ اسلامی مہینوں
کے فضائل واحکام

اضافہ واصلاح شدہ
جدید ایڈیشن

ماہِ ربیع الآخر

مؤلف
مُفتی محمّد رضوان خان

ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ چھٹا ایڈیشن)

ماہِ ربیع الآخر

اسلامی سال کے چوتھے مہینے ”ربیع الآخر“
جس کو ”ربیع الثّانی“ بھی کہا جاتا ہے، کے متعلق شرعی احکام
اس مہینہ کے حوالہ سے معاشرے میں رائج منکرات ومفاسد
اور غلط فہمیوں پر مدلّل ومفصّل کلام
ماہِ ربیع الآخر کے تاریخی واقعات وحالات

مصنّف
مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org
Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: ماہِ ربیعُ الآخر

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: ربیعُ الآخر ۱۴۲۳ھ بمطابق جون 2002ء طباعتِ ششم: ربیع الاول 1441ھ، نومبر 2019ء

صفحات: 368

ملنے کے پتے

Idara Ghufran

فہرست

مضامین | صفحہ نمبر

تمہید (از مؤلف)	11
(باب نمبر 1) ماہِ ربیعُ الآ خر	12
ماہِ ''ربیعُ الآ خر'' اسلامی سال کا چوتھا مہینہ	//
ربیعُ الآ خر یا ربیعُ الثّانی کے معنٰی	//
ماہِ ربیعُ الآ خر کے فضائل واحکام	13
(باب نمبر 2) گیارہویں کی رسم کا شرعی حکم	16
(1)......گیارہویں کا تاریخی تجزیہ	//
(2)......گیارہویں اور قرآن وسنت	21
(3)......گیارہویں اور خلفائے راشدین وصحابۂ کرام	25
(4)......گیارہویں اور مفسرین ومحدثینِ کرام	28

	(5)......گیارہویں اور فقہائے کرام	29
	(6)......گیارہویں اور اہلُ السنۃ والجماعۃ	//
	(7)......گیارہویں اور نماز روزہ	31
	(8)......گیارہویں اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا تعیُّن	34
	(9)......گیارہویں اور ایصالِ ثواب	40
	(10)......گیارہویں اور غریبوں کا تعاوُن	41
	(11)......گیارہویں اور تاریخ کا تعیُّن	45
	(12)......گیارہویں اور کھانے کا تعیُّن	48
	(13)......گیارہویں اور اہلِ ہنود کے ساتھ تشبُّہ	51
	(14)......گیارہویں کے کھانے پر ختم پڑھوانا	56
	(15)......گیارہویں کا کھانا اور تبرُّک	61
	(16)......گیارہویں اور عقیدہ میں بگاڑ	62
	(17)......شرکیہ نظریات وحرکات	64
	(18)......گیارہویں کا چندہ	89
	(فصل نمبر1) اس رسم میں تعاون اور کھانے کا حکم	95
	ابنِ عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ کی حدیث	99
	انس رضی اللہ عنہ کی حدیث	100

(فصل نمبر2) گیارھویں شریف یا گیارھویں مبارک کہنا	106
سورہ آلِ عمران کا حوالہ	//
سورہ انعام کا حوالہ	107
سورہ مریم کا حوالہ	//
سورہ قصص کا حوالہ	//
سورہ دخان کا حوالہ	108
ابو ہریرہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کی حدیث	//
براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث	110
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	111
تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث	112
(فصل نمبر3) گیارھویں کا متبادل صحیح طریقہ	115
علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ	//
علامہ ابنِ تیمیہ کا دوسرا حوالہ	116
”مرقاۃُ المفاتیح“ کا حوالہ	118
”سبلُ السلام“ کا حوالہ	119
امدادُ الفتاویٰ کا حوالہ	122

Idara Ghufran

’’امدادُ المفتین‘‘ کا حوالہ	123
علامہ وحیدُ الزمان صاحب کا حوالہ	//
(فصل نمبر 4) **شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق چند خودساختہ روایات**	125
علامہ ذہبی کا حوالہ	//
پہلی خودساختہ روایت	126
دوسری خودساختہ روایت	127
تیسری خودساختہ روایت	//
چوتھی خودساختہ روایت	128
پانچویں خودساختہ روایت	129
چھٹی خودساختہ روایت	130
ساتویں خودساختہ روایت	//
(فصل نمبر 5) **گیارہویں، شیخ عبدالقادر جیلانی کی 11 تعلیمات کی روشنی میں**	132
شیخ عبدالقادر جیلانی کی پہلی تعلیم	//

Idara Ghufran

شیخ عبدالقادر جیلانی کی دوسری تعلیم	133
شیخ عبدالقادر جیلانی کی تیسری تعلیم	134
شیخ عبدالقادر جیلانی کی چوتھی تعلیم	136
شیخ عبدالقادر جیلانی کی پانچویں تعلیم	137
شیخ عبدالقادر جیلانی کی چھٹی تعلیم	138
شیخ عبدالقادر جیلانی کی ساتویں تعلیم	140
شیخ عبدالقادر جیلانی کی آٹھویں تعلیم	142
شیخ عبدالقادر جیلانی کی نویں تعلیم	//
شیخ عبدالقادر جیلانی کی دسویں تعلیم	143
شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں تعلیم	145
(باب نمبر 2) عُرس منانے کا شرعی حکم	147
عربی میں ''عرس'' کے معنیٰ	//
احادیث میں ''عرس'' کا ذکر	148
زیارتِ قبور سے متعلق احادیث وروایات	155
قبروں کو پختہ واونچا کرنے کی ممانعت سے متعلق احادیث	162
قبروں کو مساجد بنانے کی ممانعت سے متعلق احادیث	167
نماز میں قبروں کی طرف رُخ کی ممانعت سے متعلق احادیث	177

www.idaraghufran.org

قبروں کو عید و میلہ گاہ بنانے کی ممانعت سے متعلق احادیث	183
امام مناوی کا حوالہ	191
ابنِ ملک حنفی کا حوالہ	192
ملا علی قاری کا حوالہ	193
علامہ ابنِ عبدالبر کا حوالہ	194
علامہ محمد طاہر پٹنی کا حوالہ	195
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ	196
شاہ عبدُ العزیز دہلوی کا حوالہ	197
تفسیرِ مظہری کا حوالہ	198
”فیضُ الباری شرح البخاری“ کا حوالہ	//
آلاتِ موسیقی کی ممانعت سے متعلق احادیث وروایات	200
غلط اشعار کی ممانعت سے متعلق احادیث وروایات	208
عرس سے متعلق مولانا ماہرُ القادری کا منظوم کلام	211
(فصل نمبر 1) **عُرس، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی نظر میں**	213
شیخ عبدالقادر جیلانی کا پہلا حوالہ	//
شیخ عبدالقادر جیلانی کا دوسرا حوالہ	214
شیخ عبدالقادر جیلانی کا تیسرا حوالہ	//

Idara Ghufran

شیخ عبدالقادر جیلانی کا چوتھا حوالہ	215
شیخ عبدالقادر جیلانی کا پانچواں حوالہ	216
شیخ عبدالقادر جیلانی کا چھٹا حوالہ	217
شیخ عبدالقادر جیلانی کا ساتواں حوالہ	//
شیخ عبدالقادر جیلانی کا آٹھواں حوالہ	218
شیخ عبدالقادر جیلانی کا نواں حوالہ	219
شیخ عبدالقادر جیلانی کا دسواں حوالہ	221
(باب نمبر 3) سُنّی اور وہّابی اختلاف کی حقیقت	224
شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا حوالہ	229
مولانا سید سلیمان ندوی کا حوالہ	244
فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ	248
کفایتُ المفتی کا حوالہ	250
تسہیلُ المواعظ کا حوالہ	254
مولانا محمد منظور نعمانی کا حوالہ	256
(باب نمبر 5) اتحاد کی ضرورت اور اختلاف سے بچنے کا راستہ	265
مسلمانوں کو باہمی اتحاد واتفاق کا حکم	267

باہمی مصالحت واخوتِ ایمانی کا حکم	275
تعصب سے بچنے اور حق کا ساتھ دینے کا حکم	300
سنت کی اتباع، بدعت سے اجتناب، باہمی اتحاد کا ذریعہ	307
(خاتمہ) ماہِ ربیعُ الآخر کے چند اہم تاریخی واقعات	321
پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	//
دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	324
تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	328
چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	340
پانچویں صدی ہجری کے واقعات	346
چھٹی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	351
ساتویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات	356
آٹھویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات	261
نویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات	363
حمدِ باری تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ	366

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

بندہ محمد رضوان نے اس سے قبل اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلہ میں ہر مہینہ کے فضائل واحکام پر الگ الگ رسائل تحریر کئے تھے، جن کے متعدد ایڈیشن بحمداللہ تعالیٰ شائع ہوچکے ہیں، ان رسائل کے حالیہ آخری ایڈیشنوں میں بندہ نے اصل مراجع ومآخذ اور مخارج کی طرف مراجعت وتخریج کا کام کیا ہے، اور تخریج ومراجعت کے بعد متعدد رسائل کتب کی شکل میں شائع ہوئے ہیں، جو پہلے ایڈیشنوں کے مقابلہ میں مفصل ومدلل ہیں، اور عوام کے علاوہ اہلِ علم حضرات کے لئے بھی متعلقہ عبارات وحوالہ جات کے شامل ہونے کی وجہ سے زیادہ افادیت کا باعث ہیں۔ ’’ماہِ ربیعُ الآخر‘‘ سے متعلق یہ کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جو اصل کتب سے مراجعت وتخریج کے بعد شائع ہوئی، اور اس مرتبہ پانچویں ایڈیشن کے موقع پر کئی مقامات پر کچھ مزید اصلاحات کی گئیں۔

اب اس سے قبل کے ایڈیشنوں اور موجودہ ایڈیشن میں کہیں فرق نظر آئے، تو موجودہ ایڈیشن کی عبارات وحوالہ جات کو راجح سمجھنا چاہئے۔

لیکن بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ بندہ کی اجازت کے بغیر بعض کتب ورسائل کے سابقہ اور قدیم ایڈیشنوں کی بعض علاقوں میں اشاعت ہورہی ہے، جو شرعاً واخلاقاً غیر مناسب طریقہ ہے، جس کی پوری ذمہ داری اس قسم کے اشاعت کنندگان پر عائد ہوتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور بندہ کی اس کاوِش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے، اور بندہ کے معاونین کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔ فقط۔ محمد رضوان خان

مورخہ: 08/ شعبان المعظم/ 1440ہجری 14 / اپریل/ 2019ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

(باب نمبر1)

ماہِ ربیعُ الآخر

ماہِ ’’ربیعُ الآخر‘‘ اسلامی سال کا چوتھا مہینہ

ماہِ ’’ربیعُ الآخر‘‘ اسلامی اعتبار سے سال کا چوتھا مہینہ ہے، کیونکہ ماہِ محرم سے اسلامی وقمری سال شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد بالترتیب صفر اور ربیع الاول کے مہینے ختم ہونے پر ربیعُ الآخر کا مہینہ شروع ہوجاتا ہے۔

ربیعُ الآخر یا ربیعُ الثّانی کے معنیٰ

’’رَبِیْعُ الْآخَرُ‘‘ میں خا کے اوپر زبر ہے، اور بعض لوگ اس مہینے کو’’رَبِیْعُ الثَّانِیْ‘‘ بھی کہتے ہیں۔

’’ربیع‘‘ کے معنیٰ لغت (Dictionary) میں موسمِ بہار کے ہیں۔

’’آخر‘‘ کے معنیٰ بعد کے ہیں، اور ’’ثانی‘‘ کے معنیٰ ہیں ’’دوسرا‘‘ یعنی پہلے کے بعد۔

اور کیونکہ اس سے پہلے مہینے کا نام ’’ربیعُ الاول‘‘ ہے، اس لیے اس کے بعد والے مہینے کا نام ’’ربیعُ الآخر‘‘ یا ’’ربیعُ الثانی‘‘ تجویز کیا گیا ہے۔

اس نام کی مزید تحقیق اور وجہ ہم نے اپنے دوسری کتاب ’’ماہِ ربیعُ الاول کے فضائل واحکام‘‘ میں ذکر کردی ہے۔ [1]

---

[1] اور بعض اہلِ لغات کے مطابق اہلِ عرب ’’ربیع الاول‘‘ اور ’’ربیعُ الآخر‘‘ اور ’’رمضان‘‘ ان تینوں کو شہر کے لفظ کے ساتھ اور باقی مہینوں کو بغیر شہر کے ’’مجرد‘‘ استعمال کرتے ہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ماہِ ربیعُ الآ خر کے فضائل واحکام

اس مہینے کی قرآن وحدیث میں متعین طور پر کوئی فضیلت منقول نہیں، اور نہ ہی کوئی خاص حکم اس مہینے سے متعلق شریعت کی طرف سے وارِد ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

چنانچہ''ربیع الاول'' یا ''ربیع الآ خر'' یا ''رمضان'' کے بجائے''شہرِ ربیع الاول'' اور''شہرِ ربیع الآ خر'' اور''شہرِ رمضان'' اور باقی مہینوں کو''شہر'' کے بغیر صرف اُن کے ناموں کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

اور عربی میں ثانی کے بعد ثالث اور رابع وغیرہ آتا ہے، اور آخر کے بعد اس طرح کا سلسلہ نہیں ہوتا، اور ربیع ثالث وغیرہ کے نام سے کسی مہینہ کا نام نہیں، نیز بعض اہلِ لغات نے''ربیع الشہور'' اور''ربیع الازمنہ'' کی دو دو اقسام بیان فرمائی ہیں، اور ''ربیع الشہور'' کو''ربیع الاول'' اور''ربیع الآ خر'' اور''ربیع الازمنہ'' کو''ربیع الاول'' اور''ربیع الثانی'' سے موسوم کیا ہے۔

اس لئے ربیع الثانی کے بجائے ربیعُ الاخر کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔

اور عربی میں ان دونوں مہینوں کو''ربیع الاول'' اور''ربیع اول'' اور''ربیع الآ خر'' اور ربیع آ خر'' یعنی صفت واضافت دونوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔محمد رضوان۔

والربيع: جزء من أجزاء السنة فمن العرب من يجعله الفصل الذى يدرك فيه الثمار وهو الخريف ثم فصل الشتاء بعده ثم فصل الصيف، وهو الوقت الذى يدعوه العامة الربيع، ثم فصل القيظ بعده، وهو الذى يدعوه العامة الصيف، ومنهم من يسمى الفصل الذى تدرك فيه الثمار، وهو الخريف، الربيع الأول ويسمى الفصل الذى يتلو الشتاء وتأتى فيه الكمأة والنور الربيع الثانى، وكلهم مجمعون على أن الخريف هو الربيع؛ قال أبو حنيفة: يسمى قسما الشتاء ربيعين: الأول منهما ربيع الماء والأمطار، والثانى ربيع النبات لأن فيه ينتهى النبات منتهاه، قال: والشتاء كله ربيع عند العرب من أجل الندى، قال: والمطر عندهم ربيع متى جاء، والجمع أربعة ورباع .وشهرا ربيع سميا بذلك لأنهما حدا فى هذا الزمن فلزمهما فى غيره وهما شهران بعد صفر، ولا يقال فيهما إلا شهر ربيع الأول وشهر ربيع الآخر .والربيع عند العرب ربيعان: ربيع الشهور وربيع الأزمنة، فربيع الشهور شهران بعد صفر، وأما ربيع الأزمنة فربيعان: الربيع الأول وهو الفصل الذى تأتى فيه الكمأة والنور وهو ربيع الكلإ، والثانى وهو الفصل الذى تدرك فيه الثمار، ومنهم من يسميه الربيع الأول؛ وكان أبو الغوث يقول: العرب تجعل السنة ستة أزمنة: شهران منها الربيع الأول، وشهران صيف، وشهران قيظ، وشهران الربيع الثانى، وشهران خريف، وشهران شتاء؛ وأنشد لسعد بن مالك بن ضبيعة:

إن بنى صبية صيفيون، ...أفلح من كانت له ربعيون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور شریعت کے دوسرے عام احکام، مثلاً نماز کا قیام اور گناہوں سے بچنا وغیرہ اس مہینے کے ساتھ بھی وابستہ ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فجعل الصيف بعد الربيع الأول .وحكى الأزهرى عن أبى يحيى بن كناسة فى صفة أزمنة السنة وفصولها وكان علامة بها: أن السنة أربعة أزمنة: الربيع الأول وهو عند العامة الخريف، ثم الشتاء ثم الصيف، وهو الربيع الآخر، ثم القيظ؛ وهذا كله قول العرب فى البادية، قال: والربيع الأول الذى هو الخريف عند الفرس يدخل لثلاثة أيام من أيلول، قال: ويدخل الشتاء لثلاثة أيام من كانون الأول، ويدخل الصيف الذى هو الربيع عند الفرس لخمسة أيام تخلو من أذار، ويدخل القيظ الذى هو صيف عند الفرس لأربعة أيام تخلو من حزيران، قال أبو يحيى: وربيع أهل العراق موافق لربيع الفرس، وهو الذى يكون بعد الشتاء، وهو زمان الورد وهو أعدل الأزمنة، وفيه تقطع العروق ويشرب الدواء؛ قال: وأهل العراق يمطرون فى الشتاء كله ويخصبون فى الربيع الذى يتلو الشتاء، فأما أهل اليمن فإنهم يمطرون فى القيظ ويخصبون فى الخريف الذى تسميه العرب الربيع الأول .قال الأزهرى: وسمعت العرب يقولون لأول مطر يقع بالأرض أيام الخريف ربيع، ويقولون إذا وقع ربيع بالأرض: بعثنا الرواد وانتجعنا مساقط الغيث؛ وسمعتهم يقولون للنخيل إذا خرفت وصرمت: قد تربعت النخيل، قال: وإنما سمى فصل الخريف خريفا لأن الثمار تخترف فيه، وسمته العرب ربيعا لوقوع أول المطر فيه .قال الأزهرى: العرب تذكر الشهور كلها مجردة إلا شهرى ربيع وشهر رمضان(لسان العرب ،لابن منظور ، ج ٨،ص ١٠٣ ،كتاب العين المهملة ، فصل الراء)

والربيع عند العرب ربيعان ربيع شهور وربيع زمان فربيع الشهور اثنان قالوا لا يقال فيهما إلا شهر ربيع الأول وشهر ربيع الآخر بزيادة شهر وتنوين ربيع وجعل الأول والآخر وصفا تابعا فى الإعراب ويجوز فيه الإضافة وهو من باب إضافة الشىء إلى نفسه عند بعضهم لاختلاف اللفظين نحو حب الحصيد ولدار الآخرة وحق اليقين ومسجد الجامع قال بعضهم إنما التزمت العرب لفظ شهر قبل ربيع لأن لفظ ربيع مشترك بين الشهر والفصل فالتزموا لفظ شهر فى الشهر وحذفوه فى الفصل للفصل وقال الأزهرى أيضا والعرب تذكر الشهور كلها مجردة من لفظ شهر إلا شهرى ربيع ورمضان ويثنى الشهر ويجمع فيقال شهرا ربيع وأشهر ربيع وشهور ربيع وأما ربيع الزمان فاثنان أيضا الأول الذى تأتى فيه الكمأة والنور والثانى الذى تدرك فيه الثمار (المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير، لاحمد بن محمد الفيومى، ج ١ ص ٢١٦، كتاب الراء، باب الراء مع الباء وما يثلثهما، مادة " ر ب ع ")

و (الآخر) بكسر الخاء بعد الأول وهو صفة تقول جاء (آخرا) أى (أخيرا) وتقديره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس لئے اس مہینہ کو عام مہینوں کی طرح سمجھتے ہوئے گزارنا چاہئے، اور اس مہینے کے دنوں میں دوسرے دِنوں کی طرح کے شریعت کے بیان کردہ عام احکام کو اختیار کرنا چاہئے، اور گناہوں سے بچنا چاہئے، اور کسی خاص عمل کو اس مہینے کے ساتھ مخصوص نہیں کرنا چاہئے۔

اور اس مہینے میں ایجاد شدہ منکرات وبدعات سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ .

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فاعل والأنثى (آخرة) والجمع (أواخر) .و (الآخر) بفتح الخاء أحد الشيئين وهو اسم على أفعل والأنثى (أخرى) إلا أن فيه معنى الصفة لأن أفعل من كذا لا يكون إلا في الصفة، وجاء في (أخريات) الناس أى في (أواخرهم) ، ولا أفعله (أخرى) الليالى أى أبدا .وباعه (بأخرة) بكسر الخاء أى بنسيئة، وعرفه (بأخرة) بفتح الخاء أى أخيرا وجائنا (أخرا) بالضم أى أخيرا .و (مؤخر) العين بوزن مؤمن ما يلى الصدغ ومقدمها ما يلى الأنف، و (مؤخرة) الرحل أيضا لغة قليلة فى (آخرة) الرحل وهى التى يستند إليها الراكب ولا تقل: مؤخرة الرحل .و (مؤخر) الشىء بالتشديد ضد مقدمه و (أخر) جمع أخرى و (أخرى) تأنيث آخر وهو غير مصروف (مختار الصحاح ، لزين الدين الرازى، ص١٥ ، حرف الهمزة، مادة " أ خ ر ")

www.idaraghufran.org

(باب نمبر 2)

گیارہویں کی رسم کا شرعی حکم

ماہِ ربیع الآخر کے مہینہ کے اندر بہت سے لوگوں میں آج کل بڑی گیارہویں کے نام سے ایک عمل رائج ہے، اس مہینے میں بڑے اہتمام کے ساتھ اُس کو انجام دیا جاتا ہے، جبکہ بعض علاقوں میں اب ہر مہینے ہی گیارہویں کے نام سے مخصوص رسم اختیار کی جاتی ہے، فرق اتنا ہے کہ ربیعُ الآخر کے مہینے میں کی جانے والی اس رسم کو بڑی گیارہویں کا نام دیا جاتا ہے۔

ماہِ ربیع الآخر میں بڑی گیارہویں کے نام سے جو رسم جاری ہے، اس کی نسبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے، کیونکہ مشہور ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ربیعُ الآخر کے مہینے میں وفات ہوئی تھی۔

لیکن چونکہ اس رسم کا قرآن وحدیث اور شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا اور مروَّجہ گیارہویں کی رسم میں موجودہ دور میں بے شمار مفاسد اور منکرات شامل ہوگئے ہیں، جو نہ صرف نقل کے خلاف ہیں، بلکہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔

اس لئے موجودہ دور کی گیارہویں کی مروَّجہ رسم میں جو خرابیاں اور مفاسد پائے جاتے ہیں، اُن پر یہاں دلائل وتفصیل کے ساتھ فرداً فرداً روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(1)......گیارہویں کا تاریخی تجزیہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، بڑے اولیائے کرام کی فہرست میں داخل ہیں، اور فقہی اعتبار سے حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان کی ولادت مؤرخین کے مطابق چار سو اکہتر ہجری (471ھ) میں ہوئی، اور ان کا وصال

پانچ سو اکسٹھ ہجری (561ھ) میں ہوا۔

آج کل ہمارے معاشرے میں ربیعُ الآ خر کے مہینے میں گیارھویں کی یہ رسم انجام دینے کی وجہ یہ مشہور ہے کہ اس تاریخ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تاریخِ وفات میں اختلاف ہے۔

بعض محقق حضرات نے ان کی صحیح تاریخِ وفات دس (10) ربیع الآ خر کو قرار دی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تاریخِ وفات میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔ [1]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق تفصیلی احوال بیان فرمائے ہیں، جس کی ضروری تلخیص ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ:

اَلشَّیْخُ، اَلْإِمَامُ، اَلْعَالِمُ، اَلزَّاهِدُ، اَلْعَارِفُ، اَلْقُدْوَةُ، شَیْخُ الْإِسْلَامِ، عَلَمُ الْأَوْلِیَاءِ، مُحْیِيُّ الدِّیْنِ، أَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْقَادِرِ ابْنُ أَبِیْ صَالِحٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَنْکِیُّ دَوْسَتُ الْجِیْلِیُّ، الْحَنْبَلِیُّ، شَیْخُ بَغْدَادَ.

مَوْلِدُهٗ: بِجِیْلَانَ، فِیْ سَنَةِ إِحْدٰی وَسَبْعِیْنَ وَأَرْبَعِ مِائَةٍ.

وَقَدِمَ بَغْدَادَ شَابًّا، فَتفقَّهَ عَلٰی أَبِیْ سَعْدٍ الْمُخَرِّمِيِّ ......

قَالَ السَّمْعَانِيُّ: کَانَ عَبْدُ الْقَادِرِ مِنْ أَهْلِ جِیْلَانَ إِمَامُ الْحَنَابِلَةِ، وَشَیْخُهُمْ فِیْ عَصْرِهٖ، فَقِیْهٌ صَالِحٌ دَیِّنٌ خَیِّرٌ، کَثِیْرُ الذِّکْرِ، دَائِمُ الْفِکْرِ، سَرِیْعُ الدَّمْعَةِ ......

قُلْتُ: لَیْسَ فِیْ کِبَارِ الْمَشَایِخِ مَنْ لَهٗ أَحْوَالٌ وَّکَرَامَاتٌ أَکْثَرُ مِنَ

---

[1] چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

''تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر'' میں آٹھ اقوال بیان کئے ہیں۔ نویں، دسویں، سترھویں، آٹھویں، تیرھویں، ساتویں، گیارھویں ربیع الاول! اس کے بعد لکھا ہے کہ صحیح دسویں ربیع الاول ہے (''فتاویٰ رحیمیہ'' ج۲ ص ۷۷، کتاب السنۃ والبدعۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، بحوالہ بستان المناظر ص ۱۱۳)

www.idaraghufran.org

الشَّیُخِ عَبُدِ الُقَادِرِ، لٰکِنَّ کَثِیُراً مِّنُهَا لَا یَصِحُّ، وَفِیُ بَعُضِ ذٰلِکَ أَشیَاءٌ مُسُتَحِیُلَةٌ.

قَالَ الُجُبَّائِیُّ :کَانَ الشَّیُخُ عَبُدُ الُقَادِرِ یَقُوُلُ :اَلُخَلُقُ حِجَابُکَ عَنُ نَفُسِکَ، وَنَفُسُکَ حِجَابُکَ عَنُ رَّبِّکَ.

عَاشَ الشَّیُخُ عَبُدُ الُقَادِرِ تِسُعِیُنَ سَنَةً، وَانُتَقَلَ إِلَی اللّٰهِ فِیُ عَاشِرِ رَبِیُعِ الُآخِرِ، سَنَةَ إِحُدٰی وَسِتِّیُنَ وَخَمُسِ مِائَةٍ، وَشَیَّعَهُ خَلُقٌ لَا یُحُصَوُنَ، وَدُفِنَ بِمَدُرَسَتِهٖ، رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ......

وَفِی الُجُمُلَةِ:اَلشَّیُخُ عَبُدُ الُقَادِرِ کَبِیُرُ الشَّأُنِ، وَعَلَیُهِ مَآخِذُ فِیُ بَعُضِ أَقُوَالِهٖ وَدَعَاوِیُهِ، وَاللّٰهُ الُمَوُعِدُ، وَبَعُضُ ذٰلِکَ مَکُذُوُبٌ عَلَیُهِ (سیراعلام النبلاء، ج۲۰ ص۴۳۹ تا ۴۵۱ ملخصاً، تحت رقم الترجمة ۲۸۶، مؤسسة الرسالة، بیروت)

ترجمہ: شیخ، امام، عالم، زاہد، عارف، مقتدا، شیخُ الاسلام، اولیاء کی نشانی محیُ الدین ابومحمد عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنکی دوست جیلی حنبلی، جو کہ بغداد کے شیخ ہیں۔

ان کی ولادت جیلان مقام پر چارسو اکہتر (471) ہجری میں ہوئی۔

اور یہ بغداد میں جوانی کی حالت میں تشریف لائے، اور ابوسعد مخرمی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی......

سمعانی نے فرمایا کہ عبدالقادر، جیلان کے لوگوں میں سے تھے، اور مسلکِ حنابلہ کے امام اور اپنے زمانے میں ان کے شیخ اور فقیہ اور صالح ، دیندار اور متقی اور کثرت سے ذکر کرنے اور فکر کرنے والے اور جلدی آنسو بہانے والے تھے......

میں کہتا ہوں کہ بڑے مشائخ میں کسی کے بھی احوال اور کرامات شیخ عبدالقادر سے

زیادہ نہیں ہیں، لیکن ان میں سے اکثر احوال وکرامات صحیح نہیں ہیں (بلکہ منگھڑت ہیں) اوران میں سے بعض ناممکن چیزیں بھی ہیں (جن کا کسی مخلوق سے سرزد ہونا ممکن نہیں)

جبائی نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر (جیلانی) یہ فرمایا کرتے تھے کہ مخلوق آپ کے نفس سے آپ کے لئے حجاب (ورکاوٹ) ہے، اور آپ کا نفس آپ کے رب سے آپ کے لئے حجاب (ورکاوٹ) ہے۔

شیخ عبدالقادر، نوے سال حیات رہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف دس ربیع الآخر سن پانچ سو اکسٹھ ہجری میں انتقال فرمایا، اور آپ کے جنازے میں بے شمار مخلوق نے شرکت کی، اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مدرسہ (کی حدود) میں دفن کئے گئے۔......

اور خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالقادر، بلند مقام رکھنے والے ہیں، اور آپ کے اقوال اور دعاوی کو مآخذ کی حیثیت حاصل ہے، اور اللہ کی طرف لوٹنا ہے، اور بعض چیزیں آپ کی طرف جھوٹی منسوب ہیں (سیر اعلام النبلاء)

خلاصہ یہ کہ اولاً تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تاریخِ وفات میں اختلاف ہے، اور دوسرے بعض محققین نے آپ کی صحیح تاریخِ وفات دس ربیع الآخر قرار دی ہے۔

اور تیسرے آپ کی کئی تصنیفات موجود ہونے کے باوجود ان میں گیارہویں کی مروّجہ رسم کا کوئی ذکر نہیں ملتا، بلکہ گیارہویں کے عنوان سے آج کل معاشرہ میں جو عقائد ونظریات اور چیزیں رائج ہیں، آپ کی تصنیفات میں ان کی تردید کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

---

[1] عبد القادر بن موسى بن عبد الله بن جنكى دوست الحسنى، أبو محمد، محيى الدين الجيلانى، أو الكيلانى، أو الجيلى :مؤسس الطريقة القادرية .من كبار الزهاد والمتصوفين .ولد فى جيلان (وراء طبرستان)
وانتقل إلى بغداد شابا، سنة ۴۸۸ھ فاتصل بشيوخ العلم والتصوف، وبرع فى أساليب الوعظ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر گیارہویں کی رسم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی نظر میں کوئی شرعی حکم ہوتا، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر ہوتا، اور اگر تاریخِ وفات کے حوالہ سے اس رسم کی آپ کی وفات کے شروع سے ہی کوئی بنیاد ہوتی، تو آپ کی تاریخِ وفات میں اختلاف نہ ہوتا، کیونکہ جو چیز وفات کے شروع سے اس طرح اجتماعی انداز میں منانا شروع ہو، اس کی تاریخ میں اختلاف ہونا مشکل ہے۔

رہا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کا معاملہ، تو وہ شرعی اصولوں کو ملحوظ رکھ کر کسی بھی وقت میں، مہینہ، تاریخ اور دن کی تعیین کے بغیر جب چاہیں کرسکتے ہیں، جس میں نہ کسی اختلاف کی گنجائش ہے، اور نہ کسی اشکال کی بات ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتفقه، وسمع الحديث، وقرأ الادب، واشتهر .

وكان يأكل من عمل يده .وتصدر للتدريس والافتاء فى بغداد سنة ٥٢٨ هـ وتوفى بها .

له كتب، منها :

"الغنية لطالب طريق الحق -ط "و "الفتح الربانى -ط "و "فتوح الغيب -ط "و" بالفيوضات الربانية -ط "

وللمستشرق مرجليوث الانجليزى رسالة فى ترجمته نشرها ملحقة بالمجلة الاسياوية الانكيزية.

ولموسى بن محمد اليونينى كتاب "مناقب الشيخ عبد القادر الجيلانى -خ "

ولعلى بن يوسف الشطنوفى "بهجة الاسرار -ط "فى مناقبه.

ولمحمد بن يحيى التاذفى "قلائد الجواهر فى مناقب الشيخ عبد القادر -ط "

وترجم عبد القادر بن محيى الدين الاربلى عن الفارسية "تفريج الخاطر فى مناقب الشيخ عبد القادر -ط "(الأعلام،للزركلى الدمشقى، ج۴ص۴۷، ۴۸، تحت ترجمة "عبد القادر الجيلانى")

عبد القادر بن موسى بن عبد الله ابن يحيى بن محمد الكيلانى الحسنى (محيى الدين) صوفى تنسب إليه الطريقة القادرية.

ولد بكيلان فى ربيع الثانى، ودخل بغداد، فسمع الحديث وتفقه، وتوفى بها فى ٨ ربيع الآخر، ودفن بمدرسة بباب الازج.

من مصنفاته :

جلاء الخاطر فى الباطن والظاهر، الفتح الربانى والفيض الرحمانى، الغنية الطالبى طريق الحق، سر الأسرار ومظهر الانوار فيما يحتاج إليه الابرار، وآداب السلوك والتوصل إلى منازل الملوك (معجم المؤلفين تراجم مصنفى الكتب العربية،تأليف :عمر رضا كحالة، ج۵ص۳۰۷، تحت ترجمة "عبد القادر الكيلانى")

www.idaraghufran.org

(2)......گیارہویں اور قرآن وسنت

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اسلام کی پہلی پانچ صدیوں میں گیارہویں کی مروَّجہ رسم کا وجود نہیں تھا، کیونکہ یہ رسم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات کی نسبت سے انجام دی جاتی ہے، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا، جیسا کہ گزرا۔

اوراسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ قرآن وسنت میں اس رسم کا کوئی ثبوت نہیں، کیونکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہی نہ تھے۔

اوراسی وجہ سے فقہاء واہلِ علم حضرات نے اس رسم کو دین میں نوایجاد عمل اور بدعت قرار دیا ہے۔

اورسنت کے خلاف چلنے اور بدعت کو اختیار کرنے پر احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

یَآ أَیُّهَا النَّاسُ إِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا أَبَدًا کِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ کُلَّ مُسْلِمٍ أَخُ مُسْلِمٍ، الْمُسْلِمُوْنَ إِخْوَةٌ، وَلَا یَحِلُّ لِامْرِءٍ مِّنْ مَالِ أَخِیْهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِیْبِ نَفْسٍ، وَلَا تَظْلِمُوْا، وَلَا تَرْجِعُوْا مِنْ بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۸، کتاب العلم، فأما حدیث عبد اللہ بن نمیر، دلائل النبوة للبیهقی رقم الحدیث ۲۱۸۴، سنن البیهقی رقم الحدیث ۲۰۳۳۶) [1]

---

[1] قال الحاکم:

وقد احتج البخاری بأحادیث عکرمة واحتج مسلم بأبی أویس، وسائر رواته متفق علیهم، وهذا الحدیث لخطبة النبی صلی اللہ علیه وسلم متفق علی إخراجه فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھو گے، تو تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے، ایک کتابُ اللہ اور دوسرے سنتِ نبیُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، تمام مسلمان، آپس میں بھائی ہیں، اور کسی آدمی کے لئے اس کے بھائی کا مال حلال نہیں، جب تک کہ وہ اپنی خوشدلی سے نہ دے، اور تم میرے بعد کافروں کے طریقے پر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنوں کو مارو (یعنی ایک دوسرے کو قتل کرو) (حاکم، بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ، وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۹، ج۱ ص ۱۷۲، کتاب العلم،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصحيح: يا أيها الناس إني قد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده إن اعتصمتم به كتاب الله، وأنتم مسئولون عني فما أنتم قائلون؟وذكر الاعتصام بالسنة في هذه الخطبة غريب ويحتاج إليها ."وقد وجدت له شاهدا من حديث أبي هريرة.

و قال الذهبي في التلخيص:

احتج البخاري بعكرمة واحتج مسلم بأبي أويس عبد الله وله أصل في الصحيح.

قلت: ذكر الاعتصام بالسنة في هذه الخطبة لهٗ شاهد من حديث عروة.رواه البيهقي.

عن عروة بن الزبير ، فذكر قصة حجة الوداع ، قال :ثم ركب رسول الله صلى الله عليه وسلم على الراحلة ، وجمع الناس وقد أراهم مناسكهم ، فقال : يا أيها الناس اسمعوا ما أقول لكم ، فإني لا أدري لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا في هذا الموقف ، ثم ذكر خطبته ، وقال في آخرها : اسمعوا أيها الناس قولي ؛ فإني قد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به لن تضلوا أبدا أمرين بينين :كتاب الله وسنة نبيكم وكذلك ذكره أيضا موسى بن عقبة بمعناه أخبرنا أبو الحسين بن الفضل ، أنبأنا أبو بكر بن عتاب ، حدثنا القاسم الجوهري ، حدثنا ابن أبي أويس ، حدثنا إسماعيل بن إبراهيم بن عقبة ، عن عمه موسى بن عقبة ، فذكره إلا أنه قال : لن تضلوا بعده أبدا أمرا بينا :كتاب الله ، وسنة نبيه (دلائل النبوة للبيهقي،رقم الحديث ۲۱۸۲)

دارقطنی رقم الحدیث ۴۶۶۵، سنن البیھقی رقم الحدیث ۲۰۸۳۴، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث ۶۷۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جن (پرعمل کرنے) کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب، اور دوسرے میری سنت، اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے ہرگز بھی جدا نہیں ہوں گی، یہاں تک کہ قیامت کے دن میرے اوپر حوضِ کوثر پر دونوں آئیں گی (حاکم، دارقطنی، بیہقی، موٴطا)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کو پکڑنا، گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہے، اور گمراہی سے بچنے کے لئے سب مسلمانوں کو اسی پر متفق ہونا چاہئے، اور اپنی طرف سے گیارہویں جیسی نئی باتیں پیدا کر کے اختلاف نہیں ڈالنا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لِکُلِّ عَمَلٍ شِرَّۃٌ، وَلِکُلِّ شِرَّۃٍ فَتْرَۃٌ، فَمَنْ کَانَتْ فَتْرَتُہٗ إِلٰی سُنَّتِیْ، فَقَدْ أَفْلَحَ، وَمَنْ کَانَتْ إِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ فَقَدْ ھَلَکَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۶۹۵۸، مؤسسة الرسالة، بیروت) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عمل کے اندر (شروع میں) رغبت (حرص وتازگی) ہوتی ہے، اور ہر رغبت میں (بالآخر) سکون ہوتا ہے، پس جس کا سکون میری سنت کی طرف ہوا، تو وہ کامیاب ہوگیا، اور جس کا سکون میری سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ہوا، تو وہ ہلاک ہوگیا (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اختیار کرنا ہی کامیابی کا ذریعہ ہے، خواہ اس

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

میں جوش وخروش بھی نہ ہو، اور اس کے خلاف اور کوئی طریقہ اختیار کرنا ہلاکت کا ذریعہ ہے، خواہ اس میں جوش وخروش ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ گیارہویں کی رسم میں بھی خوب جوش و خروش ہوتا ہے۔ [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ، فَيَخْطُبُ، فَيَحْمَدُ اللّٰهَ، وَيُثْنِيْ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، وَيَقُوْلُ: مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۹۸۴ ،مسلم ، رقم الحديث ۸۶۷"۴۳") [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے، پھر اللہ کی شایانِ شان حمد وثنا بیان کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جس کو اللہ ہدایت دے، اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جس کو اللہ گمراہ کرے، اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، بلاشبہ سب سے اچھا کلام، کتابُ اللہ (یعنی قرآن مجید) ہے، اور سب سے بہترین طریقہ (وسیرت) محمد کا طریقہ (وسیرت) ہے، اور تمام کاموں میں شریرترین کام نوایجاد کام ہیں، اور ہر نوایجاد کام بدعت ہے (مسنداحمد، مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ وسیرت، سب سے بہترین طریقہ وسیرت

---

[1] (إن لكل شيء) كذا هو فى خط المصنف وفى رواية عمل وفى أخرى عابد (شرة) بكسر الشين والتشديد بضبط المصنف حدة وحرصا ونشاطا ورغبة قال القاضى الشرة الحرص على الشء والنشاط فيه وصاحبها فاعل فعل دل عليه ما بعده وقوله تعالى *(وإن أحد من المشركين استجارك) (ولكل شرة فترة) أى وهنا وضعفا وسكونا يعنى أن العابد يبالغ فى العبادة أو لا وكل مبالغ تسكن حدته وتفتر مبالغته بعد حين وقال القاضى المعنى أن من اقتصد فى الأمور سلك الطريق المستقيم واجتنب جانبى الإفراط الشرة والتفريط الفترة فارجوه ولا تلتفتوا إلى شهرته فيما بين الناس واعتقادهم فيه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۲۴۲۲)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ہے، خواہ اس میں جوش وجذبہ بھی محسوس نہ ہو، اور اس کے خلاف طریقہ، شریرترین طریقہ اور بدعت ہے، خواہ اس میں کتنا ہی جوش وجذبہ محسوس ہو۔

لہٰذا اس رسم کے بجائے سنت کے مطابق عمل کرکے فلاحِ دارین کو حاصل کرنا چاہیئے۔

(3)......گیارھویں اور خلفائے راشدین وصحابۂ کرام

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابۂ کرام، بالخصوص خلفائے راشدین سے گیارھویں کی مروَّجہ رسم کا ثبوت ہوتا، تب بھی اس کو تسلیم کیا جاسکتا تھا۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ ساتھ درجہ بدرجہ اپنے صحابۂ کرام کی پیروی کا بھی حکم فرمایا ہے، بالخصوص خلفائے راشدین کے عمل کو سنت سے تعبیر فرمایا ہے، اور اس کے مقابلہ میں دین میں نئی باتیں پیدا کرنے کو بدعت وگمراہی قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى بَعْدِيْ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۱۴۴، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ وہ (تمہارا امیر) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، سلف الكلام عليه برقم (۱۷۱۴۲) ورجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

(ایسے وقت) میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں، تم اس (میرے اور میرے خلفائے راشدین کی) سنت کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبا لینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا، کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے، وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسند احمد)

اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام اور خاص کر خلفائے راشدین کے عمل کا ہدایت کا ذریعہ ہونا، اور اس کے برخلاف کام کا بدعت، اور بدعت کا گمراہی ہونا معلوم ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۶۴۱، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق ھذہ الأمۃ، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۴۰۸، الابانۃ الکبریٰ لابنِ بطۃ رقم الحدیث ۲۷۴) [1]

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کے بہتّر (72) فرقے ہوگئے، اور میری امت کے تہتّر (73) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک (جہنم سے محفوظ رہنے والا) فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرقہ ہے کہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی، حاکم، ابنِ بطہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الترمذی: ھذا حدیث حسن غریب مفسر لا نعرفہ مثل ھذا إلا من ھذا الوجہ.
قلت: ولہٗ شاھد کما سیأتی.

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيْلَ افْتَرَقَتْ عَلٰى إِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَإِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۹۹۳،أبواب الفتن، باب افتراق الأمم) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتر(71) فرقے ہوگئے تھے،اور میری امت کے بہتّر(72) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، وہ ایک فرقہ ''جماعت'' ہے (ابوداؤد)

''جماعت'' سے مراد''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے افراد ہیں،جن کی بنیاد بھی درحقیقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی جماعت پر ہے۔ ۲؎

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے''طبرانی'' نے درجِ ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:تَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ ثَلَاثَةً وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً ،قَالُوْا:وَمَا تِلْكَ الْفِرْقَةُ؟ قَالَ:مَنْ كَانَ عَلٰى مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِيْ (المعجم الاوسط للطبرانی،رقم الحديث ۷۸۴۰، ج۸ص ۲۲،دار الحرمين -القاهرة،المعجم الصغير للطبرانی رقم الحديث ۷۲۴) ۳؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس امت کے تہتّر(73)

۱؎ قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

۲؎ (وواحدة فى الجنة، وهى الجماعة) أى وهى أهل السنة والجماعة(بذل المجهود فى حل سنن ابى داؤد، ج۱۳ ص۷، كتاب السنة، باب شرح السنة)

۳؎ قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الصغير، وفيه عبد الله بن سفيان، قال العقيلى: لا يتابع على حديثه هذا، وقد ذكره ابن حبان فى الثقات(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۹، تحت رقم الحديث ۸۹۹)

قلت:وله شاهد من حديث عبدالله بن عمرو كما مر.

www.idaraghufran.org

فرقے ہو جائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ہے کہ جو اس طریقہ پر ہو، جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا چاہیئے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت، حق طریقہ کی معیار اور پہچان ہے۔

اور گزشتہ تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہو چکی کہ حضراتِ خلفائے راشدین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی اس رسم کا کوئی وجود نہ تھا، کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت اور طریقہ کا درجہ دیا جائے۔

کیونکہ گیارہویں کی رسم اسلام کی ابتدائی پانچ صدیاں گزرنے کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے وصال کی نسبت سے شروع کی گئی ہے۔

(4)......گیارہویں اور مفسرین ومحدثینِ کرام

اگر کوئی قرآن وسنت کی کسی بات کو گھما پھرا کر گیارہویں کی مروّجہ رسم کی دلیل پکڑے، تو یہ بھی درست نہیں، کیونکہ محقق ومستند مفسرینِ کرام ومحدثینِ عظام نے بھی اپنی تفسیر وحدیث کی کتابوں میں اس رسم کا کوئی ذکر نہیں کیا، اور نہ کسی آیت یا حدیث سے گیارہویں کی مروجہ رسم کے عبادت وثواب ہونے کی کوئی دلیل پکڑی۔

کسی مستند حدیث کی کتاب میں گیارہویں کی رسم سے متعلق کوئی باب قائم نہیں کیا گیا۔ [1]

---

[1] مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ قرآن وسنت میں دور دراز کی تاویلات کر کے گیارہویں کی مروجہ رسم کو عبادت یا جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک صاحب نے گیارہویں کی مروجہ رسم کو ثابت کرنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی مندرجہ ذیل آیت سے دلیل پکڑی ہے:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(5)......گیارہویں اور فقہائے کرام

پھر اگر اس کے بعد فقہائے کرام کی مستند جماعت پر نظر ڈالی جائے، جنہوں نے دین کے احکامات کو تفصیل کے ساتھ مرتب اور منضبط فرمایا ہے، اور دین کے احکامات کو درجہ بدرجہ مدوّن فرمایا ہے، انہوں نے بھی گیارہویں کی اس رسم کو کوئی درجہ نہیں دیا، بلکہ گیارہویں کی مروجہ رسم میں پائے جانے والے نظریات وحرکات کی تردید بیان فرمائی ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

اس لئے گیارہوں کی مروّجہ رسم مستند فقہائے کرام سے بھی ثابت نہیں۔

(6)......گیارہویں اور اہل السنۃ والجماعۃ

افسوس ہے کہ ایک ایسا عمل جس کا شرعی دلائل سے کوئی ثبوت نہ ہو، آج اسے بعض لوگوں کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ (سورة يوسف، رقم الآية ۴)

ترجمہ: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے والد میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں کو، اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کررہے ہیں (سورہ یوسف)

اس واقعہ میں گیارہ ستاروں کا ذکر ہے، جس سے ان صاحب نے یہ قرار دیا کہ گیارہ کے عدد سے گیارہویں کی رسم ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ یہ واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب سے متعلق ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے احکام حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت سے بہت بعد کے ہیں، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں گیارہویں کی مروجہ رسم کا کوئی نام ونشان نہ تھا، کیونکہ اس کی نسبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف ہے، جو حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے بجائے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے تعلق رکھتے ہیں۔

قرآن مجید کی کسی آیت سے اس طرح دلیل پکڑنا سخت خطرناک طرزِ عمل ہے، جو قرآن مجید کی باطل تاویل بلکہ تحریف میں داخل ہونے کے مترادف ہے۔

اور اس طرح کی دلیلوں کی حیثیت اس واقعہ سے زیادہ نہیں، جیسا کہ ایک بھوکے سے کسی نے معلوم کیا تھا کہ ''دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟'' اس نے جواب میں کہا تھا کہ ''چار روٹیاں ہوتی ہیں'' پس جس طرح اس بھوکے کو چار کے عدد میں چار روٹیاں معلوم ہوئیں، اسی طرح بعض لوگ گیارہ کا عدد لے کر اس سے گیارہویں کی رسم کو مراد لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس طرزِ عمل سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

طرف سے اہلُ السنۃ والجماعۃ کی پہچان شمار کیا جانے لگا ہے، اور اگر کوئی گیارہویں کی رسم نہ کرے، یا اِس سے منع کرے، تو اسے اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج شمار کیا جاتا ہے۔

حالانکہ اہلُ السنۃ والجماعۃ ان حضرات کو کہا جاتا ہے، جو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام، بالخصوص خلفائے راشدین کے طریقہ کو اختیار فرمائیں۔

چنانچہ حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اَلْمُرَادُ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ الْمُتَمَسِّكُوْنَ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ، فَلَا شَكَّ وَلَا رَيْبَ أَنَّهُمْ هُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ،ج ا ص ۲۵۹، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالسنة، دارالفكر ، بيروت)

ترجمہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی) مراد یہ ہے کہ ہدایت یافتہ وہ حضرات ہیں، جو میری اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت وطریقہ کو لازم پکڑیں، پس اس بات میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنے والے) حضرات، اہلُ السنۃ والجماعۃ ہیں (مرقاۃ)

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَهُمُ الَّذِيْنَ طَرِيْقَتُهُمْ كَطَرِيْقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، دُوْنَ أَهْلِ الْبِدَعِ

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ،ج۹ ص ۴۰۴۴، كتاب المناقب والفضائل،باب ثواب هذه الأمة ، دارالفكر ،بيروت)

ترجمہ: اہلُ السنۃ والجماعۃ وہ افراد ہیں کہ جن کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مطابق ہے، اہلِ بدعت، مراد

نہیں ہیں (مرقاۃ)

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ گیارہویں کی مروَّجہ رسم کا آغاز خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت بعد، بلکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی بھی وفات کے بعد میں ہوا، جب خیر القرون کا دور بھی صدیوں پہلے گزر چکا تھا۔

اس لئے اس کو اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف منسوب کرنا بھی درست نہیں۔

خلاصہ یہ کہ گیارہویں کی مروجہ رسم کو اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف منسوب کرنا، بلکہ اس سے بڑھ کر اہلُ السنۃ والجماعۃ کی پہچان قرار دینا درست طرزِ عمل نہیں ہے۔

(7)......گیارہویں اور نماز روزہ

گیارہویں کی مروّجہ رسم کے بارے میں اکثر لوگوں کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ اس رسم کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں، مگر اس کے مقابلہ میں دین کے دوسرے ضروری احکام مثلاً نماز، روزہ، زکاۃ، قربانی، حج وغیرہ میں کوتاہی کرتے ہیں، بلکہ خود گیارہویں کی مروَّجہ رسم کی خاطر بدعت اور موہِمِ شرک جیسے کئی حرام اور گناہ کے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ گیارہویں کی مروجہ رسم کو بے جا تاویلات کے ذریعہ سے بھی یہ لوگ زیادہ سے زیادہ جائز یا مستحب قرار دے سکتے ہیں۔

اب آپ ہی بنظرِ انصاف غور فرمائیے کہ ایک ایسی چیز کہ جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہ ہو، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبعِ تابعین، محدثینِ عظام اور فقہائے کرام سے اس کا ثبوت نہ ہو، بلکہ اسلام کی ابتدائی چھ صدیاں اس عمل سے خالی ہوں، جب اس عمل کا التزام، اہتمام، اور اس کا درجہ فرائض سے بھی بڑھا دیا جائے، اور اس کے ساتھ فرائض اور واجبات جیسا برتاؤ وسلوک کیا جائے، اور اس کے مقابلہ میں بڑے بڑے اہم فرائض اور واجبات کی کوئی پرواہ نہ کی جائے، تو اس کے ناجائز اور گناہ ہونے میں

کیا شبہ رہ جائے گا؟

کیونکہ کسی سنت ومستحب عمل کو بھی فرض یا واجب کا درجہ دینا جائز نہیں، پھر جس کام کا سنت ومستحب ہونا بھی ثابت نہ ہو، اس کو فرض یا واجب کا درجہ دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اپنی ایک تصنیف میں فرماتے ہیں کہ:

يَنۡبَغِیۡ لِلۡمُؤۡمِنِ أَنۡ يَّشۡتَغِلَ أَوَّلًا بِالۡفَرَائِضِ، فَإِذَا فَرَغَ مِنۡهَا اِشۡتَغَلَ بِالسُّنَنِ، ثُمَّ يَشۡتَغِلُ بِالنَّوَافِلِ وَالۡفَضَائِلِ، فَمَا لَمۡ يَفۡرُغۡ مِنَ الۡفَرَائِضِ فَالۡاِشۡتِغَالُ بِالسُّنَنِ حُمۡقٌ وَرَعُوۡنَةٌ، فَإِنِ اشۡتَغَلَ بِالسُّنَنِ وَالنَّوَافِلِ قَبۡلَ الۡفَرَائِضِ لَمۡ يُقۡبَلۡ مِنۡهُ وَأُهِيۡنُ، فَمَثَلُهٗ مَثَلُ رَجُلٍ يَدۡعُوۡهُ الۡمَلِكُ إِلٰى خِدۡمَتِهٖ فَلَا يَأۡتِیۡ إِلَيۡهِ وَيَقِفُ فِیۡ خِدۡمَةِ الۡأَمِيۡرِ الَّذِیۡ هُوَ غُلَامُ الۡمَلِكِ وَخَادِمِهٖ وَتَحۡتَ يَدِهٖ وَوِلَايَتِهٖ......فَمِنَ الۡفَرَائِضِ تَرۡكُ الۡحَرَامِ وَالشِّرۡكِ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِیۡ خَلۡقِهٖ، وَالۡاِعۡتِرَاضِ عَلَيۡهِ فِیۡ قَدۡرِهٖ وَقَضَائِهٖ وَإِجَابَةِ الۡخَلۡقِ وَطَاعَتِهِمۡ، وَالۡإِعۡرَاضِ عَنۡ أَمۡرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَطَاعَتِهٖ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: لَا طَاعَةَ لِمَخۡلُوۡقٍ فِیۡ مَعۡصِيَةِ خَالِقٍ (فتوح الغیب، ص ۷۰، ۷۱، المقالة الثامنة والأربعون فی ما ينبغی للمؤمن أن يشتغل به)

ترجمہ: مومن کے لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ پہلے فرائض میں مشغول ہو، پھر جب فرائض سے فارغ ہوجائے، تو سنتوں میں مشغول ہو، پھر اس کے بعد نوافل اور فضائل میں مشغول ہو، پس جب تک فرائض سے فارغ نہیں ہوگا، تو سنتوں کے ساتھ مشغول ہونا، حماقت اور کم عقلی ہے، اور اگر فرائض سے پہلے سنتوں اور نفلوں میں مشغول ہوگا، تو اس سے یہ قبول نہیں کی جائیں گی، اور اس کو ذلیل کیا

www.idaraghufran.org

جائے گا، اوراس کی مثال اس آدمی کی طرح کہلائے گی کہ جس کو بادشاہ اپنی خدمت کی طرف بلائے ، اور وہ اس کی خدمت کے لئے نہ آئے ،اوراس کے بجائے اس امیر کی خدمت کے لئے ٹھہر جائے ، جو بادشاہ کا غلام اوراس کا خادم اوراس کا ماتحت اور زیرِ اثر ہے......پھر فرائض میں سے حرام کو چھوڑنا بھی ہے(کہ حرام کو چھوڑنا اوراس سے بچنا فرض ہے)اوراللہ عزوجل کے ساتھ اس کی مخلوق میں شرک کو چھوڑنا بھی ہے(کہ شرک کو چھوڑنا اوراس سے بچنا فرض ہے) اوراللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلہ پر اعتراض کو چھوڑنا بھی ہے، اور مخلوق کی رضامندی اوراس کی اطاعت کو چھوڑنا بھی ہے، اوراللہ عزوجل کے حکم اوراس کی اطاعت سے اعراض کرنے کو چھوڑنا بھی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخلوق کے لئے اطاعت کرنے میں خالق کی نافرمانی جائز نہیں (فتوح الغیب)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ فرائض اور واجبات کو نظر انداز کر کے گیارہویں جیسی رسم کو اختیار کرنا درست نہیں۔

پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلد تھے، اور فقہ حنبلی میں شرک و بدعات کے خلاف بہت زیادہ سختی والا ردِ عمل پایا جاتا ہے، جیسا کہ آج بھی سعودی عرب کے حنبلی علماء کے حالات سے واضح ہے(جن کی اقتداء میں آج کے بعض غالی اہلِ بدعت نماز پڑھنے کو بھی جائز نہیں سمجھتے)

اب اگر کوئی شخص گیارہویں چھوڑنے کے بارے میں اتنا سخت فتویٰ حضرت شیخ کے حوالے سے دکھلا دے، تو ہم اس کے ممنون ہوں گے ، بصورتِ دیگر گیارہویں اوراس میں موجود، گناہ اور شرک والی باتوں کو چھوڑ کر توحید وسنت اور نماز وغیرہ جیسے احکام کا اہتمام لازم ہوگا، ورنہ قیامت کے دن گیارہویں کا کرنا اوراس کے مقابلہ میں دوسرے فرض احکام کا چھوڑنا فائدہ مند نہیں ہوگا، اوراس کے متعلق خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، برائت ظاہر

فرمادیں گے، اور صاف کہہ دیں گے کہ میں تو اپنی زندگی میں اس کی وضاحت وصراحت کر چکا تھا، لہٰذا ان لوگوں کا طرزِ عمل میری تعلیم وتبلیغ کے خلاف ہے۔

(8)......گیارہویں اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا تعیُّن

بعض لوگوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ گیارہویں، دراصل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو ثواب پہنچانے کا ایک طریقہ ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ السلام میں سب سے افضل خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا درجہ بدرجہ رتبہ ہے، اور امت کے اولیائے کرام اور بزرگانِ دین جو شرفِ صحابیت سے سرفراز نہیں ہیں، وہ صحابۂ کرام سے افضل نہیں ہیں، بلکہ کسی صحابی کے برابر درجہ بھی نہیں رکھتے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ (بخاری، رقم الحدیث ۳۶۷۳، کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا، مسلم رقم الحدیث ۲۵۴۰ "۲۲۱"، مسند احمد رقم الحدیث ۱۱۰۷۹) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے صحابۂ کرام کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کردے، تو (اس کا ثواب) میرے صحابہ میں سے کسی کے ایک مُد (تقریباً چوتھائی صاع) اور نصف مُد کے برابر نہیں پہنچ سکتا (بخاری، مسلم، مسند احمد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ایک مُد تقریباً چوتھائی صاع کے برابر ہوتا ہے، جس کا وزن ایک سیر سے بھی کم بنتا ہے۔

صحابۂ کرام کے اتنی کم چیز کے صدقہ خیرات کرنے کا ثواب دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر صدقہ خیرات سے بھی زیادہ ہونے کی وجہ، صحابۂ کرام کا بلند مقام اور مرتبہ اور صحابۂ کرام کی نیتوں میں اخلاص کا زیادہ ہونا اور بطورِ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے مستفید ہونا ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ (سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ١٦٢، كتاب المقدمة،باب فضل الأنصار)[1]

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ ان میں سے کسی کا ایک لمحہ کے لئے قیام کرنا، تم میں سے کسی کے پوری عمر عمل کرنے سے زیادہ بہتر ہے (ابن ماجہ)

اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وَاللّٰهِ لَمَشْهَدُ شَهِدَهُ رَجُلٌ يُغَبِّرُ فِيهِ وَجْهَهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَفْضَلُ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ.وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرُ نُوحٍ عَلَيْهِ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوى (حاشية سنن ابن ماجه)

وقال البوصيرى:

رواه مسدد موقوفا بسند صحيح(اتحاف الخيرة المهرة ،ج٧ص ٣٣٦، تحت رقم الحديث ٦٩٩٢، كتاب علامات النبوة،باب ما جاء فيمن صحب النبى صلى الله عليه وسلم)

وقال الكنانى:

هذا إسناد صحيح رجاله ثقات والطريق الأول رواه مسدد فى مسنده عن يحيى القطان عن سفيان عن نسير فذكره بإسناده ومتنه (مصباح الزجاجة للكنانى،ج ا ص ٢٤، كتاب اتباع السنة،باب فضل الأنصار)

Idara Ghufran

السَّلَامُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۲۹، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۶۵۰) [1]

ترجمہ: اللہ کی قسم! کسی آدمی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونا، جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوجائے، یہ تم میں سے ہر کسی کے عمل سے افضل ہے، اگرچہ اس کو نوح علیہ السلام جیسی عمر کیوں نہ عطا کردی جائے (مسند احمد، ابوداؤد)

حضرت ابراہیم بن سعید جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ أَبَا أُسَامَةَ أَيُّمَا كَانَ أَفْضَلَ مُعَاوِيَةُ أَوْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ؟ فَقَالَ: لَا نَعْدِلُ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا (جامع بيان العلم وفضله لابن عبدالبر، ج٢ص ١١٧٣،رقم الرواية ٢٣١٩،باب الحض على لزوم السنة والاقتصار عليها ،دار ابن الجوزى، المملكة العربية السعودية)

ترجمہ: میں نے ابواسامہ سے سوال کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (جو کہ صحابی ہیں) یا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (جو کہ تابعی ہیں، ان) میں سے کون افضل ہے؟ تو حضرت ابواسامہ نے فرمایا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے برابر کسی کو بھی نہیں سمجھتے (ابنِ عبدالبر)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح .يحيى بن سعيد :هو القطان.وأخرجه أبو نعيم فى "الحلية ١/٩٥،٩٦" من طريق أحمد بن حنبل، بهذا الإسناد.وأخرجه بنحوه ابن أبى عاصم فى "السنة" (١٤٣٣)والنسائى فى "الكبرى(٨١٩٣) "من طريق يحيى بن سعيد، به.وأخرجه ابن أبى شيبة ١٢/١٢،١٣و٤٢،وأبو داود(٤٦٥٠)وابن ماجه(١٣٣)وابن أبى عاصم (١٤٣٤)و(١٤٣٥)وعبدُ الله بن الإمام أحمد فى "زوائد الفضائل(٩٠) "و(٩١) والنسائى فى "الكبرى(٨٢١٩)"والشاشى (٢١٦)من طريق صدقة بن المثنى، به. وبعضهم يزيد فيه على بعض.وأخرجه ابنُ أبى عاصم (١٤٣٦)عن يعقوب بنِ يحيى، عن صدقة، عن رياح، عن جدّه، عن سعيد بنِ زيد، به (حاشية مسند احمد)
و قال ايضاً: إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داود)

Idara Ghufran

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُکُمْ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (بخاری، رقم الحدیث ۲۶۵۱، کتاب الشھادات، باب :لا یشھد علی شھادۃ جور إذا أشھد، دارطوق النجاۃ، بیروت)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے زمانوں میں سے بہترین زمانہ، میرا زمانہ ہے (جس میں، میں اور میرے صحابۂ کرام ہیں) اور پھر اس کے بعد ان لوگوں کا زمانہ ہے، جو اُن سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تابعین کا زمانہ) اور پھر اس کے بعد ان لوگوں کا زمانہ ہے، جو اُن سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تبعِ تابعین کا زمانہ) (بخاری)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (بخاری، رقم الحدیث ۲۶۵۲، کتاب الشھادات، باب :لا یشھد علی شھادۃ جور إذا أشھد)

ترجمہ: لوگوں کا بہترین زمانہ، میرا زمانہ ہے، اور پھر اُن لوگوں کا زمانہ ہے، جو اُن سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تابعین) اور پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے، جو اُن سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تبع تابعین) (بخاری)

مذکورہ احادیث وروایات سے صحابۂ کرام اور آپ کے بعد تابعین، اور ان کے بعد اتباعِ تابعین کی درجہ بدرجہ فضیلت معلوم ہوئی۔ [۱]

---

[۱] (خیر أمتی قرنی) ، أی الذین أدرکونی وآمنوا بی وھم أصحابی، (ثم الذین یلونھم) ، أی یقربونھم فی الرتبۃ أو یتبعونھم فی الإیمان والإیقان وھم التابعون (ثم الذین یلونھم) ، وھم أتباع التابعین، والمعنی أن الصحابۃ والتابعین وتبعھم ھؤلاء القرون الثلاثۃ المرتبۃ فی الفضیلۃ(مرقاۃ المفاتیح، ج۹ص۳۸۷۸، کتاب المناقب والفضائل ، باب مناقب الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین)

قولہ ثم الذین یلونھم أی القرن الذی بعدھم وھم التابعون ثم الذین یلونھم وھم أتباع التابعین واقتضی ھذا الحدیث أن تکون الصحابۃ أفضل من التابعین والتابعون أفضل من أتباع التابعین لکن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَأْتِي زَمَانٌ يَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ: فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ، فَيُقَالُ: فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ، ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ: فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ (بخاری، رقم الحدیث ۲۸۹۷، کتاب الجهاد والسیر، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، دارطوق النجاة، بیروت.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت، جہاد وقتال کرے گی، اور کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ بے شک ہے، تو (اس کی برکت سے) اُس جماعت کو فتح حاصل ہوگی، پھر اس کے بعد وہ زمانہ آئے گا کہ جس میں کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هل هذه الأفضلية بالنسبة إلى المجموع أو الأفراد محل بحث وإلى الثانى نحا الجمهور والأول قول بن عبد البر والذى يظهر أن من قاتل مع النبى صلى الله عليه وسلم أو فى زمانه بأمره أو أنفق شيئا من ماله بسببه لا يعدله فى الفضل أحد بعده كائنا من كان وأما من لم يقع له ذلك فهو محل البحث والأصل فى ذلك قوله تعالى لا يستوى منكم من أنفق من قبل الفتح وقاتل أولئك أعظم درجة من الذين أنفقوا من بعد وقاتلوا الآية واحتج بن عبد البر بحديث مثل أمتى مثل المطر لايدرى أوله خير أم آخره وهو حديث حسن له طرق قد يرتقى بها إلى الصحة وأغرب النووى فعزاه فى فتاويه إلى مسند أبى يعلى من حديث أنس بإسناد ضعيف مع أنه عند الترمذى بإسناد أقوى منه من حديث أنس وصححه بن حبان من حديث عمار وأجاب عنه النووى بما حاصله أن المراد من يشتبه عليه الحال فى ذلك من أهل الزمان الذين يدركون عيسى بن مريم عليه السلام ويرون فى زمانه من الخير والبركة وانتظام كلمة الإسلام ودحض كلمة الكفر فيشتبه الحال على من شاهد ذلك أى الزمانين خير وهذا الاشتباه مندفع بصريح قوله صلى الله عليه وسلم خير القرون قرنى والله اعلم(فتح البارى لابنِ حجر، ج۷ص۶، قوله باب فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم)

کے صحابۂ کرام کی صحبت اٹھائی ہو؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ بے شک ہے، تو (اس کی برکت سے) اُس جماعت کو فتح حاصل ہوگی، پھر اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ جس میں کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی صحبت اٹھانے والے کی صحبت اٹھائی ہو؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ بے شک ہے، تو (اس کی برکت سے) اُس جماعت کو فتح حاصل ہوگی (بخاری)

اب یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ گیارہویں اور اس طرح اہتمام کے ساتھ ایصالِ ثواب کے عنوان سے صحابۂ کرام وتابعین اور تبعِ تابعین کو چھوڑ کر صرف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے؟

کیا اتنے اہتمام کے ساتھ ایصال ثواب کی کسی اور کو ضرورت نہیں؟ جبکہ بہت سے صحابہ وصحابیات اور تابعین وتبعِ تابعین کا انتقال بھی اسی مہینہ میں واقع ہوا۔ [1]

اور ایک قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب رحمہ اللہ کے برابر ومساوی یا ان سے زیادہ افضل امت میں کوئی اور بزرگ نہیں گزرا؟

آخر ان کے لئے اس طرح اہتمام کے ساتھ ایصالِ ثواب کیوں نہیں کیا جاتا اور یہ بڑی گیارہویں کا ایصالِ ثواب صرف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ہی کیوں مختص کردیا گیا ہے؟

پھر یہ بات بھی نہایت قابلِ غور ہے کہ عوام الناس اپنے ماں باپ اور دیگر لواحقین کو گیارہویں کی شکل میں ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتے، جن میں سے کسی کی نمازیں، کسی کے روزے اور کسی کی دیگر نیکیاں چھوٹ گئی ہوں گی، اور غالب گمان یہ ہے کہ بہت سے گناہ بھی کئے ہوں گے، عجیب بات ہے کہ محتاجوں کو تو اس طرح اہتمام کے ساتھ ایصال ثواب نہ کیا جائے، جو دریا

---

[1] چنانچہ ماہِ ربیع الآخر کے مہینہ میں کئی صحابۂ کرام مثلاً حضرت ابنِ عباس، حضرت ابوالدرداء، حضرت کعب بن مالک، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم وغیرہ کا وصال ہوا۔

میں ڈوبے ہوئے شخص کی طرح اپنے وارثوں کے صدقات وخیرات اور دعاؤں کے منتظر رہتے ہوں اور اس بزرگ کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا جائے جو بفضلہٖ تعالیٰ نیکیوں سے مالا مال ہو؟
اس بات کی گہرائی تک اگر پہنچا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ موجودہ طرزِ عمل کے تناظر میں گیارہویں کو ایصالِ ثواب کے عنوان سے انجام دینا بھی خدشہ اور شبہ سے خالی نہیں ہے۔

(9)......گیارہویں اور ایصالِ ثواب

اگر کہا جائے کہ گیارہویں کی مروجہ رسم سے اصل مقصود ان بزرگوں کی روح کو ایصالِ ثواب ہے، تو تجربہ گواہ ہے کہ یہ خیال درست نہیں ہے، کیونکہ اگر ایصالِ ثواب ہی مقصود ہے، تو ایصالِ ثواب کے لئے شریعت کی طرف سے گیارہویں، یا بارہویں یا کسی کے فوت ہونے کی تاریخ کی کوئی تعیین نہیں کی گئی، بلکہ ایصالِ ثواب شرعی اصولوں کے مطابق کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔
دوسرے خاص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ہی کی کیا تخصیص ہے، کبھی ایصالِ ثواب اُن کو کیا جاتا اور کبھی دوسرے بزرگوں کو جو اِن کے بھی بڑے ہیں۔
ظاہر ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جس شان اور جس درجہ کے کامل ولی اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں، لیکن یہ لوگ اس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے گیارہویں یا بارہویں وغیرہ نہیں کرتے۔
تیسرے اکثر لوگ صرف رسما رسمی اور دیکھا دیکھی گیارہویں کی مروجہ رسم کو شریعت کا حکم سمجھ کر کرتے ہیں، اور اس رسم کو کرتے وقت ان کے ذہن میں ایصالِ ثواب کا تصور بھی نہیں ہوتا۔

اس طرزِ عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک رسم پڑ گئی ہے، جس کی لوگ ناواقفی کی بنیاد پر اتباع و پیروی کرتے ہیں، اور اس سے درحقیقت ایصالِ ثواب پیشِ نظر نہیں ہوتا، اور اگر کسی کے پیشِ نظر ایصالِ ثواب ہی ہو، تب بھی ایصالِ ثواب شرعی اصول وقواعد کو ملحوظ رکھنے سے ہوا کرتا ہے، منکرات ومفاسد کے ہوتے ہوئے ایصالِ ثواب کے بجائے، خود اس طرح عمل کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے (کذافی: امداد المفتین ص ۱۷۱ و ۱۷۲، کتاب السنۃ والبدعۃ)

جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

(10)......گیارہویں اور غریبوں کا تعاون

یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اگر کھانے کو صدقہ کرنے کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب مقصود ہو، تو ثواب صرف اتنے کھانے کا ملے گا، جو صحیح غریبوں اور مستحق مسکینوں کو کھلایا جائے۔

مگر دیکھنے میں آتا ہے کہ گیارہویں کا کھانا پکا کر زیادہ تر لوگ دعوت کا سماں بنا کر خود ہی کھا پی لیتے ہیں، اور زیادہ کچھ کیا تو اپنے عزیز واقارب اور دوستوں کو کھلا دیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ کھانے والے صدقہ کے مستحق ہیں یا نہیں؟ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ صحیح غریب اور مسکین محروم رہتے ہیں، مگر اس کے باوجود یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جتنا کھانا پکایا اور کھایا گیا، مثلاً جتنی دیگیں، اس عنوان سے تیار کی گئیں، اس پورے کے صدقہ کا ثواب حضرت شیخ رحمہ اللہ کو پہنچ جاتا ہے۔

یہ بات بھی شرعی ایصالِ ثواب کے اصولوں کے خلاف ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنِيعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهِ مِنَ النِّيَاحَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٩٠٥) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح. نصر بن باب –وإن كان ضعيف الحديث– متابع، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين. إسماعيل: هو ابن أبي خالد، وقيس: هو ابن أبي حازم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہم میت والوں کے یہاں اجتماع کرنے اور دفن کے بعد کھانا بنانے کو نوحہ (والے گناہ کی طرح) سمجھتے تھے (مسند احمد)

حنفی سلسلہ کے بڑے فقیہ علامہ ابنِ ہُمام رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبَحَةٌ،رَوَى الْإِمَامُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهْ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ (فتح القدير، ج ٢ص ١٤٢ ، كتاب الصلاة، باب الجنائز،فصل فى الدفن،دار الفكر،بيروت)

ترجمہ: اور میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانے کی ضیافت کا انتظام کرنا، مکروہ ہے،اس لئے کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہے،نہ کہ غمی کے موقع پر، اور یہ بدترین بدعت ہے،امام احمد اور ابنِ ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

ہم میت کے گھر میں جمع ہونے کو اور ان کے کھانا بنانے کو (جسے آج کل بعض علاقوں میں کڑوی روٹی کہا جاتا ہے) نوحے میں (جو کہ حرام ہے) شمار کیا کرتے تھے (فتح القدیر)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبَحَةٌ،رَوَى الْإِمَامُ اَحْمَدُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه ابن ماجه (1612)عن محمد بن يحيى –وهو الذهلي–، عن سعيد بن منصور، وأخرجه أيضاً عن شجاع بن مخلد، كلاهما عن هشيم بن بشير، عن إسماعيل بن أبي خالد، بهذا الإسناد(حاشية مسند احمد)

وَابْنُ مَاجَهْ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ اهـ.

وَفِى الْبَزَّازِيَّةِ :وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِى الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ، وَبَعْدَالْاُسْبُوْعِ وَنَقْلُ الطَّعَامِ اِلَى الْقَبْرِ فِى الْمَوَاسِمِ، وَاِتِّخَاذُ الدَّعْوَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَآءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ اَوِ الْاِخْلَاصِ، وَالْحَاصِلُ اَنَّ اِتِّخَاذَ الطَّعَامِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِاَجْلِ الْاَكْلِ يُكْرَهُ، وَفِيْهَا مِنْ كِتَابِ الْاِسْتِحْسَانِ :وَاِنْ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اهـ .

وَاَطَالَ فِىْ ذٰلِكَ الْمِعْرَاجُ، وَقَالَ:وَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ كُلُّهَا لِلسُّمْعَةِ وَالرِّيَآءِ فَيُحْتَرَزُ عَنْهَا لِاَنَّهُمْ لَايُرِيْدُوْنَ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى اهـ(ردالمحتار ،ج۲ص ۲۴۰، ۲۴۱،کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی الثواب علی المعصیۃ)

ترجمہ: اور میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانے کی ضیافت کا انتظام کرنا، مکروہ ہے، اس لئے کہ ضیافت تو خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہے، نہ کہ غمی کے موقع پر، اور یہ بدترین بدعت ہے، امام احمد اور ابنِ ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

ہم میت کے گھر میں جمع ہونے کو اور ان کے کھانا بنانے کو (جسے آج کل بعض علاقوں میں کڑوی روٹی کہا جاتا ہے) نوحے میں (جو کہ حرام ہے) شمار کیا کرتے تھے، اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ فوتگی کے پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتے کے بعد (یا اسی طرح کسی اور مخصوص دن میں) کھانا بنانا اور کھانے کو مخصوص دنوں میں قبر پر لے جانا، اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے دعوت کرنا اور صلحاء اور قرّاء کا ختم

کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا، یا سورہ انعام کی یا سورہ اخلاص وغیرہ کی قرائت کے لئے جمع ہونا (بھی مکروہ ہے) اور خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی قرائت (وختم) کے وقت کھانے کے لئے طعام کا انتظام کرنا مکروہ ہے، اور فتاویٰ بزازیہ ہی کی کتاب الاستحسان میں ہے کہ اگر (بغیر کسی دن کی پابندی کے) غریبوں کے لئے کھانا بنایا جائے، تو اچھا ہے، اور معراج نامی کتاب میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور فرمایا کہ یہ تمام کام نام ونمود اور ریاکاری کے لئے ہوتے ہیں، لہٰذا ان سے بچنا چاہئے، کیونکہ لوگوں کا ان کاموں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ نہیں ہوتا (یعنی اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوتی) (ردالمحتار)

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

ایک قصبہ میں ایک شخص کے یہاں گیارہویں تھی، دس آدمیوں کی دعوت کی، اور اس میں بلائے گئے کون؟ ڈپٹی، تحصیلدار، نائب تحصیلدار وغیرہ، جب کھانا کھا کر نکلے، تو ایک شخص نے کہا کہ جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں وہ ان کو دیکھ لے (امثالِ عبرت ص ۳۲۹، مرتبہ: حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری رحمہ اللہ، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، مطبوعہ: ۱۴۱۴ھ)

اور فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

مُردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں، یہ منع ہے غنی نہ کھائے، کما فی فتح القدیر ومجمع البرکات (احکامِ شریعت، حصہ ۲ ص ۱۷۳، عنوان: مُردہ کی طرف سے کھانا، مطبوعہ: شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور، سنِ اشاعت ۱۹۸۴ء)

بہت سے دوسرے فقہائے کرام اور علمائے عظام نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ [1]

---

[1] ذهب الحنفية والمالكية والشافعية إلى أنه يستحب لجيران الميت والأباعد من قرابته تهيئة طعام لأهل الميت يشبعهم يومهم وليلتهم؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(11)......گیارہویں اور تاریخ کا تعیُّن

اگر گیارہویں دینے سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے، تو بلاشبہ یہ مقصد بہت ہی مبارک ہے۔

لیکن شرعی نقطۂ نظر سے ثواب تو جب بھی پہنچایا جائے، پہنچ جاتا ہے، شریعت نے اس کے لئے کوئی دن اور وقت مقرر نہیں فرمایا، مگر یہ حضرات اس عمل کے لئے گیارہویں تاریخ کی پابندی کو کچھ ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ گویا یہ شریعت کا لازمی حکم ہے، یہی وجہ ہے کہ اس تاریخ میں پورے ملک میں اجتماعی سطح پر گیارہویں کا جو اہتمام ہوتا ہے، وہ دوسری تاریخوں میں نہیں ہوتا۔

ان کے اس طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایصالِ ثواب مقصود نہیں، بلکہ ان کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أتاهم ما يشغلهم ويلح عليهم فى الأكل؛ لأن الحزن يمنعهم فيضعفهم، وبه قالت المالكية، إلا إذا اجتمعوا على محرم من ندب ولطم ونياحة، فلا يندب تهيئة الطعام لهم .

ويسن ذلك عند الحنابلة ثلاثا لأهل الميت لا لمن يجتمع عندهم، فإنه يكره لهم، إلا أن يكونوا ضيوفا .واتفق الفقهاء على أنه تكره الضيافة من أهل الميت لأنها شرعت فى السرور لا فى الشرور، وهى بدعة مستقبحة، وقال عليه الصلاة والسلام: لا عقر فى الإسلام وهو الذى كان يعقر عند القبر من إبل، أو بقر، أو شاء .

وصرح الحنابلة بأنه يكره الأكل من طعام أهل الميت، فإن كان من تركة وفى مستحقيها محجور عليه حرم فعله والأكل منه، وكره الذبح والأضحية عند القبر، والأكل منه.

وصرح الحنابلة والشافعية، بأنه يحرم تهيئة الطعام لنائحات؛ لأنه إعانة على المعصية، وصرح الحنفية بأنه يكره اتخاذ الطعام فى أيام متعارف عليها كاليوم الأول، والثالث، وبعد الأسبوع .ونقل الطعام إلى القبر فى المواسم، واتخاذ الدعوة لقرائة القرآن، وجمع الصلحاء والقراء للختم، أو لقرائة سورتى الأنعام والإخلاص.

على أنه إذا اتخذ الطعام للفقراء كان حسنا، وقال فى المعراج: هذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون به وجه الله تعالى .وفى غاية المنتهى للحنابلة: ومن المنكر وضع طعام أو شراب على القبر ليأخذه الناس (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦ ص٤٤، ٤٥، مادة "جنائز")

نزدیک یہ ایک ایسی عبادت ہے جو صرف اسی تاریخ کو ادا کی جاسکتی ہے۔

جبکہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ صرف اس تاریخ میں ہی غریبوں کو کھانے کی ضرورت پیش آتی ہو، یا ہمیشہ اس تاریخ میں لوگ ایک دن کے لئے غریب ہو جاتے ہوں۔

پھر یہ سوچنے کی بھی ضرورت ہے کہ کیا گیارہ تاریخ کے علاوہ اور تاریخوں میں حضرت شیخ کو ایصالِ ثواب کرنے میں رکاوٹ ہوتی ہے؟ اور کیا دوسری تاریخوں میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو ثواب کی ضرورت نہیں ہوتی؟

الغرض ایصالِ ثواب کے لئے گیارہویں تاریخ کا التزام کرنا، ایک ایسی حرکت ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اور اس کو ضروری سمجھ لینا، گناہ کی بات ہے۔

اور عام طور پر گیارہویں تاریخ کو اس لئے متعین کیا جاتا ہے کہ مشہور ہے کہ یہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات کا دن ہے۔

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کی تاریخ وفات ہی میں اختلاف پایا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، دوسرے کسی ہستی کا یومِ وفات منانا اسلام میں جائز نہیں رکھا گیا۔

سوچئے کہ انبیائے کرام اور صحابۂ کرام جیسی مقدس ہستیوں کے ''ایامِ وفات'' منانے کی شریعت نے کوئی تاکید و اہمیت بیان نہیں کی، بلکہ ان سب کے فوت ہونے والے ایام اور تاریخوں کو بھی محفوظ نہیں فرمایا، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ''یومِ وفات'' منانے کا کیا مطلب؟

پھر دن منانا ہر ایک کے لئے ممکن بھی نہیں۔

کیونکہ مراتب و درجات کا لحاظ کر کے سب سے پہلے حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ السلام، پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین اور تبعِ تابعین اور دوسرے بزرگوں کی باری آتی ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور سال کے

کل ایام تین سو چون یا تین سو ساٹھ ہیں، تو تمام حضرات کے ایامِ وفات منانے کے لئے اور دن کہاں سے لائیں گے؟

اور انبیاء وصحابہ کو چھوڑ کر اور نظر انداز کر کے ان سے کم اور نیچے کے درجہ والے بزرگوں کے دن منائے جائیں، تو یہ انبیاء اور صحابہ کے مراتب میں فرق نہ کرنے کے مترادف ہے۔

اس موقع پر گیارہویں کو جائز قرار دینے والے حضرات کی طرف سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ولادت یا وفات میں ایصالِ ثواب کیا جائے، تو اس کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

لیکن یہ دعویٰ اور عقیدہ بے اصل ہے، کسی قرآنی آیت یا مستند حدیث یا معتبر فقہ کی عبارت سے ثابت نہیں، اگر یہ بات ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تمام صحابۂ کرام، اولیائے کرام وغیرہ کے یومِ ولادت اور یومِ وفات، اس غرض کے لئے خصوصیت کے ساتھ محفوظ رکھے جاتے اور ان میں کوئی اختلاف نہ ہوتا، اور ان سب حضرات کے لئے بھی ایصالِ ثواب کے لئے، ان دنوں کو متعین کیا جاتا، اور ظاہر ہے کہ یہ بات ثابت نہیں۔

بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں جہاں کہیں گیارہ کا لفظ آجائے، فوراً اس سے گیارہویں کی رسم ثابت کرنے کی بے جا کوشش کرتے ہیں۔

حالانکہ گیارہویں کی مروَّجہ رسم اور گیارہ کا عدد، دونوں علیٰحدہ علیٰحدہ چیزیں ہیں، گیارہ کا عدد دنیا کی بے شمار چیزوں پر بولا جاسکتا ہے، لیکن گیارہویں کی رسم ہر ایک دنیا کے گیارہ عدد والی چیز کو قرار نہیں دیا جاسکتا۔

پھر یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ اگر گیارہویں کی رسم کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی جائے، تو ان تمام حضرات کو، جو اس رسم کے ایجاد ہونے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے، قرآن وحدیث پر عمل پیرا، یا قرآن وحدیث کی صحیح فہم والا ہونے سے انکار کرنا پڑے گا، جس میں تمام صحابہ، محدثین اور فقہاء اور امت کے بڑے بڑے اولیاء شامل ہیں، اور ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت مفسرین، محدثین اور فقہائے کرام پر نعوذ باللہ تعالیٰ

www.idaraghufran.org

یہ الزام عائد ہوگا کہ وہ قرآن وحدیث کو نہ خود سمجھ سکے اور نہ دوسروں کو سمجھا سکے، کیونکہ انہوں نے ان گیارہ کے اعداد سے گیارہویں کی مروجہ رسم کو ثابت نہیں کیا۔

اسی طرح بعض حضرات گیارہویں کی رسم کو ثابت کرنے کے لئے، یہ حیلہ اختیار کرتے ہیں کہ بہت سے مؤرخین نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تاریخِ وفات گیارہ لکھی ہے۔

حالانکہ گیارہ تاریخ اور گیارہویں کی رسم دونوں جدا جدا چیزیں ہیں، گیارہ تاریخ کے وفات کی تاریخ ہونے سے گیارہویں کی رسم ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ آج کل بعض لوگ اس رسم کو انجام دینے کے لئے گیارہویں کے بجائے، بارہویں تاریخ کا انتخاب کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے گیارہویں نہیں کی۔

حالانکہ صرف تاریخ بدلنے سے حکم نہیں بدل جاتا، بلکہ دوسری خرابیوں کے ہوتے ہوئے تاریخ بدل کر بھی اس رسم کا حکم وہی رہتا ہے، کیونکہ وہاں گیارہ کے بجائے بارہ تاریخ ہوجاتی ہے، لیکن باقی تمام چیزیں اپنے حال پر برقرار رہتی ہیں، اور بارہ تاریخ کو یہ رسم انجام دینے میں بھی وہی خرابیاں لازم آتی ہیں، کیونکہ جس طرح گیارہویں تاریخ کو اس رسم کا ثبوت نہیں، اسی طرح بارہ تاریخ کو بھی اس رسم کے انجام دینے کا ثبوت نہیں۔

اور یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ جو چیز شریعت کی روشنی میں گناہ وبدعت ہوتی ہے، وہ دن وتاریخ بدل کر کسی اور دن یا تاریخ کو کرنا بھی بدعت ہوتی ہے، کیونکہ دن وتاریخ بدل کر اس دن وتاریخ کے ساتھ بھی اگر پہلی تاریخ والا ہی برتاؤ کیا جائے گا، تو اس کا حکم پہلے سے زیادہ مختلف نہیں ہوگا۔

(12)......گیارہویں اور کھانے کا تعیُّن

گیارہویں کی اس رسم میں کھانے پکانے اور بعض جگہ کھیر یا حلیم پکانے کا، اتنا اہتمام کیا جاتا

ہے کہ اگر اس کے بجائے کسی اور طرح یا کسی اور چیز یا طریقہ سے ایصالِ ثواب کرنے کو کہا جائے، تو اکثر لوگ، اس کے لئے تیار و آمادہ نہیں ہوتے۔

چنانچہ اگر کسی کو بتلایا جائے کہ آپ اس مرتبہ گیارہویں خاموشی کے ساتھ صرف تلاوت یا ذکر یا نوافل پڑھ کر کردیں (جبکہ اس عمل میں غریبوں کے لئے بھی آسانی ہے کہ وہ مال خرچ کئے بغیر اس طرح ایصالِ ثواب کرسکتے ہیں) تو اول تو کوئی اس کے لئے تیار نہ ہو، اور اگر تیار بھی ہوجائے، تو اس کو گیارہویں قرار دینے پر آمادہ نہ ہو۔

اسی طرح اگر کسی کو بتلایا جائے کہ گیارہویں کے کھانے، کھیر، حلیم وغیرہ کے بجائے کسی دوسری طرح خاموشی کے ساتھ مالی عبادت انجام دے کر ایصالِ ثواب کردیں، مثلاً کسی مسجد یا مدرسہ یا کسی اور دینی یا رفاہی کام میں اتنی ہی رقم لگادیں، جو کہ نہ صرف صدقہ ہوگی، بلکہ اس سے بڑھ کر صدقۂ جاریہ بھی ہوگی اور اس صدقۂ جاریہ کا ثواب یقیناً اس کھانے پینے سے زیادہ ہوگا، جو کھا پی کر کچھ دیر بعد ٹھکانے لگ جاتا ہے۔

یا یہ کہا جائے کہ اس کے بجائے خاموشی کے ساتھ غریبوں کا اس طرح تعاون کیا جائے کہ جس میں ان کی ضروریات کا لحاظ کیا جائے، مثلاً اگر کسی غریب کو لباس کی ضرورت ہے، تو اس کو لباس فراہم کیا جائے، اگر کسی ضرورت مند کو دوا کی ضرورت ہے، تو دوا فراہم کی جائے، اگر کسی غریب کو علاج معالجہ کی سہولت درکار ہے، تو اس کے لئے اس کا انتظام کیا جائے، اگر کسی مسافر کو کرایہ کی ضرورت ہے، تو اس کی یہ ضرورت پوری کی جائے، یا اس کے بجائے غریبوں کو رقم فراہم کردی جائے، جس سے غریب اور ضرورت مند اپنی ہر قسم کی ضرورت پوری کرسکتا ہے اور ایک کے بجائے کئی ضروریات پوری کرسکتا ہے اور آج کے بجائے کل پیش آنے والی ضروریات کے لئے بھی اس رقم کو محفوظ رکھ سکتا ہے، اور اپنی ضروریات کے علاوہ اپنے بیوی، بچوں کی ضروریات میں بھی اس رقم کو خرچ کرسکتا ہے، اور اس میں اخلاص کی رعایت بھی زیادہ ہے۔

تو اس طرح ایصالِ ثواب، یا گیارہویں کرنے کے لئے بھی کوئی آمادہ ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اور اگر آمادہ ہو بھی جائے، تو اس کو گیارہویں یا اس کا بہتر متبادل قرار دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا، جبکہ ان طریقوں کے ذریعہ ثواب، رسمی گیارہویں کے طریقہ سے کئی اعتبار سے زیادہ ہے، مثلاً:

(1)......رسمی گیارہویں میں سب کو کھانے کا پابند کر دیا جاتا ہے۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں اس طرح کی پابندی نہیں ہوتی۔

(2)......رسمی گیارہویں میں غریب اپنی مختلف ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں یہ تنگی نہیں پائی جاتی۔

(3)......رسمی گیارہویں میں غریب، اپنی آئندہ کی ضروریات پوری نہیں کر سکتا، کیونکہ غریب کے لئے کھانے کو محفوظ رکھنا مشکل ہے۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں رقم محفوظ رکھ کر بآسانی یہ ضروریات پوری کر سکتا ہے۔

(4)......رسمی گیارہویں میں غریبوں کو مال کا مالک نہیں بنایا جاتا، بلکہ زیادہ سے زیادہ وہیں رہتے ہوئے، اسی وقت کھانے کا پابند کیا جاتا ہے۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں غریبوں کو مالک بنا کر ہر جگہ اور ہر وقت اپنی ضرورت پوری کرنے کا اختیار دے دیا جاتا ہے، جس میں اس کے لیے سہولت وراحت زیادہ ہے۔

(5)......رسمی گیارہویں میں غریب کو خود کھانے کا پابند کیا جاتا ہے۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں غریب اپنے بجائے اپنے بیوی بچوں کی ضروریات بھی پوری کر سکتا ہے۔

(6)......رسمی گیارہویں میں صدقۂ جاریہ کی صورت نہیں پائی جاتی۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں اس نعمت سے بآسانی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

(7)......رسمی گیارہویں کو سرانجام دینے میں صرف پیسے والے لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں امیر وغریب ہر شخص کسی بھی طرح کا نیک عمل کر کے خود فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو بھی ایصالِ ثواب کر کے فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

(8)......رسمی گیارہویں میں عموماً اخلاص کے بجائے ایک طرح سے رسم پوری کرنا اور اپنا نام اونچا کرنا پیشِ نظر ہوتا ہے۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں رسم کے بجائے حقیقت اور دکھلاوے کے بجائے اخلاص کا لحاظ بہتر طریقہ پر ممکن ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال شریعت نے ایصالِ ثواب کے لئے، جس طرح کسی تاریخ کو متعین نہیں کیا، اسی طرح کھانے، یا اس کی کسی خاص قسم کو بھی متعین یا لازم نہیں کیا، بلکہ شریعت نے ایصالِ ثواب میں بہت سہولت اور آسانی رکھ دی ہے۔

چنانچہ ایصالِ ثواب کے لئے مالی عبادت (صدقہ، خیرات وغیرہ) کو لازم نہیں کیا، بلکہ مالی عبادت کے علاوہ جانی عبادت (تلاوت، ذکر، درود شریف، استغفار، تسبیحات، نوافل وغیرہ) کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کی بھی اجازت دی ہے۔

اور جب اس بارے میں اتنی سہولت ہے، تو گیارہویں کے عمل کو مالی عبادت کے ساتھ خاص کرنا بذاتِ خود دین پر زیادتی اور دین میں تنگی پیدا کرنا ہے، اور پھر اوپر سے مالی عبادت کو بھی کھانے تک اور اس سے آگے بڑھ کر کھیر یا حلیم تک محدود کر دینا، یہ دین میں زیادتی در زیادتی اور تنگی در تنگی پیدا کرنا ہے، جو شریعت کے مزاج کے سراسر خلاف ہے۔

(13)......گیارہویں اور اہلِ ہنود کے ساتھ تشبُّہ

کئی محققین کے نزدیک گیارہویں کی مروجہ رسم بنیادی طور پر اہلِ ہنود (یعنی ہندوؤں) سے لی گئی ہے، اور اسی وجہ سے گیارہویں کی مروجہ رسم زیادہ تر انہی علاقوں میں رائج ہے، جہاں

ہندوؤں کی معاشرت رہی ہے، اور بعض دوسرے علاقوں میں بھی یہیں سے منتقل ہوئی ہے۔
چنانچہ مولانا عبیداللہ نومسلم نے، جو پہلے ہندوؤں کے پنڈت تھے، اور ان کا سابقہ نام ''اننت رام'' تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو نورِ ایمان نصیب فرمایا، انہوں نے ''تحفۃ الہند'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اور اس میں ایصال ثواب کے بیان میں ہندوانہ ایصالِ ثواب کے طریقوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کی وضاحت کی ہے۔
چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

اگر مرنے والا برہمن ہے، تو مرنے کے بعد گیارہویں دن، کھتری ہے، تو تیرہویں دن، اگر ویش (بنیہ) ہے، تو پندرہویں / سولہویں دن ، اگر شودر (Untoouchable) ہے، تو تیسویں یا اکتیسویں دن ''کریا کرم'' ہوتا ہے، کریا کرم کے چھ ماہ بعد چھ ماہی ہوتی ہے، اور سال بھر بعد برسی کے دن گائے کو بھی کھانا کھلاتے ہیں، مرنے کے چار سال بعد سدھ کی رسم ہوتی ہے، عام طور پر اسوج کے مہینہ میں، جس تاریخ کو کوئی مرا ہو، اس تاریخ پر مردے کے لئے ثواب پہنچانا لازمی سمجھا جاتا ہے، کھانے کے ثواب کا نام سرادھ ہے، سرادھ کا کھانا تیار ہو جاتا ہے، تو اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں، جو پنڈت بید پڑھتا ہے ، اس کو ابھشٹر من کہتے ہیں، اسی طرح اور دن بھی مقرر ہیں۔
لیکن جب اپنے معبودوں کی روح کے واسطے کچھ کرتے ہیں، تو وہاں ثواب پہنچانے کی نیت تو ہوتی نہیں، بلکہ ان سے ڈر کر یا کچھ نفع کی امید رکھ کر یا بطور نذر منت کے ان کے بھینٹ دیتے ہیں اور اس مقصد کے لئے بھی دن مقرر ہیں، بعض معبودوں کے واسطے بعض کھانے بھی مخصوص ہیں (تحفۃ الہند، ص ۱۸۴، بعنوان ''ہندوؤں کے یہاں ایصال ثواب کا طریقہ'')

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

اس موقع پر شاید ہندو یہ اعتراض کریں کہ ثواب سے متعلق تو مسلمانوں میں بھی ہندوؤں جیسی رسومات موجود ہیں، مثلاً مسلمانوں نے بھی دن مقرر کیے، جیسے مُردہ کے لئے سوئم کو جسے قل کہا جاتا ہے، اسی طرح چالیسویں کو پلنگ بچھا کر طرح طرح کے کھانے رکھ کر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہاں مُردے کی روح آتی ہے، جب کہ بعض کا خیال ہے کہ گھر سے روح نکلتی ہی اسی دن ہے، چھ ماہی اور برسی کی رسومات بھی کرتے ہیں، حضرت پیرانِ پیر کی فاتحہ سوائے گیارہویں اور سترہویں کے اور کسی تاریخ کو نہیں کرتے، امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا ختم شبِ برأت کو ہی کرتے ہیں، اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ختم محرم کے عشرہ میں کرتے ہیں، دیگر بزرگوں کی فاتحہ ان کے مرنے کے ہی دن کرتے ہیں، جبکہ بعض بزرگوں کی روح کے لئے بعض کھانے بھی مقرر کررکھے ہیں......

بعض مسلمان، بزرگوں کی نیاز، اس امید پر دیتے ہیں کہ وہ بزرگ، ان کی اولاد اور ان کے رزق میں ترقی دیں گے، یا ان کی کوئی مراد پوری کریں گے، اور ان کو یہ خوف رہتا ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کریں، تو ان کو کچھ نقصان ہوجائے گا، جب کہ بعض کے خیال میں ایسا کرنا یعنی نیاز دلانا فرض ہے، اور اگر کوئی گیارہویں نہیں کرتا، تو اس کو طعنہ دیا جاتا ہے، بعض مسلمان، نیاز کے لئے نئے برتن نکالتے ہیں، اور جس طرح ہندو سرادھ کے دن کھانے پر ابھشرمن سے منتر پڑھواتے ہیں، اسی طرح مسلمان بھی مُلّا کو بلا کر ختم دلاتے ہیں، اور جب تک مُلّا اس پر کچھ پڑھ نہیں لیتا، اس کھانے میں کسی کو ذرہ برابر ذرا سا بھی کھانے کو نہیں دیتے......

اس قسم کی بہت سی روایات مسلمانوں میں رواج پا رہی ہیں، جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔

ہندوؤں کے ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ یہ رسومات دینِ اسلام کی کتابوں

سے ثابت نہیں، بلکہ کچھ ناسمجھ آدمیوں نے شاید ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ایسا کرنا شروع کردیا ہے، یہی نہیں، دینِ اسلام میں تو دوسرے دین والوں کی رِیس (نقل) کرنا سخت منع ہے، حتیٰ کے ہولی، دیوالی اور دسہرہ وغیرہ، جو ہندوؤں کے تہوار ہیں، ان میں سیر کی غرض سے شامل ہونا بھی حرام ہے، جیسا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' یعنی جس نے کسی دوسری قوم کی نقل کی، وہ ان ہی میں سے ہے۔

لہٰذا ان رسومِ باطلہ کی دینِ اسلام میں کوئی حیثیت نہیں، ان رسومات کو بدعات اور ہنود کی مشابہت کہا جاتا ہے، ان میں بعض رسومات قطعی حرام ہیں، اور بعض مکروہ اور بعض قطعاً شرک ہیں، لہٰذا جو بات دینِ اسلام کی کتابوں سے ثابت نہ ہو، اس سے متعلق اعتراض، قابلِ توجہ نہیں ہوتا، کیونکہ رِیس ان باتوں میں منع ہے، جس کا اصل دینِ اسلام میں کچھ نہ ہو، اور وہ ہندوؤں کی یا اور دین والوں کی خصوصیات میں سے ہو، یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ بعض مُلَّا دیوالی وغیرہ کے تہواروں پر عیدی لکھ دیتے ہیں، اس کام کی بھی دینِ اسلام میں کوئی اصل نہیں، لہٰذا جو ایسا کرتے ہیں، وہ گناہ گار ہوتے ہیں (تحفۃ الہند ص ۱۸۶ تا ۱۸۹، ملخصاً، بعنوان ''ہندوؤں کے اعتراضات'')

گزشتہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ گیارہویں کی مروَّجہ رسم میں غیر مسلموں اور ہندوؤں کے ساتھ تشبہ ومشابہت پائی جاتی ہے۔

اب اس سلسلہ میں غیروں کے ساتھ تشبہ ومشابہت اختیار کرنے پر شریعت کی بیان کردہ وعید بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (سنن

www.idaraghufran.org

أبی داؤد،رقم الحدیث ۴۰۳۱،کتاب اللباس،باب فی لبس الشهرة،المکتبة العصریة، صیدا، بیروت، مسند احمد رقم الحدیث ۵۱۱۵) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہوگا (ابوداؤد)

اور حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَیْرِنَا (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۲۶۹۵، کتاب الاستئذان والآداب،باب ما جاء فی کراهیة إشارة الید بالسلام، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی ، مصر)

ترجمہ: جس نے غیروں کے ساتھ مشابہت کی، وہ ہم میں سے نہیں (ترمذی)

یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی ہے، جن کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

۱؎ قال ابن حجر:

قلت أخرجه أبو داؤد بسند حسن(فتح الباری شرح صحیح البخاری لابنِ حجر، ج۱۰ ص ۲۷۱، کتاب اللباس، باب لبس جبة الصوف)

وقال ابن تیمیة:

وقد روی عن النبی صلی الله علیه وسلم فی المسند والسنن أنه قال:(من تشبه بقوم فهو منهم) وفی لفظ:(لیس منا من تشبه بغیرنا)وهو حدیث جید(مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة ،ج۲۵ ص ۳۳۱، کتاب الصیام، وسئل:عمن یفعل من المسلمین: مثل طعام النصاری فی النیروز الخ)

وقال ایضاً:

وأیضا مما هو صریح فی الدلالة ما روی أبو داود فی سننه حدثنا عثمان بن أبی شیبة حدثنا أبو النضر یعنی هاشم بن القاسم حدثنا عبد الرحمن بن ثابت حدثنا حسان بن عطیة عن أبی منیب الجرشی عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم من تشبه بقوم فهو منهم وهذا إسناد جید فإن ابن أبی شیبة وأبا النضر وحسان بن عطیة ثقات مشاهیر أجلاء من رجال الصحیحین وهم أجل من أن یحتاجوا إلی أن یقال هم من رجال الصحیحین(اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة أصحاب الجحیم لابنِ تیمیه، ج ۱ ص۲۶۸، ۲۶۹،فصل فی ذکر الأدلة علی الأمر بمخالفة الکفار عموما وفی أعیادهم خصوصا،التشبه مفهومه ومقتضاه)

www.idaraghufran.org

لیکن بعض حضرات نے مجموعی طور پر ان روایات کو حسن و معتبر قرار دیا ہے۔ [1]

(14)......گیارہویں کے کھانے پر ختم پڑھوانا

گیارہویں کے کھانے پر دیکھا گیا ہے کہ اس کو کھانے اور کھلانے سے پہلے اس پر کچھ پڑھوایا جاتا ہے، اور اس کو بعض لوگ ''فاتحہ شریف'' اور بعض ''ختم شریف'' کہتے ہیں۔

---

[1] قال الالبانی:

"لیس منا من تشبه بغیرنا، لا تشبهوا بالیهود ولا بالنصاری، فإن تسلیم الیهود الإشارة بالأصابع، وتسلیم النصاری الإشارة بالکف ."

أخرجه الترمذی (2696)عن ابن لهیعة عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده مرفوعا . وقال: " إسناده ضعیف، وروی ابن المبارک هذا الحدیث عن ابن لهیعة فلم یرفعه ". قلت: قد وجدته من طریق غیره، أخرجه الطبرانی فی "الأوسط "(ص 267– حرم) عن أبی المسیب سلام بن مسلم حدثنا لیث بن سعد عن یزید بن أبی حبیب عن عمرو بن شعیب به .إلا أنه قال: " أظنه مرفوعا ."وهذا إسناد رجاله ثقات غیر سلام بن مسلم فلم أعرفه .ولیس هو سلام بن مسلم البصری، روی عن عبد الکریم عن إبراهیم، وعنه موسی بن إسماعیل کما فی "الجرح والتعدیل "(1 / 2 / 261) ، فإن هذا أعلی طبقة منه، وهو الذی یشیر إلیه قول الهیثمی فی " المجمع " : (8 / 39) "رواه الطبرانی فی "الأوسط "، وفیه من لم أعرفه ."

لکن الحدیث جاء مفرقا فی أحادیث یتقوی بها، فالجملة الأولی منه یشهد لها حدیث ابن عباس قال: " لما افتتح رسول الله صلی الله علیه وسلم مکة قال:إن الله عز وجل ورسوله حرم علیکم شرب الخمر وثمنها وحرم علیکم أکل المیتة وثمنها وحرم علیکم الخنازیر وأکلها وثمنها، وقال: قصوا الشوارب وأعفوا اللحی، ولا تمشوا فی الأسواق إلا وعلیکم الأزر، إنه لیس منا من عمل بسنة غیرنا ."أخرجه الطبرانی فی "الکبیر " (1 / 118 / 3)عن أبی یحیی الحمانی عن یوسف بن میمون عن عطاء عنه .وهذا سند ضعیف، یوسف بن میمون – وهو الصباغ – قال الحافظ:" ضعیف ."قلت: وأبو یحیی الحمانی فیه ضعف .وقال الهیثمی فی "المجمع "(5 / 169) : " رواه الطبرانی فی "الأوسط "، وفیه یوسف بن میمون، ضعفه أحمد والبخاری وجماعة، ووثقه ابن حبان، وبقیة رجاله ثقات !"والجملة الثانیة: "لا تشبهوا بالیهود ولا بالنصاری ."فقد صح من حدیث أبی هریرة والزبیر، وهما مخرجان فی "حجاب المرأة المسلمة) "ص 96) .وسائره له شاهد من حدیث جابر مرفوعا، وهو مخرج أیضا فی المصدر السابق (ص 98) وسبق تخریجه أیضا برقم . (1783)(سلسلة الاحادیث الصحیحة، رقم الحدیث ۲۱۹۴)

اگر چہ بظاہر یہ عمل اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن شرعاً اس میں بھی کئی برائیاں موجود ہیں۔
جن کا مختصر حال ملاحظہ فرمائیے۔

(1)...... ایصالِ ثواب کے لئے کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ بغیر پڑھے صدقہ کردینے سے ثواب پہنچ جاتا ہے، فاتحہ وغیرہ پڑھنے کو ایصالِ ثواب کی شرط سمجھنا ایک ایسی بات ہے کہ جو قرآن وسنت سے کہیں ثابت نہیں۔

اور ظاہر ہے کہ ایسی چیز شریعت کی نظر میں گناہ وبدعت کے زمرہ میں آتی ہے، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ، فَهُوَ رَدٌّ (بخاری، رقم الحدیث ۲۶۹۷، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، مسلم، رقم الحدیث ۱۷۱۸ "۱۷")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمارے دینی کاموں میں کوئی ایسی بات پیدا کرے، جو اس میں نہیں تھی، تو وہ مردود (اور نا قابلِ قبول) ہے (بخاری ومسلم)

پس جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین بھی ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے، بلکہ ہم سے زیادہ اور اچھے طریقہ پر ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے، مگر ان سے ایصالِ ثواب کے لئے اس طرح کا رواج ثابت نہیں، تو یہ طریقہ محدث وبدعت ہوگا۔

(2)...... عام لوگوں کا خیال ہے کہ جب تک اس طرح ختم نہ پڑھا جائے، اس وقت تک اس چیز کا ثواب نہیں پہنچتا، بہت سے لوگوں سے آپ نے یہ فقرہ سنا ہوگا کہ:

''مر گیا مردود، نہ فاتحہ نہ درود''

یہ خیال ایک سنگین غلطی ہی نہیں، بلکہ اللہ اور رسول کے حکم کے مقابلے میں دوسری بات لانا ہے، اس لئے کہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ

نہیں بتایا، اور نہ سلفِ صالحین نے اس پر عمل کیا۔

اب دیکھئے کہ جو حضرات اس رسم کے نہ کرنے پر یہ فقرہ دہراتے ہیں کہ ''مرگیا مردود نہ فاتحہ نہ درود'' اس کا پہلا نشانہ کون بنتا ہے......؟

پس یہ کیسی دِینداری ہے کہ ایک نئی بدعت گھڑ کر ایسے فقرے چست کئے جائیں، جن کی زد میں صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین آجاتے ہوں؟

(3)......کہا جاتا ہے کہ اگر ایصالِ ثواب کے کھانے پر سورتیں پڑھ لی جائیں تو کیا حرج ہے؟ حالانکہ اس سے بڑھ کر حرج کیا ہوگا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ، آپ کی سنت اور شریعت کے خلاف ہے۔

(4)...... پڑھنے والوں کو بلا کر جو ختم پڑھایا جاتا ہے، اس میں خرابی یہ ہے کہ پڑھنے والا ختم کے بدلے میں کھا پی لیتا ہے اور ختم پڑھوانے والے کھانے کے بدلے میں ختم پڑھوا لیتے ہیں، اور اگر ختم پڑھنے والا ختم نہ پڑھے، تو وہ کھانے سے محروم رہتا ہے اور اگر گھر والے ختم پڑھنے والوں کو ان کے اس عمل پر کھانا نہ دیں، تو کوئی ختم پڑھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا، گویا کہ ختم پڑھنے والے اور گھر والوں کے کھانے کا باہمی تبادلہ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کا معاوضہ بن جاتی ہیں۔

اور ایصالِ ثواب کی غرض سے قرآن مجید معاوضہ لے کر پڑھا جائے، تو ثواب پڑھنے والے کو بھی نہیں ملتا، اسی طرح جو کھانا معاوضے کے طور پر کھلایا جائے، اس کا بھی ثواب نہیں ملتا، ختم پڑھایا تو اس لئے گیا تھا کہ دوہرا ثواب ملے گا، مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکہرا ثواب بھی جاتا رہا۔ [1]

---

[1] وفی البزازیة: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقرائة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقرائة سورة الأنعام أو الإخلاص .والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قرائة القرآن لأجل الأكل یكره .وفیها من كتاب الاستحسان: وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اهـ وأطال فی ذلک فی المعراج .وقال:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(5)......بعض جگہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب تک کھانے پر ختم نہ دلایا جائے، اس وقت تک کسی کو کھانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

بعض اوقات اگر ختم پڑھنے میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے، تو بچوں تک کو کھانے سے محروم رکھا جاتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی بلبلاتے رہیں۔

حالانکہ صدقہ کے ذریعہ سے تو ثواب اس کھانے کا ملے گا، جو کسی غریب محتاج کو اللہ کی رضا کے لئے دیا جائے (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے) پھر آخر اس پابندی کی کیا وجہ ہے کہ جب تک ختم نہ پڑھوالیا جائے، کھانا بچوں تک کے لئے ممنوع قرار پائے؟

(6)......اس طرح کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنے میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے، کہ ان کے یہاں اس طرح کھانا سامنے رکھ کر پڑھا جاتا ہے، جیسا کہ مولانا عبید اللہ کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے۔

اور مشہور بریلوی عالم مولوی محمد صالح صاحب کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنے کے متعلق لکھتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى .اهـ(ردالمحتار ج۲ص ۲۴۰، ۲۴۱، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فى الثواب على المعصية، دارالفكر، بيروت)

ولا شك أن التلاوة المجردة عن التعليم من أعظم الطاعات التى يطلب بها الثواب فلا يصح الاستئجار عليها؛ لأن الاستئجار بيع المنافع وليس للتالى منفعة سوى الثواب ولا يصح بيع الثواب ولأن الأجرة لا تستحق إلا بعد حصول المنفعة للمستأجر والثواب غير معلوم فمن استأجر رجلا ليختم له ختمة ويهدى ثوابها إلى روحه أو روح أحد من أمواته لم يعلم حصول الثواب له حتى يلزمه دفع الأجرة ولو علم حصوله للتالى لم يصح بيعه بالأجرة فكيف وهو غير معلوم بل الظاهر العلم بعدم حصوله؛ لأن شرط الثواب الإخلاص لله تعالى فى العمل والقارء بالأجرة إنما يقرأ لأجل الدنيا لا لوجه الله تعالى بدليل أنه لو علم أن المستأجر لا يدفع له شيئا لا يقرأ له حرفا واحدا خصوصا من جعل ذلك حرفته ولذا قال تاج الشريعة فى شرح الهداية إن قارء القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارء.

وقال العينى فى شرح الهداية معزيا للواقعات ويمنع القارء للدنيا والآخذ والمعطى آثمان وقال فى الاختيار ومجمع الفتاوى وأخذ شىء للقرآن لا يجوز؛ لأنه كالأجرة (العقود الدرية فى تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، ج۲ص۱۲۷، كتاب الاجارة)

www.idaraghufran.org

ہیں کہ:

’’یہ رسم سوائے ہندوستان کے اور کسی اسلامی ملک میں رائج نہیں‘‘ (تحفۃ الاحباب، ص ۱۲۲)

(7)...... کھانے پر اس طرح کا ختم پڑھنا عقل کے بھی خلاف ہے، کیونکہ یہ ختم پڑھنے، پڑھانے کا سلسلہ عموماً کھانے کے ساتھ مخصوص کیا ہوا ہے، جبکہ اگر یہ ختم ایصالِ ثواب کے لئے ہے، تو ایصالِ ثواب تو کھانے کے علاوہ دوسری چیزوں (مثلاً نقدی، لباس، وغیرہ) کو صدقہ کر کے بھی کیا جاسکتا ہے، اور کیا جاتا ہے، لیکن ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کھانے کے علاوہ دوسری چیز کے ذریعے سے ایصالِ ثواب کرتے وقت بھی اس طرح کا ختم دیتا ہو۔

پس اگر کھانے کے اوپر ختم کی ضرورت ہے، تو دوسری چیزوں، مثلاً روپے پیسے اور کپڑے وغیرہ میں بھی اس کی ضرورت ہے، بلکہ جو چیز ایصالِ ثواب کے بجائے، ویسے ہی اللہ کے نام پر صدقہ کی جائے، اُس پر بھی اس طرح کی فاتحہ اور ختم پڑھنے کی ضرورت ہے، اسی طرح ختم پڑھوانے کا یہ عمل کھانے کے تھوڑے سے حصہ پر کیا جاتا ہے، یہ بھی عقل کے خلاف ہے

(مستفاد از اشرف الجواب، حصہ دوم، ص ۲۴۵، ۲۴۶، بعنوان ’’کثیر الوقوع اغلاط کی تردید‘‘ مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، سنِ طباعت: اکتوبر ۱۹۸۸ء)

بعض لوگ اس موقع پر مروّجہ ختم کو ثابت کرنے کے لئے، وہ احادیث پیش کیا کرتے ہیں کہ جن میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر بسم اللہ پڑھی، اور برکت اور دعا کے طور پر کھانے کی مختلف چیزوں پر قرأت کی، اور چیزوں میں برکت و اضافہ کے لئے اشیاء کو سامنے رکھ کر ان پر دعائیں پڑھیں۔

لیکن ان احادیث اور واقعات پر مروّجہ کھانے پر ختم کو قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں، اور ان احادیث میں خود اس کا جواب موجود ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کے بجائے کھانے میں برکت کے طور پر ایسا کیا ہے اور یہ بات غیر اختلافی ہے۔

اصل گفتگو اس میں ہے کہ ایصالِ ثواب کے طور پر جو کھانا دیا جاتا ہے، اس پر مروَّجہ طریقے پر جو فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور ختم دلایا جاتا ہے، یہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایصالِ ثواب کرتے ہوئے ایسا کیا ہے یا نہیں؟ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ ان حضرات سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہونے کی وجہ سے گناہ اور بدعت ہے (جیسا کہ تفصیل سے ذکر کیا جا چکا)

یہی وجہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین کے عمل سے یہ ثابت ہوتا، تو اس کو بدعت نہ کہا جاتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کی تشریح کرتے ہوئے محدثین بھی ضرور اس کا تذکرہ کرتے، اور فقہائے کرام بھی اس کے سنت یا مستحب ہونے کے درجہ کو ایصالِ ثواب کے باب میں ضرور ذکر کرتے، کیونکہ جو احادیث آج پیش کی جارہی ہیں، وہ محدثین کے واسطے سے اور ان کے معانی ومطالب اور مفہوم فقہائے کرام کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں، کیا ان کے سامنے یہ احادیث اور ان کا مطلب نہیں تھا؟ یا نعوذ باللہ تعالیٰ ان کو تو یہ بات سمجھ نہ آئی، اور آج اس عمل کو جائز بلکہ سنت وضروری اور لازم قرار دینے والوں کو یہ بات سمجھ آرہی ہے؟

(15)......گیارہویں کا کھانا اور تبرُّک

بہت سے لوگ گیارہویں کے کھانے کو تبرک سمجھتے ہیں، اور اسی نظریہ سے انتہائی شوق اور رغبت کے ساتھ بلا امتیاز امیر وغریب سب استعمال کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ کھانا اگر ایصالِ ثواب کے لئے ہے، تو یہ کھانا صدقے کا حکم رکھتا ہے، اس لئے صاحبِ نصاب کے لئے اس کا اپنے استعمال میں لانا اصل مقصد کو باطل کردیتا ہے (کفایت المفتی ج ا ص ۲۱۷)

اور پھر اس پر بھی غور فرمایئے کہ ایصالِ ثواب کے لئے اگر غلہ یا کپڑا دیا جائے، کیا اس کو بھی

اس طرح کا ''تبرک'' سمجھا جاتا ہے؟ تو آخر گیارہویں تاریخ کو دیا گیا کھانا، کس شرعی اصول سے تبرک بن جاتا ہے؟

یہاں اس چیز کا ذکر بھی بے جانہ ہوگا کہ تبرک اور برکت کے مفہوم کو بگاڑ کر بعض عوام نے اتنا عام کردیا ہے کہ جس چیز سے چاہیں، برکت حاصل کرلیں، اور جس چیز کو چاہیں برکت کی قرار دے دیں، خواہ وہ گناہ ہی کی چیز کیوں نہ ہو، چنانچہ بعض لوگ مختلف بزرگوں کی (خیالی یا واقعی) تصاویر کو برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے گھروں اور دوکانوں وغیرہ میں آویزاں کرتے ہیں، بھلا تصویر سے کیسے برکت حاصل ہوسکتی ہے؟

کیونکہ جاندار کی تصویر کا لگانا تو ویسے ہی گناہ ہے، اور جہاں جاندار کی تصویر آویزاں ہو، وہاں رحمت کے فرشتے بھی داخل نہیں ہوتے۔ [1]

پھر وہاں برکت داخل ہونے، بلکہ اس کی وجہ سے برکت پیدا ہونے کے کیا معنٰی۔

(16)......گیارہویں اور عقیدہ میں بگاڑ

پھر ایک اہم بات یہ ہے کہ گیارہویں کی مروّجہ رسم کے عمل میں بہت سے لوگوں کا عقیدہ ونظریہ بھی فاسد ہوتا ہے، مثلاً یہ عقیدہ ونظریہ ہوتا ہے کہ ہم ان بزرگوں کی گیارہویں کریں گے، تو اس سے ہمارے دنیا کے کام نکلیں گے، اور اگر گیارہویں نہ کریں گے، تو بلا نازل ہوگی، بڑے پیر صاحب ناخوش ہوجائیں گے۔

---

[1] عن أبی طلحة، رضی اللہ عنهم قال: قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: لا تدخل الملائكة بیتا فیه كلب ولا تصاویر (بخاری، رقم الحدیث ۵۹۴۹، کتاب اللباس، باب التصاویر)

إنا لا ندخل بیتا فیه كلب ولا تصاویر (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۷۷۲، عن اسامة بن زید)

قال شعیب الارنؤوط: إسناده قوی، رجاله ثقات رجال الشیخین غیر الحارث –وهو ابن عبد الرحمن القرشی المدنی خال ابن أبی ذئب– فهو صدوق لا بأس به من رجال الأربعة (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

حالانکہ اس طرح کا عقیدہ رکھنے میں کئی خرابیاں ہیں، مثلاً:

(1)......اوّل: تو مخلوق کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھنا ہی فاسد اور غلط ہے، جس کی تفصیل مستقل عنوان ''شرکیہ نظریات وحرکات'' کے ضمن میں آگے آ رہی ہے۔

(2)......دوسرے: دنیا کے کام نکالنے کی نیت کرنے کی مثال تو ایسی ہے کہ آپ کسی شخص کے پاس ہدیہ میں مٹھائی لے جائیں اور پیش کرنے کے بعد اس شخص سے کہیں کہ آپ میرے مقدمہ میں گواہی دے دیں، اندازہ کیجئے یہ شخص کس قدر کبیدہ ورنجیدہ ہوگا اور اس سے اس کو کیسی تکلیف ہوگی۔ پس جب اہلِ دنیا کو تکلیف ہوتی ہے تو اہلُ اللہ کو تو اس سے زیادہ ہوگی۔ غرضیکہ اس میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ دنیا کے لئے تعلق رکھنا ہوا، یہ کیسی بے حیائی ہے کہ جس مُردار دنیا کو وہ چھوڑ کر الگ ہوئے تھے، اسی کے لئے ان سے تعلق قائم کیا جائے۔

ہم کو حضرت شیخ رحمہ اللہ سے جو محبت ہے، وہ دنیا کی خاطر نہیں، بلکہ اس لئے ہے کہ ان کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہم کو ہدایت کا راستہ بتلایا، اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان کی تعلیمات کو دل سے قبول کیا جائے اور اپنی عملی زندگی میں ان کو راہِ ہدایت بنایا جائے، ہم ان کی روح کو بغیر کسی رسم ورواج کے اخلاص کے ساتھ کچھ ثواب بخش دیں، تو ان کے درجات بلند ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوگا۔

یاد رکھیں! کہ اگر ان بزرگوں کو تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ ہماری بداعمالیوں سے پہنچتی ہے، نہ کہ گیارہویں نہ کرنے سے، یہ عجیب فلسفہ ہوگا کہ ان کی تعلیمات کے خلاف چلنے، نماز، روزہ چھوڑنے اور بڑے بڑے گناہوں میں مبتلاء ہونے سے تو حضرت شیخ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اذیت اور تکلیف کا خوف نہ ہو اور دنیا کے تھوڑے سے کھانے کو اس سے آگے بڑھا دیا جائے۔

(3)...... تیسرے: گویا نعوذ باللہ تعالیٰ، ان حضرات کے نظریہ کے مطابق، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ مخلوق کو تکلیف دیتے پھرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عام

مسلمان کی یہ خوبی اور صفت بیان فرمائی ہے کہ:

اَلْـمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِن لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ (بخاری، رقم الحدیث ۱۰، کتاب الایمان، باب :المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، دارطوق النجاة، بیروت)

ترجمہ: مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (بخاری)

جب عام مسلمان کے لئے یہ خوبی لازم ہے تو ایک بڑے بزرگ اور ولی کے حق میں یہ کیوں کر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ، مثلاً ایک گیارہویں کے نہ کرنے سے لوگوں کے کام بگاڑیں گے، یا نقصان پہنچائیں گے (مستفاد از: اشرف الجواب، حصہ دوم، ص ۹۵، بتغیر واضافہ، بعنوان ''اہلِ بدعت کے شبہات کے جوابات''، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، سنِ طباعت: اکتوبر ۱۹۸۸ء)

معلوم ہوا کہ گیارہویں کی مروجہ رسم کو انجام دینے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف، غلط عقیدہ ونظریہ کی نسبت لازم آتی ہے۔

(17)......شرکیہ نظریات وحرکات

بعض غالی قسم کے لوگ، گیارہویں کی رسم اس عقیدہ کے ساتھ کرتے ہیں کہ اس عمل سے حضرت بڑے پیر صاحب ہم سے راضی اور خوش ہوں گے، اور ہمیں ان کا تقرب حاصل ہوگا، اور پھر وہ ہماری حاجات وضروریات پوری کریں گے، اگر کسی کی اولاد نہیں، تو اسے اولاد حاصل ہوگی، اگر بے روزگار ہے، تو روزگار ملے گا، اگر بیمار ہے، تو تندرست ہوجائے گا، اور اگر گیارہویں نہیں دی، تو وہ ہم سے ناراض ہوں گے، اور ہمیں نقصان پہنچائیں گے، مثلاً کسی کی اولاد یا بھینس مرجائے گی، وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے بے شمار واقعات اور قصے موجود ہیں، جو کم علم عوام نے اپنے خیالات سے گھڑ لیے ہیں، ایک عورت کا بچہ فوت ہوگیا، تو وہ کہنے لگی کہ دو تین دفعہ گیارہویں نہیں دے سکی، اس

لئے پیر صاحب نے جھپٹا مارا ہے، اور اس قسم کے کئی جاہلانہ واقعات بارہا سننے میں آتے رہتے ہیں۔

اسی وجہ سے اس کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (بالفاظ دیگر غوثِ پاک، یا غوثِ اعظم) کے نام کی نذر و نیاز کا نام دیتے ہیں، اور اپنے کام ہونے کے لئے غوثِ پاک کے نام کی منت اور نذر مانتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ سب سے خطرناک، بلکہ ایمان شکن عقیدہ و نظریہ ہے۔

گیارھویں کی مروّجہ رسم کو غلط عقائد کے ساتھ انجام دینے کے بارے میں غالی اہلِ بدعت کی چند عبارات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(1) دیا کر پیر دی یارھویں پکا کے — حل کرے مشکلاں گھڑی وچہ آ کے

(یعنی: دیا کر پیر کی گیارھویں پکا کر — مشکل گھڑی میں فوراً آ کر مدد کرے گا)

جدوں وی پکاریں گا توں شہ بغداد نوں — آون گے ضرور آقا تیری امدادنوں

(یعنی: جس وقت بھی شاہِ بغداد کو تو پکارے گا — وہ آقا ضرور تیری امداد کو آئیں گے)

(گیارھویں شریف ص ۴۵، مرتبہ: ابوالحسن محمد علی رضوی)

(2) ہماری لاج کس کے ہاتھ ہے بغداد والے کے — بلائیں ٹال دینا کام کس کا غوثِ اعظم کا

فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ سے ہوا ظاہر — تصرف انس و جن سب پر ہے آقا غوثِ اعظم کا

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، مئی ۱۹۷۳ء)

(3) ان کا حکم جہاں میں نافذ قبضہ کل رکھاتے یہ ہیں

قادرِ کل کے نائب اکبر کُـــــــن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

(حدائق بخشش، حصہ ۳، ص ۵۲)

(4) ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے — کارِعالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

ملاحظہ فرمایئے!

www.idaraghufran.org

نمبر1: میں گیارہویں کے متعلق عقیدہ واضح ہے، کسی شرح کا محتاج نہیں۔

نمبر2: میں عربی جملہ کا مطلب یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت شیخ کا حکم ہر حال میں نافذ ہے، کوئی اس میں رکاوٹ ڈالنے والا نہیں۔

نمبر3: میں اللہ کی کُن کی صفت کو (نعوذ باللہ) حضرت شیخ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

نمبر4: میں حضرت شیخ کو متصرف، مختار، عالم کا مدبر سب کچھ کہہ دیا گیا (نعوذ باللہ تعالیٰ)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غالی اہلِ بدعت کا یہ طرزِ عمل گیارہویں کی رسم کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق ان نظریات کے ساتھ اور بھی کئی چیزیں جمع ہیں۔

بعض لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کا وظیفہ پڑھتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں، اور انہوں نے حضرت موصوف کے نام کے مختلف وظیفے گھڑ رکھے ہیں، اور اسی طرح کی کئی دوسری حرکات وخرافات بعض جاہل وغالی لوگوں میں رائج ہیں۔

ایک واقعہ سے اس کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ایک بوڑھی عورت ایک مولوی صاحب کے پاس آئی کہ غوث پاک صاحب کی نیاز دے دو، مولوی صاحب نے کہا کہ اماجی! نیاز تو اللہ تعالیٰ کے نام کی دے دیتا ہوں اور ثواب غوث پاک کو پہنچا دیتا ہوں، اس بوڑھی عورت نے جواب دیا کہ نہیں، میں نے تو غوث پاک ہی کی نیاز دینی ہے۔

اس طرح کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر ونیاز وغیرہ میں عوام کے عقائد اور نظریات بگڑے ہوئے ہیں۔

نذر ونیاز وغیرہ کی طرح کی چیزیں عبادت کے زمرے میں آتی ہیں، اور عبادت اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، اس میں کسی دوسرے کو شریک کرنا کسی طرح صحیح اور جائز نہیں۔

دین اور شریعت کی خاص زبان (یعنی اصطلاح) میں ایسے تعبدی اور تعظیمی کاموں کو عبادت کہا جاتا ہے کہ جو کسی ہستی کو غیبی طور پر نفع ونقصان کا مختار اور حاجت روا سمجھ کر اسے خوش

اور راضی کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے انجام دیئے جائیں، جیسے سجدہ کرنا، طواف کرنا، نذر ومنت ماننا، قربانی کرنا، کسی کے نام کی وظیفہ خوانی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ [1]

اور یہ بات قرآن وسنت کی روشنی میں واضح ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس میں کسی دوسرے کو شریک کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

فقہائے کرام نے اولیائے کرام اور اصحابِ قبور کے لئے اس طرح کے افعال کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب ''الدُّرُّ المختار'' میں ہے کہ:

وَاعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَکْثَرِ الْعَوَّامِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِهَا إلٰی ضَرَائِحِ الْأَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا إلَیْهِمْ فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ مَا لَمْ یَقْصِدُوْا صَرْفَهَا لِفُقَرَاءِ الْأَنَامِ وَقَدْ ابْتُلِیَ النَّاسُ بِذٰلِکَ،وَلَا سِیَّمَا فِیْ هٰذِهِ الْأَعْصَارِ

(الدرالمختار مع شرحہ ردالمحتار، ج۲ ص ۴۳۹، ۴۴۰، کتاب الصوم، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ جو نذر ومنت اکثر عوام کی طرف سے، مُردوں کے لئے مانی جایا کرتی ہے، اور جو روپے پیسے، اور چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے

---

[1] واضح رہے کہ اصل عربی زبان میں عبادت کے ایک دوسرے معنیٰ اطاعت وفرمانبرداری کے بھی ہیں، اور ان دونوں معنوں میں ایک کھلا ہوا اور عام فہم فرق یہ ہے کہ اصطلاحی عبادت، اللہ کے سوا کسی کی بھی جائز نہیں، بلکہ شرک ہے، لیکن اطاعت مخلوق کی بھی جائز ہے، بلکہ بعض اطاعتوں کا خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی حکم ہے، مثلاً رسول کی اطاعت کا حکم ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے، اسی طرح اولاد کو ماں باپ کی اور بیوی کو شوہر کی خدمت واطاعت کا حکم ہے، پس جو لوگ اصطلاحی عبادت اور عبادت بمعنی اطاعت کے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے اور دونوں کو گڈمڈ کر دیتے ہیں، وہ دین کی تشریح میں بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔

العبادة هی الطاعة والانقیاد والخضوع (روح المعانی، ج۱۳ ص ۲۱۵، سورة محمد)

وحقیقة العبادة الطاعة بغایة الخضوع ولا یستحقها أحد سوی المالک المعبود (تفسیر القرطبی، ج ۱۱ ص ۱۳۰، سورة مریم)

www.idaraghufran.org

کرام کی قبروں کے لئے، اُن کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے لیا جاتا ہے، وہ بالاجماع باطل اور حرام ہے، اِلَّا یہ کہ مقصد غریب عوام پر خرچ کرنا ہو، لیکن لوگ اس گناہ میں مبتلا ہیں، خاص طور سے اس زمانے میں (الدر المختار)

اور ’’الدُّرُّ المختار‘‘ کی شرح ’’ردُّ المحتار‘‘ میں ہے کہ:

(قَوْلُهُ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ) كَأَنْ يَّقُوْلَ يَا سَيِّدِیْ فُلَانٌ إِنْ رُدَّ غَائِبِیْ أَوْ عُوْفِیَ مَرِيْضِیْ أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِیْ فَلَکَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّيْتِ كَذَا بَحْرٌ (قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوْهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوْقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا يَجُوْزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ. وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُوْرَ لَهُ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِکُ. وَمِنْهُ أَنَّهُ إِنْ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِی الْأُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاعْتِقَادُهُ ذٰلِکَ كُفْرٌ (رد المحتار على الدر المختار، ج۲ ص ۴۳۹، ۴۴۰، كتاب الصوم، مطلب في النذر الذي يقع للاموات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه، دارالفكر، بيروت)

ترجمہ: بزرگوں کا تقرب (اور قربت) حاصل کرنے کی غرض سے، جیسا کہ یہ کہے کہ اے میرے فلاں بزرگ! اگر میرا فلاں بھاگا ہوا شخص واپس آجائے، یا میرے مریض کو تندرستی حاصل ہوجائے، یا میری حاجت پوری ہوجائے، تو آپ کے لئے اس طرح سونا، چاندی (روپیہ پیسہ) یا کھانا یا چراغ یا تیل وغیرہ پیش کروں گا، بحر کتاب میں اسی طرح ہے۔

اور یہ باطل اور حرام ہے، جس کی کئی وجہ ہیں، ایک یہ کہ اس نے مخلوق کے لئے نذر ومنت مانی ہے، اور مخلوق کے لئے نذر ومنت ماننا جائز نہیں، کیونکہ یہ عبادت ہے، اور عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہوتی، اور ایک وجہ یہ ہے کہ جس کے لئے منت مانی

گئی ہے، وہ میت ہے، اور میت مالک نہیں ہوتی، اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ میت اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں معاملات میں تصرف کرتی ہے، تو ایسا عقیدہ رکھنا کفر (وشرک) ہے (ردُّ المحتار)

پس یہ بات خوب سمجھ لینا ضروری ہے کہ نفع ونقصان کا اختیار، حاجتوں کا پورا کرنا، موت وزندگی، تندرستی وبیماری، امیری وغریبی اور عزت وذلت وغیرہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

اور اس قسم کے مضامین قرآن مجید میں جابجا مذکور ہیں۔

چنانچہ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اَرَءَ يْتُمْ اِنْ اَخَذَاللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَنْ اِلٰـهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ (سورة الانعام، رقم الآية ۴۶)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ (اے نبی) کیا دیکھتے ہو تم کہ اگر مواخذہ کرلے تمہاری سماعت کا اور تمہاری بینائیوں کا اور مہر لگادے، تمہارے دلوں پر تو کون معبود ہے اللہ کے علاوہ، جو لائے گا تمہارے پاس، اس کو (سورہ انعام)

مذکورہ آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے مذکورہ بات بیان فرمائی گئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کے سننے اور دیکھنے اور دل، دماغ اور تمام جسمانی قوتوں اور صلاحیتوں کا خالق ومالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، اللہ کے حکم کے سامنے اس پر کسی نبی کو بھی اختیار نہیں، پھر غیر نبی کو کیا اختیار ہوسکتا ہے۔

سورہ انعام ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُوْلُ لَكُمْ إِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَىَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (سورة الأنعام، رقم الآية : ۵۰)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ (اے نبی) نہیں کہتا میں تم کو کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہیں جانتا میں غیب کو، اور نہ میں کہتا ہوں تم کو یہ بات کہ بے شک میں فرشتہ ہوں، نہیں اتباع کرتا ہوں میں، مگر اس کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف، کہہ دیجیے آپ کہ کیا برابر ہوتے ہیں، اندھے اور دیکھنے والے، کیا پس تم غور وفکر نہیں کرتے (سورہ انعام)

مذکورہ آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی کے پاس نہ تو اللہ کے خزانے ہوتے، اور نہ ہی غیب کا علم ہوتا، سوائے اتنے علم کے، جتنا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ اس نبی کے پاس بھیجا جاتا ہے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ یا بہت زیادہ۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (سورة الأعراف، رقم الآية: ۱۸۸)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں مالک نہیں ہوں، اپنی ذات کے لیے کسی نفع کا اور نہ نقصان کا، مگر جو چاہے اللہ، اور اگر میں غیب کا علم رکھتا، تو میں بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف، نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا، اور خوشخبری سنانے والا، ان لوگوں کے لئے جو مومن ہیں (سورہ اعراف)

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو اپنی ذات کے لیے بھی اللہ کے حکم کے بغیر نفع ونقصان کا اختیار نہیں ہوتا، پھر دوسرے کے لئے کیونکر اختیار ہوگا۔

سورہ اعراف ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ. وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ . وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَاءٌ

عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوْهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُوْنَ .إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ . أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا، قُلِ ادْعُوْا شُرَكَائَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ (سورۃ الاعراف، رقم الآیات ۱۹۱ الیٰ ۱۹۵)

ترجمہ: کیا شریک کرتے ہیں وہ، ان کو جو نہ پیدا کرتے ہیں کسی چیز کو، اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں، اور نہیں استطاعت رکھتے وہ، ان (انسانوں) کے لیے نصرت کی، اور نہ اپنے آپ کی وہ مدد کر پاتے ہیں، اور اگر دعوت دو تم ان کو ہدایت کی طرف، تو اتباع نہیں کریں گے، وہ تمہاری، برابر ہے تمہارے اوپر یہ کہ خواہ دعوت دو تم ان کو، یا تم خاموش رہو، بے شک وہ جن کو پکارتے ہو تم، اللہ کے علاوہ بندے ہیں تمہاری طرح کے، پس پکارو تم ان کو اور انہیں چاہیئے کہ وہ جواب دیں تمہارے لیے، اگر ہو تم سچے۔

کیا ان کے پاؤں ہیں، چلتے ہوں، وہ ان سے، یا ان کے ہاتھ ہیں، پکڑتے ہوں وہ ان سے، یا ان کی آنکھیں ہیں، دیکھتے ہوں، وہ ان سے، یا ان کے کان ہیں، سنتے ہوں، وہ ان سے، کہہ دیجیے کہ پکارو تم اپنے شریکوں کو، پھر تدبیر کرو تم میرے متعلق، پھر مہلت نہ دو تم مجھے (پھر دیکھو کہ مجھے تم اپنے شریکوں سمیت کیا نقصان پہنچا سکتے ہو) (سورہ اعراف)

سورہ اعراف ہی میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ .وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیات ۱۹۷، ۱۹۸)

ترجمہ: اور وہ کہ جن کو پکارتے ہو تم، اللہ کے علاوہ، نہیں استطاعت رکھتے وہ تمہاری مدد کرنے کی، اور نہ وہ اپنی مدد کر پاتے ہیں، اور اگر پکارو تم ان کو ہدایت کی طرف، تو نہیں سنتے وہ، اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ دیکھ رہے ہیں تمہاری طرف، حالانکہ وہ دیکھ نہیں رہے ہوتے (سورہ اعراف)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ کی عبادت کرنا اور ان کو معبود قرار دینا سراسر باطل ہے۔

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ أَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورة يونس، رقم الآية ١٨)

ترجمہ: اور عبادت کرتے ہیں وہ، اللہ کے علاوہ ان چیزوں کی، جو ضرر نہیں پہنچاتے ان کو اور نہ نفع پہنچاتے ان کو، اور کہتے ہیں وہ کہ یہ (یعنی ہمارے معبودانِ باطلہ) ہمارے شفاعت کار ہیں، اللہ کے نزدیک، آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم خبردار کرتے ہو اللہ کو، ان چیزوں سے کہ نہیں جانتا وہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، پاک ہے وہ اور بلند ہے، ان چیزوں سے جو شرک کرتے ہیں وہ (سورہ یونس)

اور سورہ یونس میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ (سورة يونس، رقم الآية: ۴۹)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ نہیں مالک ہوں میں، اپنی ذات کے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا، مگر جو چاہے اللہ (سورہ یونس)

معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی مخلوق کو کسی ضرر و نفع کا اس وقت تک اختیار نہیں، جب تک اللہ کی مشیت نہ ہو۔

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُوْلُ إِنِّیْ مَلَكٌ (سورة الهود، رقم الآية : ٣١)

ترجمہ: اور نہیں کہتا میں تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہیں جانتا میں غیب کو، اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں فرشتہ ہوں (سورہ ہود)

اسی طرح کا مضمون پیچھے سورہ انعام میں بھی گزر چکا ہے۔

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية ٧٣)

ترجمہ: اور عبادت کرتے ہیں وہ، اللہ کے علاوہ ان چیزوں کی، جو نہیں مالک ہیں، ان کے لیے رزق کے آسمانوں سے اور زمین سے کچھ بھی، اور نہ وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں (سورہ نحل)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقابلہ میں کوئی آسمان اور زمین سے کسی قسم کے رزق کا مالک نہیں۔

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ، اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (سورة بنی اسرائيل، رقم الآيات ٥٦، ٥٧)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ (اے نبی) کہ جن کو کہ پکارتے ہو تم، اپنے گمان میں اللہ کے مقابلے میں، تو وہ مالک نہیں ہیں، نقصان کو دور کرنے کے تم سے، اور نہ ہی

پھیرنے (یعنی حالت کو بدلنے) کے، وہ کہ جن کو پکارتے ہیں یہ (خود ہی) تلاش کرتے (ہیں) اپنے رب کی طرف وسیلے کو کہ ان میں سے کون زیادہ قریب ہے، (یعنی وہ خود ہی اللہ کی اطاعت وعبادت میں مشغول ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب میسر ہو جائے اور چاہتے ہیں کہ تقرب کا درجہ اور بڑھ جائے) اور وہ امیدوار ہیں، اس کی رحمت کے اور ڈرتے ہیں، وہ اس کے عذاب سے، بے شک آپ کے رب کا عذاب ہے، ڈرنے کی چیز (سورہ بنی اسرائیل)

مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کے نیک بندوں اور مقدس ہستیوں کو معبود سمجھا جائے، یا ان کے ساتھ معبود والا سلوک اختیار کیا جائے، تو یہ سمجھنا چاہیے کہ جب وہ خود عابد ہیں، تو معبود کیسے ہو سکتے ہیں اور جب وہ خود ہی اپنی ضرورت پوری کرنے اور تکلیف کے دور کرنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، تو وہ دوسروں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیسے کر سکتے ہیں۔

سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ آلِھَۃً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِأَنْفُسِھِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیَاۃً وَّلَا نُشُوْرًا (سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ ۳)

ترجمہ: اور بنالیا انہوں نے اس (اللہ) کے مقابلے میں معبودوں کو، نہیں پیدا کر سکتے وہ کسی چیز کو، اور انہی کو پیدا کیا جاتا ہے، اور نہیں ہیں مالک وہ اپنی ذات کے لیے نقصان کے، اور نہ نفع کے، اور نہیں ہیں مالک، وہ موت کے اور نہ زندگی کے، اور نہ دوبارہ اٹھنے کے (سورہ فرقان)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز مخلوق ہے، یعنی اس کو اللہ نے پیدا کیا ہے، اور کوئی چیز بھی اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کی حقیقت میں خالق نہیں ہے، اور نہ ہی حقیقت میں کسی چیز کی مالک ہے، یہاں تک کہ اپنی ذات کے لیے بھی نفع اور نقصان کی مالک نہیں، اور نہ ہی

www.idaraghufran.org

موت وزندگی کی مالک ہے، پھر ایسی چیز کو معبود کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ معبود تو اسی کو بنایا جا سکتا ہے، جو کہ مذکورہ چیزوں کی خالق و مالک ہو، اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لہٰذا معبود ہونے کی صفت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس لیے کسی غیر اللہ کے ساتھ معبود ہونے والا سلوک اختیار کرنا جائز نہیں۔

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ. إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ. قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ. قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ. أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ. قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَ نَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُونَ. قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ. أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ. فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ. الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ. وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ. وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ. وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ. وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ. رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ. وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ. وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ. وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ. وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ. يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ. إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (سورة الشعراء، رقم الآيات: ۶۹ الى ۸۹)

ترجمہ: اور تلاوت کیجیے ان پر ابراہیم کی خبر کی۔ جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو، کس چیز کی عبادت کرتے ہو تم؟ کہا انہوں نے کہ عبادت کرتے ہیں ہم بتوں کی۔ پس سہارا پکڑتے ہیں۔ ہم ان کے لیے ٹھہر کر، کہا ابراہیم نے کہ کیا سنتے ہیں وہ تم کو، جب تم پکارتے ہو؟ یا نفع دیتے ہیں وہ تم کو، یا ضرر دیتے ہیں وہ؟ کہا انہوں نے، بلکہ پایا ہم نے اپنے آباء واجداد کو، اسی طرح وہ کرتے تھے، کہا

ابراہیم نے کہ کیا دیکھا تم نے ان کو کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ تم اور تمہارے آباء واجداد، جو پہلے گزر چکے؟ پس بے شک وہ (لوگ) دشمن ہیں میرے، سوائے ربُّ العالمین کے، جس نے پیدا کیا مجھے، پس وہی ہدایت دیتا ہے مجھ کو، اور وہی ہے کہ جو کھلاتا ہے مجھ کو اور پلاتا ہے مجھ کو، اور جب مریض ہو جاتا ہوں میں، تو وہی شفاء دیتا ہے مجھ کو، اور وہی ہے جو موت دے گا مجھ کو، پھر زندہ کرے گا وہ مجھ کو، اور وہی ہے کہ امید رکھتا ہوں میں، یہ کہ مغفرت کرے گا، وہ میرے لیے میری خطاء کی، بدلہ کے دن، اے میرے رب! عطاء کر دیجیے میرے لیے حکم اور شامل کر دیجیے مجھے، صالح لوگوں کے ساتھ، اور کر دیجیے میرے لیے سچی زبان، بعد والوں میں، اور کر دیجیے مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے، اور مغفرت کر دیجیے میرے باپ کی، بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے، اور نہ رسوا کیجیے مجھ کو لوگوں کے اٹھائے جانے والے دن میں، جس دن نہ نفع دے گا مال اور نہ اولاد، سوائے اس کے جو آئے اللہ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ

(سورہ شعراء)

مذکورہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اور ان کے والد کا حال بیان ہوا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صاف واضح فرما دیا کہ اللہ کے علاوہ معبودانِ باطلہ کی عبادت باطل ہے، اور ربُّ العالمین اور معبودِ حق وہی اللہ ربُّ العزت کی ذات ہے، اور اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں پیدا کرنا، ہدایت دینا، کھلانا پلانا، بیمار ہونے پر شفا دینا، اور موت دینا اور اس کے بعد زندہ کرنا ہے، اور آخرت میں کسی کا مال اور اولاد، کام نہیں آئے گی، جب تک حکمِ الٰہی نہ ہو۔

سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ

اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ (سورة العنکبوت، رقم الآية ١٧)

ترجمہ: تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کر رہے ہو، وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے ، سو تم لوگ رزق، اللہ کے پاس تلاش کرو، اور اسی کی عبادت کرو، اور اسی کا شکر کرو (سورہ عنکبوت)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ، کسی کو رزق دینے کا اختیار نہیں، لہٰذا اسی سے رزق کا متلاشی رہنا چاہیے، اور اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے اور رزق وغیرہ کی نعمت حاصل ہونے پر اسی کا شکر ادا کرنا چاہیے، کیونکہ ہر نعمت اسی کی طرف سے عطا کی جاتی ہے، اس کے علاوہ کسی اور کی طرف سے عطا نہیں کی جاتی۔

سورہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورة الروم، رقم الآية ٤٠)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو، پھر رزق دیا تم کو، پھر تم کو موت دیتا ہے، پھر تم کو (قیامت میں) زندہ کرے گا (اب یہ بتلاؤ) کیا تمہارے شریکوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے، جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے، وہ (ذات) ان لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے (سورہ روم)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ہی خالق اور رازق ہے، اور وہی موت وحیات کا مالک ہے، اور اس کے علاوہ کسی بھی ہستی کو ان چیزوں پر اختیار نہیں، لہٰذا ان چیزوں پر کسی اور کا اختیار سمجھنا، یہ اللہ کے ساتھ شرک ہے، اور اللہ کی ذات اس شرک سے بری ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اس نے اپنے علاوہ کسی اور ہستی کو ان چیزوں کا اختیار دے رکھا ہے۔

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَأَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ بَلِ الظَّالِمُوْنَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ (سورة لقمان، رقم الآیة ۱۱)

ترجمہ: پس دکھاؤ تم مجھ کو کہ کیا پیدا کیا انہوں نے، جو اُس (اللہ) کے علاوہ ہیں، بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں (سورہ لقمان)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور ہستی خالق نہیں ہے، اگر کوئی اللہ کے علاوہ کسی اور ہستی کی عبادت کرتا ہے، تو اسے اس واضح بات پر نظر کرنی چاہیے کہ اس نے کون سی چیز کو حقیقت میں پیدا کیا ہے؟

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِنَ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَبِکُمْ سُوْٓءً اَوْاَرَادَبِکُمْ رَحْمَةً وَلَایَجِدُوْنَ لَھُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّاوَّلَانَصِیْرًا (سورة الاحزاب، رقم الآیة ۱۷)

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ کون ہے وہ جو کہ حفاظت کرے گا تمہاری، اللہ کے مقابلے میں، اگر ارادہ کرے وہ (یعنی اللہ) تمہارے ساتھ کسی برائی کا، یا ارادہ کرے وہ تمہارے ساتھ رحمت کا، اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لیے اللہ کے مقابلہ میں، کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار (سورہ احزاب)

اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کی اصل حفاظت اور مدد ونصرت، اللہ کے اختیار میں ہے، اس کے مقابلے میں کسی اور کو ان چیزوں کا اختیار نہیں۔

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَایَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَامُمْسِکَ لَھَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَامُرْسِلَ لَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ (سورة الفاطر، رقم الآیة ۲)

ترجمہ: اللہ لوگوں کے لئے جس رحمت کا دروازہ کھولے، کوئی نہیں ہے، اسے روک سکنے والا اور جو وہ روکے، تو کوئی نہیں ہے، اس کے بعد اس کو دے سکنے

والا (سورہ فاطر)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقابلہ میں کسی کو نفع وضرر کا اختیار نہیں۔

سورہ یٰسین میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (سورة يٰسين، رقم الآية ۸۳)

ترجمہ: ہر چیز کا اختیار صرف اسی کے ہاتھ میں ہے (سورہ یٰسین)

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہر چیز پر ملکیت اور قدرت وتصرف کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ. قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا (سورة الزمر، رقم الآيات ۴۳، ۴۴)

ترجمہ: کیا بنا لیا انہوں نے اللہ کے علاوہ شفاعت کاروں کو؟ کہہ دیجیے کہ کیا اگر نہ تو مالک ہوں، وہ کسی چیز کے، اور نہ ہی سمجھتے ہوں وہ (پھر بھی ان کو شفاعت کار بنانا عقل کے موافق ہے؟) آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہی کے لیے ہے شفاعت پوری کی پوری (سورہ زمر)

مطلب یہ ہے کہ آخرت میں شفاعت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے تصرف واختیار اور ملکیت میں ہے، اس مالکِ مختار اور قادرِ مطلق کی اجازت کے بغیر کسی کو شفاعت کرنے کا استحقاق نہیں، اور اس کی شفاعت قبول کیے بغیر کسی کے لیے شفاعت نافع نہیں۔ [1]

سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورة شورىٰ، رقم الآية ۱۲)

ترجمہ: اسی کے لیے (مختص) ہیں زمین وآسمان کے سارے خزانوں کی

---

[1] (قل للّٰه الشفاعة جميعا) أي هو مختص بها فلا يشفع أحد الا بإذنه (تفسير الجلالين، تحت رقم الآية ۴۴ من سورة الزمر)

کنجیاں (سورہ شوریٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ آسمان وزمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں اللہ کے پاس ہی ہیں، لہٰذا آسمان وزمین کی کسی بھی نعمت ورحمت کو صرف اللہ سے طلب کرنا چاہیے۔

سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ (سورة الذاريات، رقم الآية ۵۸)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی رزاق ہے، قوت والا ہے، نہایت مضبوط (سورہ ذاریات)

اس سے معلوم ہوا کہ سب مخلوق کا رزاق، اللہ ہی ہے، اور وہ تمام قوتوں پر غالب ہے، لہٰذا اسی سے اپنے رزق کو طلب کرنا چاہیے۔

سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورة الحديد، رقم الآيات ۲، ۳)

ترجمہ: اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی، وہی زندگی دیتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے (سب مخلوق سے) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے (سورہ حدید)

مذکورہ آیات سے بھی معلوم ہوا کہ آسمان اور زمین کی ہر چیز پر اللہ ہی کی بادشاہت وحکومت قائم ہے، اور اسی کو موت وزندگی کا اختیار ہے۔

سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِھِمْ اِنَّا بُرَآءُ مِنْکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کَفَرْنَا بِکُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ اِلَّا قَوْلَ

إِبْـرَاهِيْـمَ لِأَبِيْـهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ وَمَا أَمْلِکُ لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ

(سورۃ الممتحنۃ، رقم الآیۃ ۴)

ترجمہ: یقیناً ہے تمہارے لیے بہترین نمونہ، ابراہیم میں، اوران لوگوں میں، جو ان (ابراہیم) کے ساتھ تھے، جب کہاان لوگوں نے اپنی قوم سے کہ بے شک ہم بری ہیں، تم سے، اوران چیزوں سے، جن کی عبادت کرتے ہوتم، اللہ کے علاوہ، انکارکردیا ہم نے تمہارا، اورظاہر ہوگئی ہمارے درمیان اورتمہارے درمیان عداوت اوربغض ہمیشہ کے لیے، یہاں تک کہ ایمان لے آؤتم اللہ وحدہٗ پر، مگرابراہیم کا قول اپنے باپ کے لیے کہ یقیناً ضروراستغفارکروں گا، میں آپ کے لیے، لیکن مالک نہیں ہوں میں، آپ کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا (سورہ ممتحنہ)

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے پہلے اپنے والد کے لیے استغفار کا وعدہ کیا تھا، لیکن ساتھ ہی اپنے والدکو یہ بھی فرمادیا تھا کہ مجھے اللہ کے مقابلہ میں آپ کے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے طرزِ عمل کواپنی زندگی کا نمونہ بنانا چاہیے، جس میں یہ بھی داخل ہے کہ انبیاء واولیاء کواللہ وحدہٗ کے حکم ومشیت کامحتاج سمجھے۔

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کا شرک کی حالت پرفوت ہونا معلوم ہوجائے، اس کے لیے استغفارکرنا جائزنہیں۔

اس سے شرک کی برائی بھی معلوم ہوئی، پس جولوگ گیارہویں یاکسی اورعنوان سے شرکیہ حرکات وافعال کرتے ہیں، انہیں ان سے بازآنا چاہیے۔ [۱]

سورہ منافقون میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

---

[۱] (إلا قول إبراهيم لأبيه لأستغفرن لک) مستثنى من أسوة فليس لكم التأسى به فى ذلک بأن تستغفروا للكفار (تفسير الجلالين، سورة الممتحنة)

قوله تعالى :(قد كانت لكم أسوة حسنة فى إبراهيم) لما نهى عز وجل عن موالاة الكفار ذكر قصة إبراهيم عليه السلام، وأن من سيرته التبرؤ من الكفار، أى فاقتدوا به وأتموا، إلا فى استغفاره لأبيه (تفسير القرطبى، ج١٨، ص٥٦، سورة الممتحنة)

www.idaraghufran.org

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (سورة المنافقون، رقم الآية: ۷)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مت خرچ کرو تم ان لوگوں پر، جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ ہٹ جائیں، اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کے خزانے ہیں، اور لیکن منافق لوگ سمجھتے نہیں ہیں (سورہ منافقون)

منافقین یہ سمجھتے تھے کہ اگر نبی کے پاس موجود غریبوں کی مالی اعانت بند کردی جائے، تو اس سے وہ غریب لوگ نبی کے پاس سے ہٹ جائیں گے، اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ منافقین کی یہ سوچ غلط ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے پاس ہیں۔ پس اس لیے اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر اللہ سے زمین یا آسمان کے کسی خزانے، مثلاً مال و دولت، اولاد، صحت، تن درستی اور بخشش و مغفرت اور جنت وغیرہ کا سوال کرنا درست نہیں، خواہ گیارھویں کی رسم کرکے ہو یا کسی اور طرح سے۔

سورہ مُلک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَهٗ (سورة الملک، رقم الآية ۲۱)

ترجمہ: کیا کون ہے وہ، جو رزق دے گا تمہیں، اگر روک لے وہ (یعنی اللہ) اپنے رزق کو (سورہ ملک)

مطلب یہ ہے کہ تمام انسانوں کو رزق اللہ کی طرف سے دیا جاتا ہے، اگر وہ اپنے رزق کو روک دے، تو پھر کسی کے پاس اختیار نہیں کہ وہ رزق دے سکے۔

سورہ مُلک ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ (سورة الملک، رقم الآية ۳۰)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ (اے نبی) کہ کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر ہو جائے تمہارا پانی غائب، تو کون ہے وہ، جو لائے گا تمہارے پاس صاف پانی کو (سورہ ملک)

مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو بارش، چشموں اور کنوؤں وغیرہ سے جو صاف ستھرا پانی فراہم کیا جارہا ہے، اگر اللہ اس کو روک دے، تو کسی کو قدرت نہیں کہ وہ صاف ستھرا پانی فراہم کرسکے، یہی وجہ ہے کہ اگر زمین کے کسی حصہ سے پانی نکالنے کا ارادہ کیا جائے، تو بسا اوقات اس میں تمام جدوجہد کر کے بھی کامیابی حاصل نہیں ہوتی، اور جب اللہ چاہے، تو وہ بغیر کسی جدوجہد کے خود سے قدرتی طور پر صاف ستھرا پانی فراہم کر دیتا ہے۔

جب پانی جیسی نعمت پر بھی کسی غیر اللہ کو قدرت حاصل نہیں، تو پھر بڑی بڑی حاجات کے لیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ وغیرہ سے کیوں سوال کیا جاتا ہے؟

سورہ جن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِہٖٓ اَحَدًا قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا (سورۃ الجن رقم الآیات: ۲۰ الی ۲۲)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے (اے نبی) کہ بس میں تو پکارتا ہوں، اپنے رب کو، اور نہیں شریک کرتا ہوں، اس کے ساتھ کسی کو، کہہ دیجیے آپ کہ بے شک میں نہیں مالک ہوں تمہارے لیے، کسی ضرر کا اور نہ فائدے کا، کہہ دیجیے آپ کہ بے شک ہرگز نہیں بچا سکتا مجھے، اللہ کے مقابلے میں کوئی بھی، اور ہرگز نہیں پاؤں گا میں، اللہ کے علاوہ کوئی نجات کی جگہ (سورہ جن)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کو کسی کے نفع وضرر کا اختیار نہیں ہوتا، بلکہ اگر بالفرض اللہ کسی نبی کے ساتھ کوئی قابلِ گرفت معاملہ فرمانا چاہے، تو نبی کو اس سے چھٹکارے کا راستہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے حاصل نہیں ہوگا، لہٰذا ہر انسان کو اللہ ہی سے ضرر اور نفع کا امیدوار رہنا چاہیے،

اور اسی سے اپنے مسائل کے حل کے راستے کو طلب کرنا چاہیے۔

شرک سے یقیناً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بری تھے، اور قیامت کے روز آپ کے نام پر شرکیہ حرکات انجام دینے والوں سے آپ برائت کا خود ہی اعلان فرمادیں گے۔

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارے میں اس قسم کی برائت کا اعلان فرمائیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْقَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ. قَالَ سُبْحٰنَکَ .مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ. اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ. تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلَآاَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ .اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(سورة المائدة، رقم الآیة ۱۱٦)

ترجمہ: اور جب فرمائے گا اللہ، اے عیسیٰ ابنِ مریم ! کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو کہ تم بنا لو مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود، وہ کہیں گے پاک ہے آپ کی ذات، نہیں تھا، میرے لئے یہ کہ میں کہوں، وہ بات جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہی ہو، یہ بات، تو یقیناً آپ جانتے ہیں، آپ تو جانتے ہیں، ہر اس بات کو جو میرے دل میں ہے اور میں ان باتوں کو نہیں جانتا، جو آپ کے علم میں ہیں۔ بے شک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے (سورہ مائدہ)

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (جن کے نام کی بڑی گیارہویں کی جاتی ہے) وہ خود فرماتے ہیں کہ:

لَیْسَ لِأَحَدٍ ضَرٌّ وَّنَفْعٌ وَلَا جَلْبٌ وَّلَا دَفْعٌ وَلَا عِزٌّ وَلَا ذِلٌّ وَلَا رَفْعٌ وَلَا خَفْضٌ وَلَا فَقْرٌ وَلَا غِنًی وَلَا تَحْرِیْکٌ وَلَا تَسْکِیْنٌ اَلْأَشْیَاءُ کُلُّهَا خَلْقُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبِیَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (فتوح الغیب ،ص ۲٦، المقالة الثامنة عشرة فی النهی عن الشکوی)

ترجمہ: کسی کو نقصان اور نفع اور کوئی فائدہ پہنچانے اور کوئی چیز دور کرنے، اور عزت اور ذلت اور اونچا اور نیچا کرنے، اور فقر اور غنا اور حرکت اور سکون کا اختیار نہیں، تمام اشیاء، درحقیقت اللہ عزوجل کی مخلوق اور اللہ عزوجل کے قبضۂ قدرت میں ہیں (فتوح الغیب)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام پر، ان سے حاجات وضروریات کے پورا ہونے کی امید رکھ کر، گیارہویں کرنے والے حضرات سوچ لیں کہ وہ اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو کس منہ سے جواب دیں گے۔

اس لیے شرکیہ حرکات وافعال سے آج ہی سچے دل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے موحد مومنوں کی جماعت میں داخل وشامل ہوجائیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

ان امور میں بعضے تو بالکل شرک ہیں، جیسے تعبداً (یعنی عبادت کے طور پر غیر اللہ کو) سجدہ کرنا اور منتیں ماننا اور طواف کرنا اور یا شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ یا شیخ سلیمان رحمہ اللہ کا وظیفہ پڑھنا، جیسا عوام کا عقیدہ ہے، ان کے مرتکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اور مشرک بن جاتا ہے، ”اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ“ اور بعضے امور بدعت وحرام ہیں، ان کے کرنے سے بدعتی وفاسق ہوگا۔ ”كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ“ البتہ اگر ان کو مستحسن (یعنی اچھا) وحلال سمجھے گا، تو خوف کفر کا ہے، کیونکہ استحلالِ معصیت کا (یعنی قطعی گناہ کو حلال سمجھنے کا عقیدہ) کفر ہے (امداد الفتاویٰ، ج ۵ ص ۲۶۳، کتاب البدعات، بعنوان ”بعض رسوم بدعات“ مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، جولائی 2010ء)

پیر کو سجدۂ تعظیمی کرنے اور بغداد کی طرف منہ کر کے غوث پاک کو سجدہ کرنے، اور ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ“ کی تسبیح پڑھنے کے ناجائز اور شرک ہونے کو بیان کرنے کے بعد

www.idaraghufran.org

اس قسم کے افعال کے مرتکبین کے متعلق ’امداد المفتین‘‘ میں ایک سوال کے جواب کے ضمن میں فرمایا کہ:

چونکہ اس قسم کے افعال کرنے والوں کے افعال واقوال میں تاویلیں ہوسکتی ہیں، اس لئے ان سب کو (علی الاطلاق اور علی العموم) صریح کافر نہ کہا جاوے گا، مگر اس میں شک نہیں کہ خوف اندیشۂ کفر کا ہے (امداد المفتین، ص ۱۶۷، کتاب السنۃ والبدعۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، مئی 2001ء)

معلوم ہوا کہ بعض افعال واقوال اگرچہ باعثِ کفر وشرک ہوتے ہیں، لیکن جب تک کسی مسلمان کے قول وفعل میں تاویل ممکن ہو، اس وقت تک احتیاط کا ہونا مناسب ہے، تاہم ان افعال واقوال کو شرکِ صوری، اور سخت حرام اور گناہ ومنع قرار دینے میں شک نہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اپنے مواعظ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

کافر بڑا سخت لفظ ہے، بڑی احتیاط چاہیے، کافر کسی کو اس وقت کہہ سکتے ہیں، جب کہ وہ کوئی فعل ایسا کرتا ہو، جو محتمل تاویل کو بھی نہ ہو، مثلاً کوئی شخص بت پرستی بلا اکراہ کھلم کھلا کرتا ہو، تو اس وقت اس کو کافر کہہ سکتے ہیں، اور جب ایک شخص بت پرستی سے نفرت رکھتا ہے، زبان سے کلمہ پڑھتا ہے، تو اس کی تکذیب کرنا اور کافر کہنا کیا معنیٰ (خطباتِ حکیم الامت، ج ۱۲ ’’محاسنِ اسلام‘‘ صفحہ ۴۵۲، ۴۵۳، وعظ ’’الاسلام الحقیقی‘‘ مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رمضان 1413ھجری) [1]

---

[1] حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں کہ:

’’حاصل اس اعتقادِ تاثیر وعدمِ اعتقادِ تاثیر کے معیار فرق کا یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اُس کا مقرب ہے، کچھ قدرتِ مستقلہ نفع وضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اُس کا اپنے معتقد ومخالف کو نفع وضرر پہنچانا مشیتِ جزئیہ پر موقوف نہیں، گو اگر روکنا چاہے، پھر قدرت حق ہی غالب ہے، جیسے سلاطین اپنے نائبین وحکام کو خاص اختیارات اس طرح دیدیتے ہیں کہ اُن کا اجرا اُس وقت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ مشرکین کے پتھر کے بت اصل معبود نہیں تھے، بلکہ مشرکین کا یہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سلطانِ اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا، گو روکنا چاہے تو سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا، سو یہ عقیدہ تو اعتقادِ تاثیر ہے اور مشرکینِ عرب کا اپنے الٰہۂ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرتِ مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں، مگر بعض مخلوقات کو قرب وقبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اپنے متوسلین کے لئے سفارش کرتے ہیں، پھر اُس سفارش کے بعد قبول میں تخلف کبھی نہیں ہوتا اور اس سفارش کی تحصیل کے لئے اس کے ساتھ بلاواسطہ یا بواسطہ معاملہ مشابہ عبادت کرتے ہیں، یہ عقیدہ اعتقادِ تاثیر نہیں ہے، لیکن بلادلیلِ شرعی بلکہ خلاف دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکھنا معصیتِ اعتقادیہ ہے اور مشابہ عبادت معاملہ کرنا معصیتِ عملیہ ہے، اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقاتِ شرعیہ میں اس کو مشرک کہہ دیا جاتا ہے۔ **هذا ماسنح لی۔** واللہ اعلم'' (حاشیہ بوادرُ النوادر، صفحہ ۷۰۷، در ذیل رسالہ ''الادراک والتوسل الیٰ حقیقۃ الاشراک والتوسل'')

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''شرک کی دو قسمیں ہیں، ایک شرکِ اصغر، دوسری شرکِ اکبر، ان دونوں میں فرق ہے، بس یہ سمجھ لیجئے کہ شرکِ اصغر، مزیلِ ایمان نہیں، البتہ مزیلِ واجباتِ ایمان ہے، ہمارے اور نجدیوں کے درمیان یہی تو فرق ہے، وہ یہ دو درجے نہیں نکالتے، ان کے یہاں شرک، بس ایک ہی حقیقت ہے، یعنی شرکِ اصغر کوئی نہیں...... شرک کے ان دونوں درجوں میں ایک باریک فرق ہے ......(بزرگوں کو معین ومددگار سمجھنے میں) استقلال کے اعتقاد کو جو شرک کہا گیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو ایسا متصرف مانا جاوے کہ گو قوتِ تصرف کی حق تعالیٰ ہی سے عطا ہوئی ہو، مگر بعد عطا پھر صرف اس کا ارادہ اس تصرف کے لئے کافی ہو جاوے، حق تعالیٰ کے ارادۂ جزئیہ کی حاجت نہ ہو، گو اس قوت کا سلب کر لینا بھی حق تعالیٰ کے اختیار میں ہو، مگر جب تک سلب نہ فرماویں، اس وقت تک صرف اس کا ارادہ کافی سمجھا جاوے، حق تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف نہ مانا جاوے......

اگر بزرگوں کے متعلق بھی کسی کا یہی عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو ایسا اختیار دے دیا ہے کہ جب یہ چاہیں، اس اختیار سے تصرف کر سکتے ہیں، حق تعالیٰ کی مشیتِ جزئیہ کی حاجت نہیں رہتی، بلکہ بلا مشیتِ جزئیہ کے بھی ان کا چاہنا پورا ہو سکتا ہے، تو بلاشک ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے اور یہ شرکِ اکبر ہے...... اور شریعت میں کافر ومشرک ایسے ہی مشرک کو کہتے ہیں، اور اگر ان بزرگ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ مشیتِ ایزدی کے محتاج تو ہیں، اور اذنِ جزئی کی بھی ان کو ضرورت تو ہوتی ہے، مگر ان کے چاہنے کے وقت مشیتِ ایزدی ہو ہی جاتی ہے، تو گو یہ شرک وکفر نہیں، مگر کذب فی الاعتقاد، ومعصیت وشرکِ اصغر ہے، اور پہلا درجہ شرکِ اکبر ہے ...... واعظ لوگ سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں...... ہمارے اور نجدیوں کے درمیان یہی فرق ہے کہ ہم شرکِ اصغر کے مرتکب کو مشرک اور کافر نہیں سمجھتے، بلکہ فاسق وبدعتی سمجھتے ہیں اور نجدی ایسے شخص کو بھی کافر ومشرک سمجھتے ہیں'' (القول الجلیل، ملفوظات حضرت تھانوی، حصہ اوّل، صفحہ ۸ تا ۱۱ ملخصاً، ملفوظ نمبر ۱۲، جمع وترتیب: مولانا جلیل احمد علیگڑھی صاحب، مطبوعہ: اشرف المطابع، تھانہ بھون، انڈیا)

www.idaraghufran.org

مشرکانہ عقیدہ اور مشرکانہ عمل ان بزرگ روحوں اوران روحانی ہستیوں کے ساتھ تھا، جن سے یہ پتھر کے بت منسوب تھے، قرآن مجید کی سورہ نوح میں قومِ نوح کے کئی بتوں کے نام ذکر کیے گئے ہیں، مثلاً ودؔ، سواعؔ، یغوثؔ، یعوقؔ، نسرؔ۔

اوران بتوں کے متعلق روایات میں ہے کہ دراصل یہ نام چند بزرگوں کے ہیں، جو واقعی بزرگ اوراہلُ اللہ تھے، جب وہ انتقال کرگئے، تو کچھ زمانے کے بعداُن کے عقیدت مندوں نے ان کی یاد کے لئے نشانی کے طور پراُن کے مجسمے بنائے اوران کی تعظیم کرنے لگے، بعد کی نسلوں کوشیطان نے ان کی عبادت کے راستہ پرلگادیا، اسی طرح مشرکینِ عرب، جن بتوں کی پرستش کرتے تھے، وہ بت بھی کچھ روحانی ہستیوں کی نشانی یایادگار سمجھے جاتے تھےاوردراصل عبادت ان روحانی ہستیوں کی کی جاتی تھی اورانہیں کوحاجت رواومشکل کشا سمجھا جاتا تھا۔

جس طرح ہندوؤں میں، مثلاً کرشن جیؔ یارام چندر جیؔ کی مورتی (اور مجسمے) کی پوجا کی جاتی ہے، توعبادت اور پوجا، اس مورتی کی مقصودنہیں ہوتی، بلکہ کرشن جیؔ اوررام چندر جیؔ کی شخصیت کی عبادت مقصودہوتی ہےاوراس مورتی کوان کے دھیان اوران کی پوجا کا ذریعہ بنایا جاتا ہےاوراسی نسبت سےاس کااحترام کیا جاتا ہے۔

بزرگانِ دین اوراولیائے کرام کاصحیح احترام اوراکرام یہ ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان کی تعلیمات وہدایات کی اتباع کی جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح پیروی اوراتباع کرنے والاہی بزرگ ''ولی'' کہلاتا ہے، لہٰذاولی کوئی بات شریعت کے خلاف نہیں کہتا، بلکہ وہ توشریعت کاراستہ بتاتا ہے۔ [1]

---

[1] جناب پیرسیدنصیرالدین نصیرگولڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہرطرح کی حمدوثنا کےلائق توصرف اورصرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔اس کے برعکس انسانی تعریف وستائش کا دائرہ بہرحال محدود ہے، جوصفات شانِ الوہیت کے ساتھ مختص ہیں، کسی بھی انسان کوان کا مستقل طورپر مالک اورمتصرف سمجھنا یقیناً شرک ہے اعاذ نااللہ منہ (''فیضِ نسبت'' مجموعۂ مناقب''پیش لفظ''مطبوعہ: مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(18)......گیارہویں کا چندہ

آج کل گیارہویں کی رسم انجام دینے کے لئے بہت سی جگہ، چندہ جمع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور بعض جگہ مزاروں کے مجاوِر، ملنگ، اور چرسی، مختلف حلیے بنا کر ڈھول، باجوں، جھنڈوں کے ساتھ چادریں پھیلا پھیلا کر گیارہویں کے نام سے چندہ جمع کرتے ہیں، گلی گلی، اور دوکانوں میں جا کر اس کی ترغیب دی جاتی ہے، اور بعض اوقات راستوں اور گلیوں، کوچوں میں کھڑے ہو کر اور لوگوں کو روک روک کر زبردستی یا شرم دلا کر چندہ مانگا جاتا ہے۔

حالانکہ شرعاً اس مقصد کے لیے اور مذکورہ طریقہ پر چندے کا لینا دینا جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

کیونکہ اوّل تو مروّجہ گیارہویں کی رسم ہی گناہ ہے، بلکہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، اور چندہ دینے والے اس رسم میں تعاون کرنے والے شمار ہوتے ہیں، اور گناہ کا تعاون کرنا اور کروانا بھی گناہ ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورة المائدة، رقم الآية ٢)

ترجمہ: اور نہ کرو تم، تعاون گناہ اور زیادتی پر (سورہ مائدہ)

دوسرے بلاضرورت کسی سے مانگنا اور سوال کرنا شرعاً جائز نہیں۔

احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے اور بلا سخت ضرورت کے سوال کرنے کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مزید لکھتے ہیں کہ:

ہم اہلِ سنت انبیاء واولیاء کو منزل نہیں، بلکہ نشانِ منزل سمجھتے ہیں، منزلِ مقصود صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور یہی انبیاء واولیاء کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ ہم ان ذواتِ مقدسہ کا احترام ضرور کرتے ہیں، مگر ایک متعین حد تک۔ احترام بھی اس لئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے قرب حاصل ہے، اور ان کی عزت کا واحد سبب اللہ تعالیٰ سے ان کی لازوال نسبتِ عبدیت ہے (ایضاً)

www.idaraghufran.org

مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ (مسلم،رقم الحدیث ۱۰۴۰ "۱۰۴"، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس،دار إحیاء التراث العربی -بیروت، بخاری رقم الحدیث ۱۴۷۴، عن ابنِ عمر، کتاب الزکاۃ، باب من سأل الناس تکثرا)

ترجمہ: آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا، کہ اس کے چہرے میں گوشت کا کوئی حصہ نہیں ہوگا (مسلم، بخاری)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لَأَنْ يَّغْدُوَ أَحَدُكُمْ فَيَحْطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَتَصَدَّقَ بِهٖ وَيَسْتَغْنِيَ بِهٖ مِنَ النَّاسِ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ رَجُلًا أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهٗ ذٰلِكَ فَإِنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى (مسلم،رقم الحدیث ۱۰۴۲ "۱۰۶"، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس،دار إحیاء التراث العربی -بیروت، ترمذی رقم الحدیث ۶۸۰ عن ابی ھریرۃ، ابواب الزکاۃ، باب ما جاء فی النھی عن المسألۃ) [1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی صبح کو نکل جائے، پھر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کی گٹھری لاد کر لائے، پھر اس کو صدقہ کردے، اور اس کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی ہوجائے (یعنی اس کو فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کرلے، اور لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے) یہ بہتر ہے، اس سے کہ وہ کسی آدمی سے سوال کرے، جو اس کو دے دے یا اسے منع کردے، پس بے شک اوپر والا (یعنی سوال نہ کرنے بلکہ دینے والا) ہاتھ نیچے والے (یعنی سوال کرنے والے) ہاتھ سے افضل ہے (مسلم، ترمذی)

---

[1] قال الترمذی:
وفی الباب عن حکیم بن حزام، وأبی سعید الخدری، والزبیر بن العوام، وعطیۃ السعدی، وعبد اللہ بن مسعود، ومسعود بن عمرو، وابن عباس، وثوبان، وزیاد بن الحارث الصدائی، وأنس، وحبشی بن جنادۃ، وقبیصۃ بن مخارق، وسمرۃ، وابن عمر: حدیث أبی ھریرۃ حدیث حسن صحیح غریب، یستغرب من حدیث بیان، عن قیس.

www.idaraghufran.org

اور یہ بات ظاہر ہے کہ مروّجہ گیارہویں کی رسم شرعاً ضروری نہیں، بلکہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، اس لئے اس کے لئے سوال کرنا اور لوگوں سے پیسے مانگنا بھی جائز نہیں۔

تیسرے اس طرح لوگوں کے دَر پر جا کر اور راستوں میں لوگوں کو روک روک کر چندہ کرنے میں چندہ دینے والوں کی خوشدلی بھی عموماً ملحوظ نہیں ہوتی، اور مسلمان کی خوشدلی کے بغیر اس کا مال حاصل کرنا حلال نہیں۔

چنانچہ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ یَّأْخُذَ عَصَا أَخِیْهِ بِغَیْرِ طِیْبِ نَفْسِهٖ وَذٰلِکَ لِشِدَّةِ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٦٠٥، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٥٩٧٨) [1]

ترجمہ: کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی لاٹھی بھی، بغیر اس کی خوشدلی کے لے، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے مال کے احترام کو سختی کے ساتھ لازم کردیا ہے (مسند احمد، ابنِ حبان)

اور حضرت عمرو بن یثربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا وَلَا یَحِلُّ لِامْرِءٍ مِّنْ مَالِ أَخِیْهِ شَیْءٌ، إِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٠٨٢، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان) [2]

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)
وقال ايضاً: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)
وقال الهيثمي: رواه أحمد والبزار ورجال الجميع رجال الصحيح. (مجمع الزوائد، ج٤ص ١٧١، تحت رقم الحديث ٦٨٦٠، باب الغصب وحرمة مال المسلم، مكتبة القدسي، قاهرة)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ خبردار! کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا کوئی مال حلال نہیں ہے، سوائے اس مال کے جو اس نے خوشدلی سے دیا ہو (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہیں، اور بعض سندیں اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن تمام سندیں مل کر مضبوط حیثیت اختیار کرلیتی ہیں۔ [1]

---

[1] قال الالبانی:

حدیث: " لا يحل مال امرىء مسلم إلا عن طيب نفس ."صحيح.

وقد ورد عن جماعة من الصحابة منهم عم أبى حرة الرقاشي , وأبو حميد الساعدى , وعمرو بن يثربى , وعبد الله بن عباس:

1ـ أما حديث أبى حرة , فيرويه حماد بن سلمة أنبأنا على بن زيد عن أبى حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فذكره إلا أنه قال: " بطيب نفس منه. أخرجه الدارقطنى (300)وأحمد (5/72)وأبو يعلي والبيهقى . (6/100)

قال الهيثمى (4/172)بعد ما عزاه لأبى يعلى: " وأبو حرة وثقه أبو داود , وضعفه ابن معين ."

قلت: واعتمد الحافظ فى "التقريب "الأول , فقال: " ثقة ."

لكن العلة من الراوى عنه على بن زيد , وهو ابن جدعان , وهو ضعيف , إلا أنه يستشهد به , ويتقوى حديثه بما بعده.

2ـ وأما حديث أبى حميد , فيرويه سليمان بن بلال عن سهيل بن أبى صالح عن عبد الرحمن بن سعيد عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " لا يحل لامرىء أن يأخذ مال أخيه بغير حقه , ذلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم ." أخرجه الإمام أحمد . (5/425)

وفى لفظ له: "لا يحل للرجل أن يأخذ عصا أخيه بغير طيب نفسه , وذلك لشدة ما حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم من مال المسلم على المسلم ."

وأخرجه الطحاوى فى "شرح المعانى (2/340) "وفى "مشكل الآثار (4/41 "ـ 42) وابن حبان فى "صحيحه (1166) "والبيهقى (6/100)ووقع عنده من رواية ابن وهب عن سليمان: " عبد الرحمن بن سعد "وعليه قال: " عبد الرحمن هو ابن سعد بن مالك , وسعد بن مالك هو أبو سعيد الخدرى , ورواه أبو بكر بن أبى أويس عن سليمان فقال: عبد الرحمن بن سعيد ."

قلت: وهو الصواب عندى لأنه اتفق عليه جماعة من الثقات غير ابن أبى أويس , فهم أبو سعيد مولى بنى هاشم , وعبيد بن أبى قرة عند أحمد , وأبو عامر العقدى عند الطحاوى وابن حبان.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پس شرم وحیاء دِلا کر اور کسی طرح کا دوسرے کے دل پر دباؤ ڈال کر چندہ کرنا جائز نہیں۔ پھر اس چندہ کی رقم کا نہ کوئی حساب ہوتا ہے، نہ کتاب اور نہ ہی کسی اصول کا کوئی پابند ہوتا ہے کہ یہ چندہ کہاں خرچ کرنا ہے اور کہاں نہیں؟ یا تو چندہ جمع کرنے والے ہی آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، اور برائے نام کچھ رسمی چیزوں میں خرچ کر دیتے ہیں، یا پھر نشے وغیرہ میں اس کو خرچ کر کے نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فرواية هؤلاء مقدمة قطعا على رواية ابن وهب.
وحينئذ فعبد الرحمن هو ابن سعيد بن يربوع , أبو محمد المدنى , وهو ثقة كما قال ابن حبان كما فى "التهذيب" , "ولم أره فى نسختنا المحفوظة فى المكتبة الظاهرية من " ثقات ابن حبان "
وبقية الرجال ثقات على شرط مسلم , فالسند صحيح.
وقال الهيثمى فى "المجمع" : (4/171) "رواه أحمد والبزار , ورجال الجميع رجال الصحيح ."
كذا قال , وعبد الرحمن بن سعيد ليس من رجال الصحيح , وإنما أخرج له البخارى فى "الأدب المفرد" , "ويحتمل أن يكون إسناد البزار كإسناد البيهقى , أعنى وقع فيه عبد الرحمن بن سعد , وهو ابن أبى سعيد الخدرى , فإنه ثقة من رجال مسلم , فتوهم أنه عند أحمد كذلك , والله أعلم.
3ـ وأما حديث عمرو بن يثربى , فيرويه عمارة بن حارثة الضمرى يحدث عنه قال: " شهدت خطبة رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنى , فكان فيما خطب به أن قال: " ولا يحل لامرىء من مال أخيه إلا ما طابت به نفسه , "قال: فلما سمعت ذلك , قلت: يا رسول الله أرأيت لو لقيت غنم ابن عمى , فأخذت منها شاة (فاحترزتها)هل على فى ذلك شيء؟ قال: إن لقيتها نعجة تحمل شفرة وزنادا فلا تمسها ."
أخرجه الطحاوى فى "كتابيه "والدارقطنى (ص 299- 300) والبيهقى (6/97) وأحمد (5/113 , 3/423)والطبرانى فى "الأوسط (1/148/1) "وابنه عبد الله فى "زوائده "أيضا من طريق عبد الرحمن بن أبى سعيد قال: سمعت عمارة بن حارثة به.
وقال الطبرانى: " لا يروى عن عمرو إلا بهذا الإسناد ."
وقال الهيثمى: " رواه أحمد وابنه من زياداته أيضا.
والطبرانى فى "الكبير "و "الأوسط , "ورجال أحمد ثقات ."
قلت: عمارة بن حارثة أورده ابن أبى (هاشم) (3/1/365) [2]ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا , وأما ابن حبان فأورده فى "الثقات (1/169) "فهو عندى فى زمرة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جبکہ بہت سی جگہ تو چندہ جمع کرنے اور مانگنے والے، چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں، جو اس پیسے کو جمع کر کے خود ہی بندر بانٹ کر کے فضول چیزوں میں اڑا دیتے ہیں، حساب وکتاب رکھنے اور جس مقصد کے لیے یہ پیسہ جمع کیا گیا، اس میں خرچ کرنا تو دور کی بات ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح اس رسم کے لئے چندہ جمع کرنے والے گناہ گار ہوتے ہیں، اسی طرح دینے والے بھی اس رسم اور اس کی خاطر انجام دیئے جانے والے گناہوں میں اپنے مال سے تعاون کر کے گناہ گار ہوتے ہیں۔

کیونکہ گناہ کا تعاون کرنا بھی گناہ ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، اور آگے بھی آتا ہے۔

اس لیے گیارہویں وغیرہ کے لیے چندہ کرنے والوں کے ساتھ ساتھ چندہ دینے والوں کو بھی بچنا چاہیے۔

اور اس کے بجائے، اپنے قیمتی روپیہ پیسہ کو اچھے اور صحیح مصرف میں لگانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ .

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المجهولين الذين يتفرد بتوثيقهم ابن حبان.

4۔ وأما حديث ابن عباس , فيرويه إسماعيل بن أبى أويس , حدثنى أبى عن ثور بن زيد (الأيلى)عن عكرمة عنه: " أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب الناس فى حجة الوداع۔ فذكر الحديث.

وفيه: لا يحل لامرىء من مال أخيه إلا ما أعطاه من طيب نفس , ولا تظلموا "..

الحديث , أخرجه البيهقى.

قلت: وهذا إسناد حسن , أو لا بأس به فى الشواهد , رجاله كلهم رجال الصحيح , وفى أبى أويس ۔ واسمه عبد الله بن عبد الله بن أويس ۔ كلام من قبل حفظه.

وقال الحافظ فى "التقريب " :"صدوق يهم ."

وفى الباب عن أنس بن مالك.

أخرجه الدارقطنى بإسنادين واهيين جدا , وفيما سبق غنية عنه (إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل للالبانى، تحت رقم الحديث ١۴۵٩)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر1)

اس رسم میں تعاون اور کھانے کا حکم

کیونکہ گیارہویں کی رسم کرنے والوں میں سے بعض کا عقیدہ تو شرک کی حدوں کو چھونے لگتا ہے اور بعض کا عقیدہ اس درجہ کا بگڑا ہوا تو نہیں ہوتا، لیکن بہرحال گیارہویں کی مروّجہ رسم موجودہ وقت اور حالات میں کئی گناہوں کا مجموعہ بن گئی ہے۔

آج کل گیارہویں کی رسم میں بڑے اور وسیع پیمانہ پر کھانا بھی پکایا جاتا ہے اور اس میں لوگوں کو شریک کیا جاتا ہے، اس لیے اس کا حکم بھی معلوم ہونا چاہیے۔

تو جاننا چاہیے کہ مروجہ گیارہویں کا کھانا اگر غیرُ اللہ کو نفع نقصان کا مالک سمجھ کر نہ پکایا جائے، تو یہ کھانا، یا چیز بذاتِ خود تو حرام نہیں ہے، لیکن اس کے قبول کرنے میں ایک بدعت کے گناہ کی تائید لازم آتی ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور ایسی چیز کے استعمال کرنے سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہیے۔

اور اگر کوئی غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا کھانا تیار کرے، یا غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے نذر ومنت مان کر کسی شخص کو کوئی ایسا کھانا وغیرہ پیش کرے، تو بعض حضرات نے اس طرح کے کھانے کو ''ما اُهِلَّ لغير اللّٰه به'' میں داخل کر کے مُردار کی طرح حرام قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سوئم، دہم، چہلم وغیرہ (مثلاً گیارہویں) سب بدعت ہیں اور کافر اہلِ ہنود سے لی گئی ہیں، اور کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا بھی اہلِ ہنود کا طریقہ ہے، ان رسموں کا چھوڑنا واجب ہے، کیونکہ حدیث میں ہے ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُم'' (یعنی جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہیں میں سے ہے) (ابوداؤد فی اللباس، ومسند احمد) اور جو کھانا اس قسم کی بدعات پر مشتمل ہو وہ کھانا نہ کھایا جائے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہم نے بھی پہلے اس کے مطابق ہی حکم تحریر کیا تھا۔

لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت سے حضرات کے نزدیک ایسا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں ہے۔ ؎1

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

’’دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَایُرِیْبُکَ‘‘ (مشکوٰۃ) (یعنی شک والی چیز کو چھوڑ دو اور جس چیز میں شک نہ ہو اس پہلو کو اختیار کرو) اور وہ کھانا اور شیرینی کہ جس پر بزرگوں کے نام کی نیاز دی جاتی ہے، یہی حکم اس کا بھی ہے بعضے جاہل ان بزرگوں کے تقرب (یعنی ان کا قرب حاصل کرنے) کی نیت سے اور ان سے مرادیں طلب کرنے کے لئے اس قسم کی نیاز کرتے ہیں، یہ شرک ہے اور ایسا کھانا یا شیرینی کا کھانا حرام ہے، بوجہ ’’وَمَآاُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ‘‘ (الآیۃ) کے۔ اور بعض لوگ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے یہ عمل کرتے ہیں اور یہ نیت رکھتے ہیں کہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ فلاں بزرگ کی روح کو پہنچا دے، یہ جائز ہے اور ایسا کھانا اور شیرینی حلال ہے (بشرطیکہ دن وغیرہ کی تعیین نہ ہو اور کوئی دوسری بدعت یا غیروں کے ساتھ تشبہ وغیرہ شامل نہ ہو، جیسا کہ پہلے گزرا) (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۶۹، ترجمہ از فارسی، بعنوان ’’فاتحہ رسمی‘‘ کتاب البدعات، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، جولائی 2010ء)

؎1 إذا نذر طعاما من الخبز أو غيره للحيتان التى فى تلك العين، أو البئر وكذٰلك إذا نذر مالا من النقد أو غيره للسدنة، أو المجاورين العاكفين بتلك البقعة، فإن هؤلاء السدنة فيهم شبه من السدنة التى كانت للات والعزىٰ ومناةٍ، يأكلون أموال الناس بالباطل ويصدون عن سبيل الله، والمجاورون هناك فيهم شبه من العاكفين الذين قال لهم إبراهيم الخليل إمام الحنفاء ، صلى الله عليه وسلم (ما هٰذه التماثيل التى أنتم لها عاكفون) وقال (أفرأيتم ما كنتم تعبدون، أنتم وآباؤكم الأقدمون، فإنهم عدو لى إلا رب العالمين) والذين أتى عليهم موسىٰ عليه السلام وقومه كما قال تعالىٰ (وجاوزنا ببنى إسرائيل البحر فأتوا علىٰ قومٍ يعكفون علىٰ أصنامٍ لهم)

فالنذر لأولٰئك السدنة والمجاورين فى هٰذه البقاع التى لا فضل فى الشريعة للمجاور بها، نذر معصيةٍ، وفيه شبه من النذر لسدنة الصلبان والمجاورين عندها، أو لسدنة الأنداد التى بالهند والمجاورين عندها.

ثم هذا المال المنذور، إذا صرفه فى جنس تلك العبادة من المشروع، مثل أن يصرفه فى عمارة المساجد، أو للصالحين من فقراء المسلمين، الذين يستعينون بالمال على عبادة الله وحده لا شريك له كان حسنا (اقتضاء الصراط المستقيم -لابن تيمية، ج ٢، ص ١٥٨، الى ص ١٦٠، القسم الاول، فصل فى الانواع الاعياد المكانية)

قال العلامة ظفر احمد العثمانى تحت هذه العبارة :

فهذا بظاهره يشعر بان هذا النذر لايحرم المال المنذور بل هو معصية بنفسه (’’البذر للخير فى النذر للغير‘‘، سلسله النور، رمضان صفحه ٢٢، مطبوعه: تهانه بهون)

والنذر للقبور أو لأهل القبور كالنذر لإبراهيم الخليل والشيخ فلانٍ نذر معصية لا يجوز الوفاء به

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

جبکہ استعمال کرنے والے کا اپنا عقیدہ درست ہو، مگر اس کے قبول کرنے میں بھی گناہ کا تعاون لازم آتا ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور اشیاء کے استعمال کرنے سے اجتناب وپرہیز کرنا چاہئے، تاآنکہ اس طرح کا کھانا تیار کرنے والا اپنے غلط عقیدہ کی اصلاح وتوبہ نہ کرلے، اور دلائل میں غور کرنے کے بعد اب ہمارے نزدیک یہی راجح ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن تصدق بما نذره من ذلک علی من یستحقه من الفقراء والصالحین کان خیرا لـه عند الله وأنفع (الإقناع فی فقه الإمام أحمد بن حنبل،لموسى بن أحمد، المقدسی، ج۴، ص۳۵۸،کتاب الأیمان وکفاراتها)

(النذر للقبور أو لأهل القبور کالنذر لإبراهیم الخلیل)علیه الصلاة والسلام (والشیخ فلانٍ نذر معصیةٍ لا یجوز الوفاء به، وإن تصدق به) أی:بما نذره من ذلک علی من یستحقه من الفقراء والصالحین؛ فهو (خیر لـه)عند الله وأنفع، وقال:من نذر إسراج بئرٍ أو جبلٍ أو شجرةٍ أو نذر لـه أو لسکانه أو المضافین إلی ذلک المکان (وکذا النذر للمقیم عند القبر لتنویره وتبخیره)لم یجز، ولا یجوز الوفاء به إجماعا، ویصرف فی المصالح ما لم یعرف ربه، ومن الحسن صرفه فی نظیره من المشروع(مطالب أولی النهی فی شرح غایة المنتهی،لمصطفى بن سعد الرحیبانی الحنبلی،ج۶،ص۴۲۴،باب النذر)

[1] هٰذه المسئلة جعل فیها شیخ الاسلام الشیخ محمد الغزی رسالة حاصلها......(وبعد اسطر)......ثم قال وفی شرح الدرر للعلامة قاسم و اما النذر الذی ینذرونه اکثر العوام کأن یقول یا سیدی فلان یعنی به ولیا من الاولیاء او نبیا من الانبیاء ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذهب او الفضة او الطعام او الشراب او الزیت کذا فهٰذا باطل بالاجماع لانه نذر لمخلوق وهو لا یجوز لانه ای النذر عبادة فلا تکون لمخلوق و المنذور له میت والمیت لا یملک و انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور کفر الا ان قال یا الله انی نذرت لک ان فعلت معی کذا ان اطعم الفقراء بباب السیدة نفیسة او الامام الشافعی و نحوهما فیجوز حیث یکون فیه نفع للفقراء اذ النذر لله عز و جل و ذکر الشیخ لمحل الصرف لمستحقیه القاطنین بر باطه او مسجده فیجوز بهذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء و قد وجد و الغنی غیر محتاج فلا یجوز الصرف علیه ولو کان ذا نسب بذلک الولی ما لم یکن فقیرا ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا لخادم الشیخ ان کان غنیا فاذا علمت هذا فما یؤخذ من الدراهم و الشمع و الزیت و غیرها فینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیهم لا الی الله فحرام باجماع المسلمین ما لم یقصدوا الفقراء الاحیاء قولا واحدا و قد علم مما نقلناه ان ما ینذره العوام للشیخ مروان و علی بن علیل و روبیل لا یصح ولا یلزم و لیس للخادم اخذه علی انه نذر صحیح الا اذا اخذه علی وجه الصدقة المبتدأة وکان فقیرا وعلم ایضا ان غیر الخادم لو اخذه علی انه صدقة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

البتہ اگر کوئی اس عقیدہ کے ساتھ جانور ذبح کرے، تو اس کے ”ما اُھِل لغیر اللّٰہ بہٖ“ میں داخل ہوکر حرام ہونے میں شبہ نہیں۔ [1]

(تفصیل ودلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ”غیرُ اللّٰہ کی نذرونیاز وذبح کا حکم“)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لـه ذلک و لیس لـلـخـادم نـزعـه مـنـه لانه لم یملکه الا ان یکون الناذر عینه فی نذره و کان فقیرا، خـلاصـة کـلام الشیـخ مـحـمـد بـن عبد الله الغزی التمرتاشی الحنفی بتاریخ ذی القعدة الحرام من شهـور سـنة ثـمانیة وسبعین و تسعمائة. (اقول) قد استباح هذا المحرم المجمع علی حرمته جماعة یزعمون انهم متصوفة یقال فی حقهم قدوة المسلمین و مربی المریدین ویبالغون فی اخذه ویطالبون الـنـاذر بـه فـان امتـنـع قـدمـوه الـی قـضاة هذا الزمن فیحکمون به وربما استعانوا بالشرطة و حکام السیـاسیة بـل یـفعلون ابلغ من ذلک وهم انهم یسوم منهم المتصدون لجمع النواحی التی تقع فیها هـذه الـنـذور فیـقاطعونهم و یضربون علی کل واحد ناحیة بمبلغ من المال فی الذمة یؤخذ منهم اذا انتهـی الاجـل الـمـضـروب فیدفع ما هو مضروب علیه و یاکل ما بقی و یعد الفاضل ربحا حصل لـه ببرکة الشیخ و یری ان من منع ذلک هلک وان سبب قضاء حاجته هذا النذر و ان الشیخ رد غائبه او عـافی مریضه او قضی حاجته و یزعمون انـه لا یباح تناولـه لغیرهم قائلین هو نذر جدنا فـلان وهم اغـنـیـاء مـتـمـولـون و مـن تناول شیئا منه عاقبوه و ادلوا به الی الحکام معتقدین انه ارتکب کبیرة فی الدین و باشر شنیعة بین اظهر المسلمین و ربما حکم لهم به قضاة العهد و قد صرح فی البحر انه لو رفع الی القاضی لا یجبره القاضی علی وفائه ولنا تتمة علی رسالة الشیخ محمد فیها ما یشفی الغلیل والامـر الـی الـلـه تـعـالـی الـجـلـیـل والـلـه سـبـحـانـه وتـعـالی اعلم (الفتاوی الخیریة لنفع البریة، ص۱۷،و۱۸،کتـاب الـصـوم ، فـصـل فی النذر، قبیل کتاب الحج، مطبوعة: میر محمد کتب خانه، آرام باغ، کراچی)

[1] فصرح صاحب البحر بحرمة هذا النذر للوجوه الثلثة :اولا ثم فرع علیها کراهة اخذ المنذور مثلـه وکراهة اکله والتصرف فیه الا للفقراء المضطرین ،ثانیا وهل کراهة اخذه لکون هذا المنذور داخلا فیما اهل به لغیر الله ام لوجه آخر، وعندی ان علة الکراهة لیس کونه مما اهل به لغیر الله لما عـرفـت ان مـعـنـاه مـاذبـح لـغیر الله وباسم غیر الله فغیر المذبوح خارج عنه سواء کان غیر حیوان اوحیـوانـا قـرب بـه الـی قـبـر صـالح لایقصد الذبح، وایضا فلوکانت العلة هذه لم یجز اخذه للفقیر العاجز عن الکسب المضطر ایضا مالم یشرف علی الهلاک ولم یجز اخذه للمشرف علی الهلاک ایـضـا الا بـقدر مایسد رمقه، وکلام البحر مطلق عنه لاسیما والفقراء القاطنون بامثال هذه الضرائح لایـکـونون بمثابة من تحل له المیتة کما هو مشاهد وایضا لوکانت العلة هذه لصرح صاحب البحر بـحـرمة الاخـذ ولـم یـقـتـصـر علی الکراهة، بل العلة فی ذلک عندی عدم خروج هذا المنذور عن مـلـک الـنـاذر لانـه لـم ینذره للفقراء بل للمیت والمیت لایملک شیئا فکان کالسائبة التی اطلقها مالکها لایجوز لاحد اخذه لکونها مملوکة للمسیب فیکون اخذها غاصبا ومع ذلک لواخذها احد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس تفصیل سے گیارہویں کی رسم میں شرکت کا حکم بھی واضح ہوگیا، کیونکہ شرکت کے ساتھ اس کے کھانے کا استعمال لازمی بات ہے، اور اگر کوئی کھانے سے پرہیز کرے، تب بھی اس تقریب میں شرکت کرنے سے اس رسم کی ایک درجہ میں تائید وتعاون لازم آتا ہے، جس کی شریعت میں ممانعت آئی ہے۔

ابنِ عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عرس بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ، كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا وَقَالَ مَرَّةً: أَنْكَرَهَا كَانَ كَمَنْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واكلها اوذبحها ان كانت دابة لايكون آكلا للحرام بعينه ولا تكون بعد الذبح باسم الله ميتة بل يكون اكلا للمغصوب وذابحا لملك الغير وانما جاز للفقير المضطر اكله والتصرف فيه لان الناذر وان لم ينذره للفقراء بل للميت ولكنه اباحها لهم بحيث لو علم ان الفقراء اكلوه لاينكر عليهم ولايؤاخذهم بشيئ فكان النذر للميت متضمنا لاباحته للفقراء ولكن فساد المتضمن يستلزم فساد المتضمن فلم يجز اخذه للفقراء مالم يكونوا عاجزين مضطرين اليه لاكاضطرار من تحل له الميتة بل كاضطرار من ليس عنده قوت يومه وهو عاجز كمايفيده اطلاق كلام البحر. والله اعلم. ويؤيد ماقلنا اطلاق البحر عليه لفظ السحت والحرام دون الميتة والنجس والسحت يطلق على الرشوة والربا وكل مالا يجوز كسبه وعلى المغصوب وغيره والكلام ليس فى ذلك وانما الكلام فى الحرمة التى تلحق الشيئ بما اهل لغير الله به حتى يكون ميتة بعد الذبح ،فكلام البحر لايدل على حدوث مثل تلك الحرمة فى مثل هذا المنذور فلم يكن معارضا لقول ابن تيمية ان هذا المال المنذور، إذا صرفه فى جنس تلك العبادة من المشروع، مثل أن يصرفه فى عمارة المساجد، أو الصالحين من فقراء المسلمين كان حسنا. ا هـ. فان المالک اى الناذر اذا صرفه فى غير المنذور كان ذلک تغييرا لنذره الاول الذى هو معصية فلا شک فى كون صرفه الى المشروع حسنا واما اذا لم يصرفه المالک بنفسه وصرفه غيره الى المصرف المشروع فلايجوز لبقاء الحرمة فيه لكونه سائبة لايملكها آخذها ومصرفها الفقراء المضطرون العاجزون عن الكسب. هذا ماظهر لى فى تحرير المقام والعلم عند الله الملک العلام (”البذر للخيرفى النذر للغير“، سلسله النور، رمضان صفحه ۲۲ تاصفحه ۲۴، وذيقعده صفحه ۱۵، مطبوعه: تهانه بهون)

www.idaraghufran.org

غَابَ عَنْهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا، كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۳۴۵، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهى) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمین میں کوئی گناہ والا عمل کیا جاتا ہے، تو جو وہاں موجود ہو، اور اس کو ناپسند کرے، یا اس پر نکیر کرے، وہ ایسا شمار ہوتا ہے، جیسا کہ وہ اس گناہ کی جگہ سے غائب ہو، اور جو شخص وہاں سے غائب ہو، لیکن وہ اس گناہ سے راضی ہو، تو وہ ایسا شمار ہوتا ہے، جیسا کہ وہاں (یعنی گناہ والی جگہ میں) موجود ہو (ابوداؤد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَوَّدَ مَعَ قَوْمٍ فَهُوَ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية سنن ابى داؤد)

[2] أخبرناه أبو الحسين ابن بشران ببغداد، أخبرنا أبو الحسن على بن محمد المصرى، حدثنا يحيى بن أيوب العلاف (ح) وأخبرنا أبو زكريا ابن أبى إسحاق، أخبرنا أبو الحسن الطرائفى، حدثنا عثمان بن سعيد الدارمى، قالا: حدثنا سعيد بن أبى مريم، أخبرنا نافع بن يزيد قال: حدثنى يحيى بن أبى سليم أو ابن أبى سليمان، عن ابن المقبرى، عن أبى هريرة -رضى الله عنه-، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: "من حضر معصية فكرهها فكأنما غاب عنها، ومن غاب عنها فأحبها فكأنه حضرها.
وفى رواية الدارمى: يحيى بن أبى سليمان من غير شك. تفرد به يحيى بن أبى سليمان وليس بالقوى (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ١٤٦٦٧)

قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى:
وبهذه الشواهد يرتقى حديث الباب إلى الحسن لغيره، والله الموفق (حاشية المطالب العالية، ج١٣ ص١٥٦ باب من كتاب الرقائق، تحت رقم الحديث ٣١٣٦)

Idara Ghufran

مِنۡهُمۡ(السنة لابن أبی عاصم ،رقم الحديث ۱۴۶۴ ،باب قول الرسول صلی الله عليه وسلم:رأيت فی النوم كأنی أنزع بدلو بكرة علی قليب،تاريخِ بغداد ج۱۰ ص۴۳، تحت رقم الترجمة ۵۱۶۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی تعداد کو بڑھایا، تو وہ انہی میں سے ہوگا (ابن ابی عاصم)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔

مذکورہ حدیث کو سند کے اعتبار سے بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] قال الالبانی:

(من سود مع قوم؛ فهو منهم .ومن روع مسلما لرضا سلطان؛ جيء به معه يوم القيامة) .

ضعيف

رواه أبو محمد المخلدی فی "الفوائد (2 /289) "، والخطيب (41 /10)عن الحارث بن النعمان قال: سمعت الحسن يحدث عن أنس مرفوعا.

قلت: وهذا إسناد ضعيف؛ الحارث هذا – وهو ابن أخت سعيد بن جبير – ضعيف؛ كما قال الحافظ.

والحسن مدلس؛ وقد عنعنه (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۴۶۰۸)

وقال ابو حذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتی:

عن ابن مسعود مرفوعا "من كثّر سواد قوم فهو منهم، ومن رضی عمل قوم كان شريک من عمل به"

قال الحافظ: أخرجه أبو يعلی، وله شاهد عن أبی ذر فی "الزهد "لابن المبارک غير مرفوع. ضعيف

أخرجه أبو يعلی (نصب الراية 346 /4– المطالب 1673– إتحاف الخيرة 4454)

ثنا أبو همام ثنا ابن وهب أنا بكر بن مضر عن عمرو بن الحارث أنّ رجلاً دعا عبد الله بن مسعود إلی وليمة، فلما جاء ليدخل سمع لهوا فلم يدخل، فقال له: لم رجعت؟ قال: إنی سمعت رسول الله – صلی الله عليه وسلم – يقول: " من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضی عمل قوم كان شريک من عمل به "

ورواه علی بن معبد فی كتاب "الطاعة والمعصية "كما فی "نصب الراية "ثنا ابن وهب به.

وإسناده منقطع بين عمرو بن الحارث وبين ابن مسعود فإنّه لم يدركه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس مضمون ومفہوم کی تائید دوسری کئی روایات سے ہوتی ہے۔ ۱

لہٰذا مذکورہ حدیث کو سند کے اعتبار سے حسن درجہ میں معتبر قرار دینے کی گنجائش ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وحديث أبي ذر أخرجه ابن المبارك في "الزهد "كما في "نصب الراية "ثنا خالد بن حميد عن عبد الرحمن بن زياد بن أَنْعُم أنّ أبا ذر الغفارى دعى إلى وليمة، فلما حضر إذا هو بصوت فرجع، فقيل له: ألا تدخل، قال: إنى أسمع صوتا، ومن كثّر سوادا كان من أهله، ومن رضى عملا كان شريك من عمله.

وإسناده ضعيف لضعف عبد الرحمن بن زياد بن أنعم (انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، ج۷ص۵۲۵۸، ۵۲۵۹، تحت رقم الحديث ۳۷۳۶، حرف الميم)

۱ قال ابن حجر:

وقد جاء عن بن مسعود مرفوعا هن كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به أخرجه أبو يعلى وفيه قصة لابن مسعود وله شاهد عن أبى ذر فى الزهد لابن المبارك غير مرفوع (فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳ ص۳۷،۳۸،قوله باب من كره أن يكثر بالتشديد سواد الفتن والظلم)

وقال السخاوى:

حديث :من كثر سواد قوم فهو منهم، أبو يعلى وعلى بن معيد فى كتاب الطاعة من طريق أن رجلا دعا ابن مسعود إلى وليمة، فلما جاء ليدخل سمع لهوا، فلم يدخل فقيل له فقال :إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :وذكره، وزاد :ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به، وهكذا هو عند الديلمى بهذه الزيادة، ولابن المبارك فى الزهد عن أبى ذر نحوه موقوفا، وشاهده حديث:من تشبه بقوم فهو منهم، وقد مضى(المقاصد الحسنة ، ص۶۶۷، تحت رقم الحديث ۱۱۷۰، حرف الميم)

وقال العجلونى:

من كثر سواد قوم فهو منهم .رواه أبو يعلى وعلى بن معبد فى كتاب الطاعة أن رجلا دعا ابن مسعود إلى وليمة فلما جاء ليدخل سمع لهوافلم يدخل فقيل له فقال :إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول وذكره ، وزاد ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به ، وهكذا عند الديلمى بهذه الزيادة ، ولابن المبارك فى الزهد عن أبى ذر نحوه موقوفا ، وشاهده حديث من تشبه بقوم فهو منهم وتقدم(كشف الخفاء ،ج۲ ص۳۲۸، تحت رقم الحديث ۲۵۸۸، حرف الميم)

۲ قال المحقق سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى :

فيه حديث أبى أيوب رضى الله عنه الآتى إن شاء الله تعالى فى كتاب اللباس، فى باب النهى عن ستر الجدر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

خلاصہ یہ کہ غیراللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر گیارہویں کا کھانا بنایا گیا ہو، یا اس عقیدہ کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال أبو يعلى :حدثنا أبو همام، نبا ابن وهب، أخبرنى بكر بن مضر، عن عمرو قال :إن رجلا دعى عبد الله بن مسعود رضى الله عنه إلى وليمة، فلما جاء سمع لهوا، فلم يدخل .فقال :مالک؟ قال :سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول" :من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضى عمل قوم كان شريكا لمن عمله."

وحديث عمر رضى الله عنه سيأتى إن شاء الله فى كتاب الأشربة.

تخريجه:

أورده البوصيرى فى الإتحاف (/103 /3ب)، بسند أبى يعلى.

وأورده كذلک فى المجردة (/23 /2أ)، وعزاه لأبى يعلى.

وأخرجه الديلمى فى مسند الفردوس من طريق أبى يعلى، كما فى حاشية فردوس الأخبار 168 /4))، وفى الجامع الكبير للسيوطى .(829 /1)

وأخرجه على بن معبد فى كتاب الطاعة والمعصية قال :حدثنا ابن وهب به، كما فى نصب الراية 346 /4))، والمقاصد الحسنة .(1170 :446)

الحكم عليه:

إسناد الحديث رجاله ثقات، إلا أن فيه انقطاعا بين عمرو بن الحارث وابن مسعود، فإن ولادة عمرو كانت بعد التسعين كما فى السير (349 /6)، ووفاة ابن مسعود كانت سنة اثنتين وثلاثين أو فى التى بعدها كما فى التقريب (323)، فبينهما قرابة الستين سنة.وهذا الإسناد مصرى عدا أبا همام والصحابى.

وللحديث شواهد مرفوعة وموقوفة هى:

- 1عن أبى هريرة رضى الله عنه، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال" :من حضر معصية فكرهها فكأنما غاب عنها، ومن غاب عنها فأحبها فكأنه حضرها."

أخرجه ابن عدى فى الكامل (2686 /7) فى ترجمة يحيى بن أبى سليمان المدنى.

وأخرجه البيهقى فى السنن (266 /7)، وقال البيهقى :تفرد به يحيى بن أبى سليمان وليس بالقوى.

- 2عن العرس بن عميرة الكندى رضى الله عنه، عن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال: "إذا عملت الخطيئة فى الأرض كان من شهدها فكرهها"، وقال مرة " :أنكرها، كمن غاب عنها، ومن غاب عنها فرضيها كان كمن شهدها."

أخرجه أبو داود فى السنن (4345 :124 /4)، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهى.

وأخرجه الطبرانى فى الكبير .(345 :319 /17)

وحسن الألبانى إسناد أبى داود كما فى تعليقه على مشكاة المصابيح .(1422 /3)

- 3 عن الحسين بن على رضى الله عنهما ,ولا أعلمه إلا عن النبى -صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بغیر بنایا گیا ہو، اس کھانے میں شرکت کرنا ایک گناہ میں تعاون لازم آنے کی وجہ سے گناہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم -قال" :من شهد أمرا فكرهه كان كمن غاب عنه، ومن غاب عن أمر فرضى به كان كمن شهده."

أخرجه أبو يعلى فى مسنده .(12/ 154: 6785)

قال الحافظ فى المطالب (/14 /2ب)، كتاب الرقاق :فى سنده عمر بن شبيب وهو ضعيف .اهـ.

وكذلك فى إسناده يوسف بن ميمون الصباغ، قال فى التقريب :(612)ضعيف .اهـ.

- 4عن ابن مسعود رضى الله عنه قال " :إذا عمل بالخطيئة فى الأرض كان من شهدها فكرهها كمن غاب عنها، ومن غاب عنها فرضيها كان كمن شهدها."

أخرجه البيهقى فى السنن (266 /7)، من طريق عبد الله بن عمير أخى عبد الملك بن عمير، عن ابن مسعود موقوفا عليه.

وأخرجه البيهقى أيضا من طريق الحسن بن سعد مولى على، عن عبد الله أو عبد الرحمن بن عمير، عن يزيد بن الحارث قال :سمعت ابن مسعود، بنحوه.

وقد سئل الدارقطنى فى العلل (887 :284 /5)، عن هذا الحديث فقال :يرويه أخو عبد الملك بن عمير، وقيل اسمه عبد الرحمن، وقيل عبد الله عن يزيد بن الحارث.

حدث به عنه الحسن بن سعد مولى على، كوفى ثقة.

ومن قال فيه :عن عبد الملك بن عمير فقد وهم، وإنما هو عن أخى عبد الملك بن عمير .اهـ.

وبناء على جراب الدارقطنى، فإن الرواية الثانية للبيهقى هى الصواب، إلا أن فى كلا الروايتين عبد الله بن عمير القرشى، أخو عبد الملك بن عمير كوفى .قال أبو حاتم فى الجرح :(124 /5)مجهول .وانظر اللسان .(321 /3)

وأخرجه ابن أبى شيبة فى المصنف (117 /15)، كتاب الفتن، قال :حدثنا وكيع، عن مالك بن مغول، عن القاسم بن عبد الرحمن قال :قال عبد الله :إن الرجل يشهد المعصية فينكرها فيكون كمن غاب عنها، ويكون يغيب عنها فيكون كمن شهدها.

وهذا إسناد رجاله ثقات كما فى تراجمهم فى التقريب.

وأخرجه نعيم بن حماد فى الفتن (716)، من طريق أخرى.

وذكره السيوطى فى الجامع الكبير (540 /2)، وعزاه لابن أبى شيبة ونعيم بن حماد.

- 5عن عبد الرحمن بن زياد بن أنعم أن أبا ذر الغفارى رضى الله عنه، دعى إلى وليمة، فلما حضر إذا هو بصوت، فرجع فقيل له :ألا تدخل؟ قال :إنى أسمع صوتا، ومن كثر سوادا كان من أهله، ومن رضى عملا كان شريك من عمله.

أخرجه ابن المبارك فى الزهد (108)، عن خالد بن حميد، عن عبد الرحمن، به.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

ہے، لیکن اگر کسی کے یہاں اس طرح کا کھانا آجائے، تو اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے، پھر یا تو کسی غریب کو دے دے اور ایسا کرنا مشکل ہو، تو خود بھی کھانے کی گنجائش ہے، کوئی مزید احتیاط کرنا چاہے، تو جتنی ملکیت کا یہ کھانا ہو، اندازہ کر کے اتنی قیمت روپیہ یا کھانے یا کسی اور چیز کی شکل میں صدقہ کر دے، لیکن ایسا کرنا ضروری نہیں۔

تفصیل کے لیے ہمارا رسالہ ''غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم'' ملاحظہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ .

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا الإسناد فيه عبد الرحمن بن زياد، وهو ضعيف فى حفظه.

فهذه خمسة أحاديث بعضها يشد بعضا وتصلح لأن تكون شاهدا لحديث الباب الضعيف بسبب الانقطاع، فيرتقى بها إلى الحسن لغيره، والله أعلم (حاشية المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، ج۸،ص ۳۲۲، باب الرخصة فى الرجوع لمن رأى منكرا ،رقم الحديث : ۷۱)

(فصل نمبر 2)

گیارہویں شریف یا گیارہویں مبارک کہنا

آج کل گیارہویں کی رسم کے ساتھ ''شریف'' کا لفظ ملا کر استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ''گیارہویں شریف''۔

اسی طرح بعض اوقات گیارہویں مبارک بھی کہا جاتا ہے، جس طرح عرس مبارک کہا جاتا ہے۔

لیکن جب پیچھے تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ گیارہویں کی رسم میں شرعاً کئی خرابیاں پائی جاتی ہیں، تو اس کے ساتھ شریف یا مبارک کا لفظ ملانے کا کیا مطلب؟ کیونکہ شریف تو اچھی اور نیک چیز کو کہا جاتا ہے، اسی طرح مبارک دراصل باعثِ برکت چیز کو کہا جاتا ہے۔

قرآن وسنت میں یہ الفاظ کئی جگہ اسی حیثیت سے استعمال ہوئے ہیں۔

اس طرح کے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ آلِ عمران کا حوالہ

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ. فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (سورة آل عمران، رقم الآيات ٩٦، ٩٧)

ترجمہ: بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر کیا گیا، لوگوں کے لئے، یقیناً وہ ہے، جو مکہ میں ہے، جو کہ مبارک ہے، اور ہدایت ہے، عالَم والوں کے لئے، اس میں

نشانیاں ہیں، واضح، مقامِ ابراہیم بھی ہے، اور جو اس میں داخل ہوگیا، تو وہ امن والا ہے (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیات میں مکہ مکرمہ وحرم شریف کو ''مبارک'' قرار دیا گیا ہے۔

سورہ انعام کا حوالہ

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۵۵)

ترجمہ: اور یہ کتاب ہے، جس کو نازل کیا ہم نے، مبارک ہے، پس تم اس کی اتباع کرو (سورہ انعام)

مذکورہ آیت میں قرآن مجید کے لیے ''مبارک'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ [1]

سورہ مریم کا حوالہ

سورہ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق ارشاد ہے کہ:

وَجَعَلَنِيْ مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ (سورة مريم، رقم الآية ۳۱)

ترجمہ: اور بنایا ہے مجھے مبارک، جہاں کہیں میں ہوں (سورہ مریم)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو ''مبارک'' فرمایا ہے۔

سورہ قصص کا حوالہ

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] قوله تعالى :وهذا كتاب أنزلناه مبارك يعني :وهـذا القرآن كتاب أنزلناه من عندنا عليك يا محمد كثير الخير والبركة دائم النفع يبشر المؤمنين بالثواب والمغفرة ويزجر عن القبيح والمعصية .وأصل البركة :النماء والزيادة وثبوت الخير (تفسير الخازن، ج۲،ص۱۳۵،سورة الانعام)

www.idaraghufran.org

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَّامُوسٰى إِنِّيْ أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ (سورۃ القصص، رقم الآیۃ ۳۰)

ترجمہ: پھر جب آئے (موسیٰ) وہاں، تو ندا دی گئی، وادی کے دائیں کنارے سے واقع مبارک جگہ کے ایک درخت سے کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی اللہ رب العالمین ہوں (سورہ قصص)

مذکورہ آیت میں کوہِ طور کو ''مبارک بقعہ'' قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے کلام فرمایا تھا، اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا نزول ہوا تھا۔ [1]

سورہ دخان کا حوالہ

سورہ دخان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (سورۃالدخان ،رقم الآیۃ ۳)

ترجمہ: بے شک نازل کیا ہم نے اس (کتاب) کو مبارک رات میں (سورہ دخان)

مذکورہ آیت میں ''مبارک رات'' سے مراد ''لیلۃُ القدر'' ہے۔

مذکورہ اور اس جیسی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مبارک'' چیز وہ ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہو، اور اللہ تعالیٰ گناہ والے کاموں میں برکت ہرگز نہیں رکھتا۔

ابو ہریرہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

[1] البقعة المباركة جعلها الله مباركة لأن الله تعالى كلم موسى هناك وبعثه نبيا وقيل يريد البقعة المقدسة من الشجرة يعني من ناحية الشجرة (تفسير الخازن، ج۳، ص ۳۶۴، سورة القصص)

ووصفت البقعة بالبركة، لما خصت به من آيات الله وأنواره وتكليمه لموسى عليه السلام، أو لما حوت من الأرزاق والثمار الطيبة (البحر المحيط فى التفسير، ج۸، ص ۳۰۱، سورة القصص)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ جَائِعَانِ فِيْ غَنَمٍ افْتَرَقَتْ، أَحَدُهُمَا فِيْ أَوَّلِهَا، وَالْآخَرُ فِيْ آخِرِهَا بِأَسْرَعَ فَسَادًا مِنِ امْرِءٍ فِيْ دِيْنِهٖ يُحِبُّ شَرَفَ الدُّنْيَا وَمَالَهَا (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ۶۴۴۹، ج ۱۱ ص ۳۳۱، مسند أبی هريرة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو بھوکے ضرر پہنچانے والے بھیڑیئے، جو کسی بکریوں کے ریوڑ میں گھس کر فساد پیدا کریں، ایک اس ریوڑ کے شروع میں اور ایک ان کے آخر میں، ان سے زیادہ آدمی کے دین میں فساد دنیا کا شرف وعظمت اور مال کی محبت پہنچاتی ہے (مسند ابی یعلیٰ)

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۳۷۶، أبواب الزهد باب بعد باب ما جاء فی أخذ المال، مسند أحمد، رقم الحديث ۱۵۷۹۴) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے، جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں، ان سے زیادہ فساد آدمی کے مال کی حرص اور اپنے دین کا شرف وعظمت پیدا کرتی ہے (ترمذی)

مذکورہ احادیث میں ''شرف'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو شرافت وعظمت کے معنیٰ میں ہے۔ [3]

---

[1] قال حسين سليم أسد الدارانی: إسناده حسن (حاشية ابی يعلیٰ)

[2] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح. ويروى فی هذا الباب عن ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم، ولا يصح إسناده (حواله بالا)

و قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[3] ("والشرف ") أی: الجاه الوسيع، وقوله: ("لدينه ") متعلق بأفسد، والمعنى أن حرص المرء عليهما أكثر فسادا لدينه المشبه بالغنم لضعفه بجنب حرصه من إفساد الذئبين للغنم (مرقاة المفاتيح، ج۸ ص ۳۲۴۳، تحت رقم الحديث ۵۱۸۱، كتاب الرقائق)

www.idaraghufran.org

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ مُحَمَّمًا مَجْلُودًا، فَدَعَاهُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَال: هَكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ؟، قَالُوا: نَعَمْ، فَدَعَا رَجُلًا مِنْ عُلَمَائِهِمْ، فَقَال: أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوسٰى، أَهَكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ قَال: لَا، وَلَوْلَا أَنَّكَ نَشَدْتَنِي بِهَذَا لَمْ أُخْبِرْكَ، نَجِدُهُ الرَّجْمَ، وَلَكِنَّهُ كَثُرَ فِي أَشْرَافِنَا، فَكُنَّا إِذَا أَخَذْنَا الشَّرِيفَ تَرَكْنَاهُ، وَإِذَا أَخَذْنَا الضَّعِيفَ أَقَمْنَا عَلَيْهِ الْحَدَّ، قُلْنَا: تَعَالَوْا فَلْنَجْتَمِعْ عَلٰى شَيْءٍ نُقِيمُهُ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ، فَجَعَلْنَا التَّحْمِيمَ، وَالْجَلْدَ مَكَانَ الرَّجْمِ (مسلم، رقم الحديث ١٧٠٠ "٢٨" كتاب الحدود، باب رجم اليهود أهل الذمة فى الزنى)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک یہودی سیاہ کیا ہوا کوڑے کھائے ہوئے گزرا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلا کر فرمایا کہ کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی سزا اسی طرح پاتے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علماء میں سے ایک آدمی کو بلا کر فرمایا کہ میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر تورات نازل کی، کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی سزا اسی طرح پاتے ہو، اس نے جواب میں کہا کہ نہیں! اور اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے، تو میں کبھی آپ کو خبر نہ دیتا، دراصل ہم اپنے دین میں رجم کرنا ہی پاتے ہیں، لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہمارے شریف و معزز لوگوں میں

www.idaraghufran.org

زنا کی کثرت ہوگئی تھی، پس جب ہم کسی معزز شخص کو پکڑتے، تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب ہم کسی کمزور وضعیف آدمی کو پکڑتے، تو اس پر حد قائم کردیتے، ہم نے کہا کہ آؤ! ہم ایسی سزا پر جمع ہوجائیں، جسے ہم معزز وغیر معزز پر قائم کریں گے، تو ہم نے کوئلے سے منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کو رجم کی جگہ مقرر کردیا (مسلم)

مذکورہ حدیث میں ''شریف'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو شرافت اور عظمت والے معنیٰ میں ہے۔ [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحَدُهُمَا أَشْرَفُ مِنَ الْآخَرِ، فَعَطَسَ الشَّرِيفُ، فَلَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ، فَلَمْ يُشَمِّتْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَطَسَ الْآخَرُ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، فَشَمَّتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَالَ الشَّرِيفُ: عَطَسْتُ عِنْدَكَ فَلَمْ تُشَمِّتْنِي، وَعَطَسَ هَذَا عِنْدَكَ فَشَمَّتَّهُ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا ذَكَرَ اللّٰهَ فَذَكَرْتُهُ، وَإِنَّكَ نَسِيتَ اللّٰهَ فَنَسِيتُكَ (مسند أحمد، رقم الحديث ٨٣٤٦) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کو چھینک آئی، ان میں سے

---

[1] (قوله باب إقامة الحدود على الشريف والوضيع) هو من الوضع وهو النقص ووقع هنا بلفظ الوضيع وفى الطريق التى تليه بلفظ الضعيف وهى رواية الأكثر فى هذا الحديث وقد رواه بلفظ الوضيع أيضا النسائى من طريق إسماعيل بن أمية عن الزهرى والشريف يقابل الاثنين لما يستلزم الشرف من الرفعة والقوة ووقع للنسائى أيضا فى رواية لسفيان بلفظ الدون الضعيف (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ١٢، ص ٨٦، باب إقامة الحدود على الشريف والوضيع)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ایک شخص، دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ شریف ومعزز تھا، جب شریف ومعزز شخص کو چھینک آئی، تو اس نے چھینکنے کے بعد الحمدللہ نہیں کہا، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا (یرحمک اللہ کہہ کر) جواب نہیں دیا، پھر دوسرے کو چھینک آئی، تو اس نے الحمدللہ کہا، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا (یرحمک اللہ کہہ کر) جواب دیا، اس پر شریف ومعزز آدمی کہنے لگا کہ مجھے چھینک آئی، تو آپ نے جواب نہیں دیا، اور اسے چھینک آئی، تو آپ نے اسے جواب دیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے اللہ کو یاد کیا تھا، میں نے بھی اسے یاد رکھا، اور تم نے اللہ کو بھلا دیا، لہٰذا میں نے بھی تمہیں بھلا دیا (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں بھی معزز آدمی کے لیے ''شریف'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَقُول :لَيَبْلُغَنَّ هَذَا الْأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَلَا يَتْرُكُ اللّٰہُ بَيْتَ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰہُ هَذَا الدِّيْنَ، بِعِزِّ عَزِيزٍ أَوْ بِذُلِّ ذَلِيلٍ، عِزًّا يُعِزُّ اللّٰہُ بِهِ الْإِسْلَامَ، وَذُلًّا يُذِلُّ اللّٰہُ بِهِ الْكُفْرَ وَكَانَ تَمِيْمٌ الدَّارِيُّ، يَقُوْلُ:قَدْ عَرَفْتُ ذٰلِكَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، لَقَدْ أَصَابَ مَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمُ الْخَيْرُ وَالشَّرَفُ وَالْعِزُّ، وَلَقَدْ أَصَابَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ كَافِرًا الذُّلُّ وَالصَّغَارُ وَالْجِزْيَةُ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٦٩٥٧) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ضرور بالضرور

[1] قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

یہ دین ہر اس جگہ تک پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات پہنچتا ہے، اور اللہ کوئی کچا اور پکا گھر ایسا نہیں چھوڑے گا، جہاں اس دین کو داخل نہ کر دے، خواہ اسے کسی عزت دینے والے کی عزت سے قبول کر لیا جائے، یا اسے کسی ذلیل کی ذلت سے قبول کر لیا جائے، عزت وہ ہوگی، جو اللہ اسلام کے ذریعے عطاء کرے گا، اور ذلت وہ ہوگی، جس سے اللہ کفر کو ذلیل کر دے گا۔

تمیم داری رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ میں نے اس کی حقیقت کو اپنے گھر والوں میں پہچان لیا کہ ان میں سے جو مسلمان ہو گیا، اسے خیر اور شرافت اور عزت حاصل ہوئی، اور جو ان میں سے کافر رہا، اسے ذلت رسوائی اور ٹیکس نصیب ہوا (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں کافر کے مقابلہ میں، مسلمان کے لیے، خیر اور عزت کے ساتھ شرافت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ''شریف'' کا لفظ قابلِ عظمت اور قابلِ تعظیم اور قابلِ اعزاز والی چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اسی لیے قرآن مجید کے ساتھ ''شریف'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ''قرآن شریف''۔

اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ساتھ بھی ''شریف'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ''حدیث شریف''۔ [1]

---

[1] شريف (مفرد) : ج أشراف وشرفاء ، مؤ شريفة، ج مؤ شريفات وشرائف:
صفة مشبهة تدل على الثبوت من شرف :نبيل، عالى المنزلة، سامى المكانة، رفيع الدرجة أشراف القوم :عليتهم وأصحاب المنزلة منهم -حب شريف :عذرى عفيف -نفس شريفة :عزيزة يأنف صاحبها من الدنايا.
من كان من السلالة النبوية "نقيب الأشراف."
الحديث الشريف :قول الرسول صلى الله عليه وسلم وحكاية فعله وتقريره أو صفته.
المصحف الشريف : كتاب الله، القرآن الكريم.
وفاق الأشراف :(قن) اتفاق دولى يعتمد فى تنفيذه على شرف المتفقين وصدقهم، لا على التزامات المعاهدات(معجم اللغة العربية المعاصرة، ج٢، ص ١١٩١، مادة''ش ر ف'')

www.idaraghufran.org

لہٰذا ’’گیارہویں‘‘ کے ساتھ ’’شریف‘‘ کا لفظ استعمال کرنا صحیح نہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ اگر گیارہویں کی رسم کوئی نیک عمل ہوتا، تو اس کے ساتھ شریف کا لفظ لگانے کی ضرورت نہیں تھی، جیسا کہ نماز شریف، روزہ شریف اور حج شریف، یا زکاۃ شریف نہیں بولا جاتا، کیونکہ یہ اعمال خود ہی نیک اور شریف ہیں، لیکن کیونکہ گیارہویں کی رسم کو یہ مقام حاصل نہیں تھا، اس لئے عام لوگوں کو متأثر کرنے کے لئے، اس کے ساتھ شریف کا لفظ لگا دیا گیا، تاکہ عام لوگ، نام سن کر ہی اس کو نیک اور اچھا عمل سمجھنے لگیں، اور اس کے خلاف نہ سوچیں، اور اس پر اعتراض کرنے سے ڈریں۔

البتہ جن چیزوں کو شرعی طور پر شرافت والا مقام حاصل ہے اور ان کی شرافت وعظمت کی وجہ سے ان کے ساتھ شریف وغیرہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ ’’روضہ شریف‘‘ وغیرہ، تو یہ بالکل علیحدہ چیز ہے، کیونکہ ان چیزوں کی عظمت وشرافت، شرعی اصولوں سے ثابت ہے، اور اس کے برعکس گیارہویں کی رسم کی عظمت وشرافت، شرعی اصولوں سے ثابت نہیں، بلکہ شرعی اصولوں سے اس کے خلاف ثابت ہے۔

لہٰذا مروَّجہ گیارہویں کی رسم کو ’’گیارہویں شریف‘‘ یا ’’گیارہویں مبارک‘‘ کا لقب دینا فی نفسہٖ بھی صحیح نہیں، اور اس لفظ سے عام لوگوں کے غلط فہمی میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہے، نیز اس سے ایک غلط رسم کی تائید ہوتی ہے، لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس رسم کے ساتھ شریف یا مبارک کا لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

یہی حکم اس سے ملتی جلتی دوسری مروّجہ رسموں اور منکرات کا بھی ہے، مثلاً ’’عُرس شریف، میلاد شریف‘‘ یا ’’عُرس مبارک‘‘ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ .

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 3)

گیارہویں کا متبادل صحیح طریقہ

بعض ناواقفوں کی طرف سے گیارہویں کی مروَّجہ رسم کو منع کرنے والوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ گیارہویں کا انکار کرنے والے لوگ، دراصل بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرنے سے منع کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ اعتراض سراسر غلط ہے، ایصالِ ثواب سے ہرگز منع نہیں کیا جاتا، بلکہ شرکیہ حرکات، منکرات اور بے جا رسومات اور خرافات اور گناہوں سے منع کیا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ ان مذکورہ خرابیوں سے بچ کر صحیح شرعی طریقوں کی نشاندہی بھی کی جایا کرتی ہے۔

میت کے لیے دعا اور استغفار کرنا اور صدقہ وخیرات دینا اور اخلاص کے ساتھ قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا، اسی طرح نماز وروزہ اور حج وغیرہ سے میت کو ثواب پہنچانا جائز اور صحیح ہے، اہلِ سنت والجماعت کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ ایصالِ ثواب برحق ہے۔

اس سلسلے میں چند حوالہ جات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَحَدُهُمَا: اَنَّ ثَوَابَ الْعِبَادَاتِ الْبَدَنِيَّةِ: مِنَ الصَّلَاةِ وَالْقِرَاءَةِ وَغَيْرِهِمَا، يَصِلُ اِلَى الْمَيِّتِ، كَمَا يَصِلُ اِلَيْهِ ثَوَابُ الْعِبَادَاتِ الْمَالِيَّةِ بِالْاِجْمَاعِ، وَهٰذَا مَذْهَبُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَاَحْمَدَ وَ غَيْرِهِمَا، وَقَوْلُ طَائِفَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ، وَمَالِكٍ، وَهُوَ الصَّوَابُ لِاَدِلَّةٍ كَثِيْرَةٍ،

www.idaraghufran.org

ذَكَرْنَاهَا فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ وَالثَّانِيْ: اَنَّ ثَوَابَ الْبَدَنِيَّةِ لَايَصِلُ اِلَيْهِ بِحَالٍ ، وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ اَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ (اقتضاء الصراط المستقیم، ج۲ص ۲۶۲، القسم الثانی، فصل فی عدم جواز سائر العبادات عندالقبور)

ترجمہ: دونوں قولوں میں سے پہلا قول تو یہ ہے کہ بدنی عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، مثلاً نماز کا، قرائت کا، اوران کے علاوہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، جیسا کہ میت کو مالی عبادات کا بالاجماع پہنچتا ہے، اور یہ ابوحنیفہ اوراحمد وغیرہ کا مذہب ہے، اورشافعی اور مالکی اصحاب کی ایک جماعت کا بھی ہے، اوریہی درست ہے، جس کے بہت سے دلائل ہیں، جن کا ذکر ہم نے دوسرے مقام پر کردیا ہے، اور دوسراقول یہ ہے کہ بدنی عبادات کا ثواب بہرحال نہیں پہنچتا، اور یہ اصحابِ شافعی اور مالک کے نزدیک مشہور ہے (اقتضاء)

علامہ ابنِ تیمیہ کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ:

سُئِلَ: عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّامَاسَعٰى) وَقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ) فَهَلْ يَقْتَضِيْ ذَالِكَ اِذَامَاتَ لَايَصِلُ اِلَيْهِ شَيْئٌ مِنْ اَفْعَالِ الْبِرِّ؟

ترجمہ: سوال کیا گیا اللہ تعالیٰ کے قول ''وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّامَاسَعٰى'' یعنی انسان کے لئے وہی ہے، جو اس نے سعی کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کہ جب ابنِ آدم فوت ہوجاتا ہے، تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، مگر تین

www.idaraghufran.org

چیزوں سے منقطع نہیں ہوتا، ایک تو صدقۂ جاریہ سے، دوسرے اُس علم سے جس سے فائدہ اٹھایا جائے، تیسرے نیک اولاد سے، جو اس کے لئے دعا کرے، تو کیا قرآن مجید کی مذکورہ آیت اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب مسلمان فوت ہوجاتا ہے، تو اس کو (دوسرے کے) نیک عمل کا ثواب نہیں پہنچتا؟

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:

اَلْجَوَابُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَیْسَ فِی الْاٰیَۃِ وَلَا فِی الْحَدِیْثِ اَنَّ الْمَیِّتَ لَایَنْتَفِعُ بِدُعَاءِ الْخَلْقِ لَہٗ، وَبِمَا یُعْمَلُ عَنْہُ مِنَ الْبِرِّ بَلْ اَئِمَّۃُ الْاِسْلَامِ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰی اِنْتِفَاعِ الْمَیِّتِ بِذٰلِکَ، وَھٰذَا مِمَّا یُعْلَمُ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِیْنِ الْاِسْلَامِ، وَقَدْ دَلَّ عَلَیْہِ الْکِتَابُ وَالسُّنَّۃُ وَالْاِجْمَاعُ، فَمَنْ خَالَفَ ذٰلِکَ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْبِدَعِ (الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیة، ج۳، ص۲۷، کتاب الجنائز، قولُهٗ تعالیٰ وأن لیس للانسان الا ماسعی)

ترجمہ: جواب یہ ہے: تمام تعریفیں اللہ ربُّ العالمین کے لئے ہیں! اس آیت اور حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ مُردہ کو مخلوق کی دعا اور جو نیک عمل اس کی طرف سے کیا جاتا ہے، اس سے فائدہ نہیں ہوتا (یعنی مخلوق کی دعا اور نیک عمل سے میت کو فائدہ پہنچنے کی اس آیت یا حدیث میں نفی نہیں ہے) بلکہ ائمۂ اسلام، مخلوق کی دعا اور نیک عمل سے مُردہ کو نفع پہنچنے (یعنی مُردہ کو ایصالِ ثواب ہونے) پر متفق ہیں، اور یہ ان چیزوں میں سے ہے، جو دینِ اسلام سے لازمی طور پر معلوم ہوئی ہیں، اور اس پر قرآن مجید اور سنت اور اجماع (تینوں) سے دلیل موجود ہے، پس جس نے اس (ایصالِ ثواب ہونے) کا انکار کیا، تو وہ اہلِ بدعت میں سے ہے

(فتاویٰ کبریٰ)

اور مدلّل جواب کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

www.idaraghufran.org

فَاللّٰہُ تَعَالیٰ یُثِیبُ ھٰذَا السَّاعِیَ عَلیٰ سَعْیِهٖ الَّذِیْ هُوَ لَهٗ، وَیَرْحَمُ ذَالِکَ الْمَیِّتَ بِسَعْيِ ھٰذَا الْحَيِّ لِدُعَائِهٖ لَهٗ وَصَدَقَتِهٖ عَنْهُ وَصِیَامِهٖ عَنْهُ وَحَجِّهٖ عَنْهُ (الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیة، ج۳، ص ۳۲، کتاب الجنائز، قولہٗ تعالیٰ وأن لیس للانسان الا ماسعی)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ اس سعی (یعنی نیک عمل) کرنے والے کو اس کی سعی پر جو ثواب ہوتا ہے، وہ اس کو عطا فرماتا ہے، اور اس زندہ کی سعی کے ذریعہ سے میت پر رحم فرماتا ہے، خواہ وہ سعی دعا کے عمل کی شکل میں ہو، یا اس کی نیت سے صدقہ کرنے کی شکل میں ہو، یا اس کی طرف سے روزہ رکھنے کی شکل میں ہو، یا اس کی طرف سے حج کرنے کی شکل میں ہو (الفتاویٰ الکبریٰ)

”مرقاۃُ المفاتیح“ کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ ”مشکاۃُ المصابیح“ کی شرح ”مرقاۃُ المفاتیح“ میں فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ عُلَمَاؤُنَا اَلْاَصْلُ فِی الْحَجِّ عَنِ الْغَیْرِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْیَاءِ حَجًّا اَوْ صَلَاۃً اَوْ صَوْماً اَوْصَدَقَةً اَوْ غَیْرَهَا کَتِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ وَالْاَذْکَارِ فَاِذَافَعَلَ شَیْئًا مِّنْ ھٰذَا وَجَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَیْرِهٖ جَازَ وَیَصِلُ اِلَیْهِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ (مرقاۃ شرح المشکاۃ، ج۸ص ۲۴۲۴، کتاب الفتن، باب الملاحم، دارالفکر، بیروت)

ترجمہ: اور ہمارے علماء نے فرمایا کہ دوسرے کی طرف سے حج کے جائز ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے، چاہے وہ عمل حج ہو، یا نماز ہو، یا روزہ ہو، یا صدقہ ہو، یا اس کے

www.idaraghufran.org

علاوہ کوئی اور عمل ہو، جیسے قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر واذکار وغیرہ، جب ان اعمال میں سے کوئی عمل کیا جائے، تو اس کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے، تو یہ جائز ہے اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ ثواب ان کو پہنچتا ہے (مرقاۃ)

''سبلُ السلام'' کا حوالہ

''سبلُ السلام'' میں ہے کہ:

وَذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِّنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَنَفِيَّةِ اِلٰى اَنَّ لِلْاِنْسَانِ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ صَلَاةً كَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْحَجًّا اَوْصَدَقَةً اَوْ قِرَاءَ ةَ قُرْآنٍ اَوْ ذِكْرًا اَوْ اَيَّ اَنْوَاعِ الْقُرَبِ وَهٰذَا هُوَ الْقَوْلُ الْاَرْجَحُ دَلِيْلًا وَقَدْ اَخْرَجَ الدَّارَقُطْنِيُّ (اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَيْفَ يَبُرُّ اَبَوَيْهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا فَاَجَابَهُ بِاَنَّهُ يُصَلِّيْ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِهٖ وَيَصُوْمُ لَهُمَا مَعَ صِيَامِهٖ)وَاَخْرَجَ اَبُوْدَاوُدَ مِنْ حَدِيْثِ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِقْرَءُ وْا عَلٰى مَوْتَاكُمْ سُوْرَةَ يٰسٓ)وَهُوَ شَامِلٌ لِلْمَيِّتِ بَلْ هُوَ الْحَقِيْقَةُ فِيْهِ (سبل السلام شرح بلوغ المرام، ج ا ص،۵۰۹، ۵۱۰،کتاب الجنائز ، باب ماينتفع به الميت من الحی)

ترجمہ: اہلِ سنت کی جماعت اور حنفیہ کے نزدیک انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچائے، چاہے وہ عمل نماز ہو، یا روزہ ہو، یا حج ہو، یا صدقہ ہو، یا قرآن کی قرائت ہو، یا ذکر واذکار ہو، یا نیکی کی کوئی بھی قسم ہو۔اور یہی قول دلیل کے اعتبار سے زیادہ راجح ہے، اور دار قطنی نے تخریج کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ، اُن کے فوت ہونے کے بعد کس طرح نیکی کرسکتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو

جواب دیا کہ وہ اپنے والدین کو نماز پڑھ کر اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھ کر اپنے روزے کے ساتھ (ثواب پہنچا سکتا ہے) اور امام ابوداؤد نے تخریج کیا ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اپنے مُردوں پر سورۃ یٰسٓ پڑھا کرو، اور یہ میت کو شامل ہے، بلکہ حقیقی معنیٰ میں میت ہی کے لیے ہے (سبل السلام)

ایصالِ ثواب میں کیونکہ دوسرے کو نیک عمل کا ثواب پہنچایا جاتا ہے، اور اس عمل پر عامل کے لئے پہلے ثواب مرتب ہونا ضروری ہے، اسی کے بعد وہ کسی دوسرے کو اس کا ثواب پہنچا سکتا ہے۔

اس لئے ایصالِ ثواب ہونے کے لئے چند بنیادی اور اصولی شرطیں ہیں، جب تک وہ موجود نہ ہوں، اس وقت تک ایصالِ ثواب متحقق نہیں ہوتا۔

اور وہ بنیادی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(1)...... ایصالِ ثواب کی پہلی شرط یہ ہے کہ ایصال ثواب کرنے والا مؤمن اور مسلمان ہو۔

کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل عبادت نہیں بنتا، اور کسی عمل پر ثواب مرتب نہیں ہوتا۔ [1]

(2)...... ایصالِ ثواب کی دوسری شرط یہ ہے کہ جس کو ایصالِ ثواب کیا جا رہا ہے

---

[1] القربة متى حصلت، وقعت عن الفاعل، لا لغيره، ولهٰذا تعتبر أهلية الفاعل و نيته (رسائل ابنِ عابدين ج ۱ ص۱۵۷، الرسالة السابعة "شفاء العليل وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل")

امدادُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

وصولِ ثواب کے لئے اس عمل پر اول عامل کو ثواب ملنا شرط ہے، اور ثواب ملنے کے لئے ایمان شرط ہے، پس غیر مومن کے اس عمل یعنی اعطاء وانفاق کا ثواب تو پہنچ نہیں سکتا (امداد الفتاویٰ، ج ا ص ۶۲۸، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، بعنوان "روپیہ دادن ہندو وارث میت را، بغرض اہتمام ایصالِ ثواب" مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، جولائی 2010ء)

www.idaraghufran.org

''وہ مسلمان ہو'' اگرچہ گناہ گار کیوں نہ ہو۔ کیونکہ کافر کو کسی عمل کا ثواب نہیں پہنچتا۔ [1]

(3)...... ایصالِ ثواب کی تیسری شرط یہ ہے کہ جو عمل کیا جائے، وہ خالصتاً، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو۔

اور اس میں نام ونمود وریا کاری اور دکھلاوا، اور مخلوق کی خوشنودی پیشِ نظر نہ ہو۔

کیونکہ اخلاص کے بغیر کسی بھی عمل وعبادت پر ثواب مرتب نہیں ہوتا، اور جب عمل کرنے والے ہی کو ثواب حاصل نہ ہوگا، تو وہ دوسرے کو اس کا ایصالِ ثواب کیسے کر سکے گا۔ [2]

---

[1] رجل تصدق على الميت أو دعا له ، فانه يصل الثواب الى الميت، اذا جعل ثواب عمله لغيره من المومنين، جاز، كذا فى السراجية (الفتاوىٰ الهندية ج۴ص۴۰۸، كتاب الهبة، الباب الثانى عشر فى الصدقة)

"عقائدُ الاسلام" میں ہے کہ:

زندہ مسلمانوں کی دعا اور خیرات سے مسلمان مُردہ کو نفع پہنچتا ہے، مُردہ کافر کے لئے دعا اور صدقہ ہرگز نفع نہیں دیتا، کیونکہ کافروں کے تمام اعمال حبط ہیں، اور نہ کسی کی دعا وغیرہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوسکتی ہے،'' لايخفف عنهم العذاب ولاهم ينصرون ''(عقائد الاسلام ادریسی، حصہ اول، ص۶۰ ''عالمِ برزخ'' عقیدۂ دوم، مطبوعہ: مکتبہ عثمانیہ، لاہور)

[2] ان القراء ة فى نفسها عبادة ، وكل عبادة لابد فيها من الاخلاص لله تعالىٰ بلارياء حتى تكون عبادة يرجى بها الثواب وقد عرفوا الرياء بان يراد بالعبادة غير وجه تعالىٰ، فالقارئ بالاجرة ثوابه ماأراد القراءة لاجله،وهو المال............واذا كان لا ثواب له لم تحصل المنفعة المقصودة للمستأجر لانه استأجره لاجل الثواب فلا تصح الاجارة (رسائل ابنِ عابدين ج ا ص۱۶۷، الرسالة السابعة"شفاء العليل وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل")

فالحاصل أن ما شاع فى زماننا من قراء ة الأجزاء بالأجرة لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقراء ة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال؛ فإذا لم يكن للقارء ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد فى هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة إلى جمع الدنيا -إنا لله وإنا إليه راجعون -اهـ.(ردالمحتار، ج٦ ص٥٦، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فى الاستئجار على الطاعات)

وقد قال العلماء ان القارئ اذا قرأ لاجل المال فلا ثواب له فاى شيئ يهدى الى الميت وانما يصل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(4)...... ایصالِ ثواب کی چوتھی شرط یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے جو عمل کیا جائے وہ عمل شریعت کے مطابق ہو، اور اس میں کسی شریعت کے حکم کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہو، اور نہ ہی کوئی بدعت وغیرہ اس میں شامل کی گئی ہو۔

کیونکہ شریعت کا حکم توڑ کر کوئی عمل عبادت نہیں رہتا، اور بدعت کے ارتکاب سے بھی نیک عمل عبادت کے زمرے سے نکل کر گناہ کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ [1]

(تفصیل کی لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'')

امدادُ الفتاویٰ کا حوالہ

امدادُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

پس ایصالِ ثواب اگر اس طور سے کرے، جس میں فسادِ عقیدہ کا احتمال نہ ہو، تو مضائقہ (وحرج) نہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ نہ دن اور تاریخ کی تخصیص کرے، نہ کسی خاص چیز کی، اور اغنیاء (یعنی مالداروں) اور گھر والوں کو نہ دے، اور اعلان کر کے نہ دے، اور کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر کچھ نہ پڑھے، اور یہ عقیدہ نہ کرے کہ حضرت ہماری مدد فرماویں گے، اور یہ نیت نہ رکھے کہ اس عمل کی برکت سے ہمارے مال اور اولاد میں برکت وترقی ہوگی۔ محض یوں سمجھے کہ انہوں نے ہم پر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الی المیت العمل الصالح والاستئجار علی مجرد التلاوۃ لم یقل بہ احد من الائمۃ وانما تنازعوا فی الاستئجار وعلی التعلیم ولابأس بجواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ ونص علیہ احمد(الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیہ،ج۵ ص۴۰۸، کتاب البیوع،باب الاجارۃ)

[1] الأصل فی ہذا الباب أن الإنسان لہ أن یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ کان أو صوما أو صدقۃ أو غیرہا کالحج وقراءۃ القرآن والأذکار وزیارۃ قبور الأنبیاء -علیہم الصلاۃ والسلام -والشہداء والأولیاء والصالحین وتکفین الموتی وجمیع أنواع البر، کذا فی غایۃ السروجی شرح الہدایۃ (الفتاویٰ الہندیۃ،ج ا ص۲۵۷ ،کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر)

دین کا احسان کیا ہے، کہ سیدھا راستہ کتابوں میں بتلا گئے ہم ان کو نفع پہنچاتے ہیں کہ ثواب سے ان کے درجات بلند ہوں گے، بس اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں (امداد الفتاویٰ، ج ۵ ص ۳۰۸، کتاب البدعات، بعنوان ''پیرانِ پیر کی گیارہویں کا ناجائز ہونا اور ایصالِ ثواب کا نہ ہونا'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع ششم، جولائی 2010ء)

''امدادُالمفتین'' کا حوالہ

امدادُالمفتین میں ہے کہ:

اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ حضرت غوثِ اعظم (یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی) رحمہ اللہ کو ایصالِ ثواب اس طرح کرے کہ اس میں بدعات شامل نہ ہوں، تو بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔ بدعات شامل نہ ہونے کی بہتر صورت تو یہ ہے کہ روپیہ نقد بالکل خفیہ طور پر غرباء ومساکین میں تقسیم کر کے ثواب پہنچا دے۔ کیونکہ نقد دینے میں زیادہ ثواب ہے اور خفیہ دینے میں بھی بہ نسبت علانیہ کے زیادہ ثواب ہے اور کھانا بھی کھلانا ہو، تو بلا التزام تاریخ معیَّن (یعنی کسی خاص تاریخ کو ضروری قرار دیئے اور سمجھے بغیر) جب وسعت ہو، کھلاوے، اس میں مضائقہ (وحرج) نہیں (کذافی العالمگیریہ ص ۲۳۸ ج ۴) (امدادُالمفتین ص ۱۷۲، کتاب السنۃ والبدعۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، اشاعت اول)

علامہ وحیدُ الزمان صاحب کا حوالہ

علامہ وحیدُ الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ:

اَمَّا نَفْسُ قِرَاءَ ۃِ الْقُرْآنِ وَاِیْصَالُ ثَوَابِھَا وَاِیْصَالُ ثَوَابِ الْعِبَادَاتِ الْبَدَنِیَّۃِ اَوِ الْمَالِیَّۃِ اِلَی الْاَمْوَاتِ بِلَاتَعْیِیْنِ الْیَوْمِ وَالْوَقْتِ فِیْھِمَا لَابَأْسَ بِہٖ (نزل الابرار من فقه النبی المختار، ج ۱ ص ۱۷۸، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، فصل فی التعزیۃ، مطبوعۃ: مطبع سعید، بنارس، ھندوستان، 1328ھجری)

ترجمہ: بہرحال نفسِ قرآن مجید کی قرائت کر کے اس کا ایصالِ ثواب کرنا، یا بدنی عبادات یا مالی عبادات کے ذریعہ سے مُردوں کو ایصالِ ثواب کرنا، بغیر کسی دن اور وقت کی پابندی کے کوئی حرج کی بات نہیں (نزل الابرار)

اس لیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو اگر شریعت کے تقاضوں کے مطابق اور صحیح عقیدے کے ساتھ ایصالِ ثواب کیا جائے، تو اس کا ہرگز بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، جو شخص اس کا انکار کرتا ہے، وہ غلطی پر ہے، اور اس کی بات شرعاً نا قابلِ اعتبار ہے۔

اور اگر ایصالِ ثواب شرعی اصولوں سے ہٹ کر کرنے سے منع کیا جاتا ہے، تو یہ حقیقی ایصالِ ثواب اور اس کے اپنی ذات میں وجود کا انکار نہیں کہلاتا، بلکہ خاص اس طریقہ پر ایصالِ ثواب ہونے کا انکار کہلاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے اصولوں سے ہٹ کر کوئی عمل کرنے سے نہ تو ایصالِ ثواب ہوتا اور نہ ہی یہ طریقہ شرعاً جائز ہوتا، جیسا کہ ممنوع و مکروہ وقت میں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے، تو یہ نماز پڑھنے سے منع کرنا نہیں کہلاتا۔

مذکورہ حوالہ جات سے ایصالِ ثواب کو شرعی اصولوں کے مطابق کرنے کا طریقہ معلوم ہو چکا ہے، اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اور اپنے مال، وقت اور سب سے بڑھ کر ایمان کو خراب وضائع ہونے سے بچانا چاہئے۔

لہٰذا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام پر ایصالِ ثواب کو خاص گیارہویں کے عنوان سے انجام دینا، درست نہیں، اس میں مذکور و موجود، تاریخ، مہینہ، اور کھانے وغیرہ کی پیدا کی ہوئی پابندیوں کو چھوڑنا چاہئے، اور جب ایسا کریں گے، تو گیارہویں کی رسم ہی کا وجود نہ رہے گا، خالی شریعت کے مطابق صحیح ایصالِ ثواب باقی رہ جائے گا، اور یہی مقصود ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ .

(فصل نمبر 4)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق

چند خود ساختہ روایات

بہت سے لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف کچھ جھوٹے قصے وحکایات اورغلط باتیں اور غیر مستند روایتیں منسوب کردی ہیں، جو مستند ومعتبرنہیں ہیں، جن کو گیارہویں کی رسم انجام دینے والے بعض حضرات وافراد، بڑے زوروشور سے بیان کیا کرتے ہیں، ان سے بھی آگاہ رہنا چاہئے۔

علامہ ذہبی کا حوالہ

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ :لَيْسَ فِيْ كِبَارِ الْمَشَايِخِ مَنْ لَهُ أَحْوَالٌ وَّ كَرَامَاتٌ أَكْثَرُ مِنَ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ، لٰكِنَّ كَثِيْراً مِّنْهَا لَا يَصِحُّ، وَفِيْ بَعْضِ ذٰلِكَ أَشْيَاءُ مُسْتَحِيْلَةٌ......

وَفِي الْجُمْلَةِ:اَلشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ كَبِيْرُ الشَّأْنِ، وَعَلَيْهِ مَآخِذُ فِيْ بَعْضِ أَقْوَالِهٖ وَدَعَاوِيْهِ، وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ، وَبَعْضُ ذٰلِكَ مَكْذُوْبٌ عَلَيْهِ (سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ص ۴۵۰، ۴۵۱ ملخصاً، تحت ترجمة ”الشيخ عبدالقادر“ رقم الترجمة ۲۸۶،مؤسسة الرسالة، بيروت)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ بڑے مشائخ میں کسی کے احوال اور کرامات شیخ عبدالقادر

سے زیادہ نہیں ہیں، لیکن ان میں سے اکثر احوال وکرامات صحیح نہیں ہیں، اوران میں سے بعض ناممکن چیزیں بھی ہیں......

اور خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالقادر بلند مقام رکھنے والے ہیں، اور آپ کے اقوال اور دعاوی کو مآ خذ کی حیثیت حاصل ہے، اور اللہ کی طرف لوٹنا ہے، اور بعض چیزیں آپ کی طرف جھوٹی منسوب ہیں (سیر اعلام النبلاء)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض نادان لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق غلو کرتے ہوئے مختلف حکایات وروایات، گھڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کردی ہیں۔

جن میں سے چند گھڑی ہوئی باتوں کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی خودساختہ روایت

بعض لوگ ایک روایت نقل کیا کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں کیا کرتے تھے۔

مگر اولؔ تو یہ روایت ثابت نہیں، اس کا باسند طریقہ پر ثبوت دینا چاہئے۔

دوسرےؔ اگر کسی درجہ میں ثبوت ہو بھی، تو کیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کرتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں چھوڑ کر بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کرتے ہو، یہ تو ان کے خلاف ہے، کیونکہ اگر بالفرض، شیخ عبدالقادر جیلانی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں کیا کرتے تھے، تو وہ اس کو ہرگز گوارا نہ کرسکتے تھے کہ میرے بعد بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میری گیارہویں کی جائے۔

تیسرےؔ اس میں عقیدہ بھی فاسد ہے کہ یہ لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد کرتے ہیں تو بڑے پیر صاحب کی گیارہویں، بلکہ بعض جگہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا میلاد

بھی ہونے لگا، گویا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، نعوذ باللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہوگئے (مستفاد از: اشرف الجواب، حصہ دوم، ص۹۵، بتغیر واضافہ، بعنوان ''اہلِ بدعت کے شبہات کے جوابات''مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، سنِ طباعت: اکتوبر ۱۹۸۸ء، وعظ ''رأس الربیعین'' بتغیر)

لہٰذا نہ تو مذکورہ روایت ثابت ہے، اور نہ ہی اس طرح کی روایت سے مروّجہ گیارہویں کی رسم کا کوئی ثبوت ہوتا، جس سے توبہ کرنی چاہیے۔

دوسری خودساختہ روایت

ایک روایت یہ مشہور کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے کندھے پر پاؤں رکھ کر اس جگہ سے آگے تشریف لے گئے تھے۔

حالانکہ یہ خودساختہ روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے واقعات تفصیل سے احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، لیکن اس واقعہ کا کوئی صحیح ثبوت نہیں۔ اس قصہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی غالی عقیدت مند شخص کے ذہن کا اختراع ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کی کوئی سند بیان نہیں کی جاتی، جو کسی واقعہ کے غلط اور صحیح ہونے کے لئے بنیادی معیار ہے۔

معراج سے متعلق تفصیلی احادیث وروایات اور واقعات کے بارے میں ہماری مفصّل ومدلّل تالیف ''معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' ملاحظہ فرمائیں۔

تیسری خودساختہ روایت

ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبوت باقی ہوتی، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نبی ہوتے۔

یہ بھی خودساختہ اور صاف جھوٹ پر مبنی روایت ہے، احادیث کے ذخیرہ میں کہیں اس کا ذکر

www.idaraghufran.org

نہیں، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف غلو کی نسبت کرنے والوں کے وجود سے پہلے اس روایت کا بھی کوئی وجود نہیں تھا۔

اگر یہ پیشینگوئی صحیح ہوتی، تو اس سے پہلے کوئی مستند محدث ضرور اس کو ذکر کرتا، کیونکہ احادیث کی کتابیں پہلے سے موجود تھیں۔

چوتھی خودساختہ روایت

ایک حکایت یہ مشہور کی جاتی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے پاس ایک بڑھیا آئی، جس کا لڑکا مرگیا تھا کہ حضرت اس کو زندہ کردو، اس پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی عمر تو ختم ہوچکی، اب زندہ نہیں ہوسکتا، وہ رونے اور اصرار کرنے لگی، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے، اور عرض کیا کہ اس لڑکے کو زندہ کردیا جائے، وہاں سے خطاب ہوا کہ اس کی تقدیر میں اور زندگی نہیں ہے، اس لئے اب زندہ نہیں ہوسکتا، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ حق تعالیٰ سے کہتے ہیں (ذرا ملاحظہ کیجئے! یہ حق تعالیٰ سے باتیں ہورہی ہیں) کہ حضرت آپ سے کہنے کی تو اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کی تقدیر میں اور حیات نہیں اور اس کی تقدیر میں کچھ اور زندگی ہوتی، تو آپ سے کہنے کی کیا ضرورت تھی، پھر تو آپ مجبور ہوکر خود ہی زندہ کرتے (نعوذ باللہ تعالیٰ) اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ پھر تقدیر کے خلاف تو نہیں ہوسکتا، اس پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو جلال آیا، اور آپ نے قوتِ کشفیہ (یعنی کشف کی قوت) سے ملکُ الموت کو ٹٹولا کہ وہ کہاں ہیں؟ آخر نظر آئے تو دیکھا کہ ایک تھیلے میں اس دن کے مُردوں کی روحیں بھر کرلے جارہے ہیں، ابھی تک ہیڈ کوارٹر نہ پہنچے تھے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ان کو ٹوکا اور کہا کہ بڑھیا کے لڑکے کی روح واپس کردو، تم اس کو نہیں لے جاسکتے، وہ انکار کرنے لگے، آپ نے وہ تھیلا اِن کے ہاتھ سے چھین کر کھول دیا،

جتنی روحیں تھیں، سب پھُر پھُر کر کے اڑ گئیں، اور اس دن جتنے مُردے مرے تھے، سب زندہ ہوگئے، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے حق تعالیٰ سے کہا کہ کیوں اب راضی ہوگئے، ایک مُردے کے زندہ کرنے پر راضی نہ ہوئے، اب بہت دل خوش ہوا ہوگا، جب ہم نے سارے مُردوں کو زندہ کردیا؟

توبہ توبہ، استغفراللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح گفتگو کرنے کی کسی کو مجال ہے؟

مگر یہ سب حکایتیں جاہلوں نے گھڑی ہیں اور ان کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ وہ کام کر سکتے ہیں، جو اللہ بھی نہیں کرسکتا، بھلا کچھ ٹھکانا ہے اس کفر کا؟ (مستفاد از: اشرف الجواب، حصہ دوم، ص۹۵، ۹۶، بتغیر واضافہ، بعنوان ''اہلِ بدعت کے شبہات کے جوابات'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، سنِ طباعت: اکتوبر ۱۹۸۸ء، وعظ ''فناء النفوس فی رضاء القدوس'' ص ۸، والربیع فی الربیع لحکیم الامت رحمہ اللہ، بتغیر)

بہرحال حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق یہ واقعہ بھی سراسر جھوٹ ہے، جس طرح دوسرے مذہب کے لوگ اپنے بزرگوں کی طرف جھوٹے قصے منسوب کرتے ہیں، تو بعض غالی مسلمانوں نے بھی ایسی ہی صورت اختیار کرلی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۵۲۵، کتاب الایمان والعقائد، باب العقائد، مایتعلق بالمعجزۃ الکرامۃ والالھام، ناشر: جامعہ فاروقیہ کراچی، سنِ طباعت: 2005)

پانچویں خودساختہ روایت

ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بڑھیا کا خاندان دریا میں غرق ہوگیا تھا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے دعا کی، وہ سب زندہ ہوگئے اور کشتی صحیح سلامت کنارے آ لگی، اور سب زندہ بچ نکلے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق یہ واقعہ بھی من گھڑت اور جھوٹا ہے، اور اتنے

بڑے بزرگ پر جھوٹا بہتان باندھنا تو بہت بڑی بدبختی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے (ایضاً)

چھٹی خودساختہ روایت

ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ایک مرید کی تقدیر اور قسمت میں کوئی اولاد نہیں تھی، جس پر نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت شیخ نے اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے ایک تو کیا سات بیٹے دے کر اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دیا۔

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی توہین ہے، کیا اسلام میں اس قسم کے واقعہ کا کوئی وجود ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم عطاء فرمائے۔

ساتویں خودساختہ روایت

ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ایک مرید، اللہ اور اُس کے رسول کو نہیں جانتا تھا، لیکن آپ نے اس کو صرف اپنا مرید ہونے کی وجہ سے قبر کے عذاب سے بچالیا اور منکر نکیر کو نعوذ باللہ تعالیٰ ڈرا کر بھگا دیا۔

اس قسم کے واقعے بعض کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

یہ بھی مہمل اور بے سند، بلکہ خلافِ شریعت بات ہے۔

ایسی خلافِ شرع بے سند روایات اور واقعات کا لکھنا پڑھنا، سننا، سنانا، سب ناجائز و حرام ہے

(والتفصیل فی امداد الفتاویٰ ج۶ ص ۶۸ تا ۸۴، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، ترتیبِ جدید 1393 ہجری)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ کے مقبول اور بزرگ بندے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متبع اور پابند تھے، ان کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ انھوں نے نفس کی خواہشوں کو حدودِ شرع میں رکھا اور اس کی کوشش کی کہ کوئی کام خلافِ سنت نہ ہونے پائے، ان کو بدعات سے سخت نفرت تھی، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، اور اس

پر رحمت کی بارش فرمائے، اوران کے درجات کو بلند فرمائے، اوران کے بتلائے ہوئے سنت کے مطابق طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یادرکھئے! لغو اور بیہودہ حکایات گھڑ کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنے سے ان کے کمال میں ترقی نہیں ہوتی، نہ اسلام نے یہ طریقہ سکھایا ہے، بلکہ اس کی ممانعت ہے، یہ طریقہ تو غیروں کا ہے، کہ وہ اپنے بڑوں کی طرف ایسی باتیں گھڑ گھڑ کر منسوب کیا کرتے ہیں (کذافی: فتاویٰ محمودیہ ج ا ص ۵۲۵، کتاب الایمان والعقائد، باب العقائد، ما یتعلق بالمعجزۃ الکرامۃ والالہام، ناشر: جامعہ فاروقیہ کراچی، سنِ طباعت: 2005)

پھر جو لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف بے سند واقعات اور قصے منسوب کرتے ہیں، کل قیامت کے دن، ان قصوں کے جھوٹا ثابت ہونے پر اللہ، اس کے رسول اور خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، اور دوسری مخلوق کے سامنے، کس قدر ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، کیا اس کی ان لوگوں میں سکت ہوسکتی ہے، اللہ کے واسطے، اپنی حالت پر رحم کھایے، اور اپنے آپ کو آخرت کی ذلت ورسوائی اور عذاب سے بچایے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ .

(فصل نمبر 5)

گیارہویں، شیخ عبدالقادر جیلانی کی

11 تعلیمات کی روشنی میں

گیارہویں کی مروّجہ رسم کی تفصیلات قرآن وسنت، فقہ اور اکابر فقہاء کے فتاویٰ کی روشنی میں آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے، اب مروّجہ گیارہویں کی رسم کو اس شخصیت کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں ملاحظہ کرنا چاہئے، جس کے نام سے گیارہویں کی یہ رسم انجام دی جاتی ہے، اس لئے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی گیارہ تعلیمات کو ذکر کیا جارہا ہے، تا کہ گیارہ کے عدد کو ذہن میں رکھ کر آج کل کی گیارہویں کی رسم اور اس میں پائی جانے والی خرابیوں کا خود اس ہستی کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی پہلی تعلیم

(1)......حقیقی توحید یا سچے موحد کی شان بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَيَصِيرُ مُوْقِنًا مُوَحِّدًا ضَرُوْرَةً يَقْطَعُ أَنْ لَّا فَاعِلَ فِي الْحَقِيقَةِ إِلَّا اللّٰهَ لَا مُحَرِّكَ وَلَا مُسَكِّنَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا خَيرَ وَلَاشَرَّ وَلَا ضَرَّ وَلَا نَفْعَ وَلَا عَطَاءَ وَلَا مَنعَ، وَلَا فَتحَ وَلَا غَلْقَ، وَلَا مَوْتَ وَلَا حَيَاةَ، وَلَا عِزَّ وَلَا ذِلَّ إِلَّا بِيَدِ اللّٰهِ (فتوح الغيب، ص۸، ۹، المقالة الثالثة, في الابتلاء، مطبوعة: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى – مصر، الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ، 1973ء)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پس یہ یقین کرنے والا ہو جائے کہ (سب کچھ) کرنے والا فی الحقیقت اللہ ہی ہے اور حرکت وسکون دینے والا، بس اللہ ہی ہے اور خیر وشر، نفع وضرر اور دینا، نہ دینا اور کھولنا، بند کرنا اور موت وحیات اور عزت وذلت اور فراخ دستی وتنگدستی صرف اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے (اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی اختیار نہیں)

(فتوح الغیب)

پس حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے خیر، نفع، رزق، زندگی، صحت، تندرستی، اولاد اور عزت وغیرہ حاصل کرنے کی غرض سے گیارہویں کرنا، خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے عقیدے اور تعلیمات کے خلاف ہوا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی دوسری تعلیم

(2)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لَیْسَ لِأَحَدٍ ضَرٌّ وَّنَفْعٌ، وَلَا جَلْبٌ وَّلَا دَفْعٌ، وَلَا عِزٌّ وَلَا ذِلٌّ، وَلَا رَفْعٌ وَلَا خَفْضٌ، وَلَا فَقْرٌ وَلَا غِنًی، وَلَا تَحْرِیْکٌ وَلَا تَسْکِیْنٌ، اَلْأَشْیَاءُ کُلُّهَا خَلْقُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبِیَدِ اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ، بِأَمْرِهٖ وَإِذْنِهٖ جَرْیَانُهَا، وَکُلٌّ یَّجْرِیْ لِأَجَلٍ مُّسَمًّی، وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ، لَا مُقَدِّمَ لِمَا أَخَّرَ، وَلَا مُؤَخِّرَ لِمَا قَدَّمَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ "وَإِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗ إِلَّا هُوَ وَإِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (فتوح الغیب، ص ۴۴، المقالة الثامنة عشرة،فی النهی عن الشکوی،مطبوعة:شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی – مصر، الطبعة الثانیة ۱۳۹۲ھ، 1973ء)

ترجمہ: اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے، ضرر اور نہ نفع اور نہ فائدہ کا حاصل

کرنا، اور نہ بلاؤں کا ٹالنا، اور نہ عزت دینا، نہ ذلت دینا، نہ بلند کرنا، نہ پست کرنا، نہ حرکت دینا، نہ سکون دینا، سب چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں۔ اسی کے دستِ قدرت میں ہیں، اسی کے حکم اور اِذن واجازت سے ان کا چلنا ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازہ کے ساتھ ہے، وہ جس کو مؤخر کرے، اس کو کوئی مقدم کرنے والا نہیں اور جس کو مقدم کرے، اس کو کوئی مؤخر کرنے والا نہیں اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے، تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو بھلائی پہنچانا اور فضل وکرم کرنا چاہے، تو کوئی اس کے فضل وکرم کو رد کرنے والا نہیں، وہ اپنا فضل بندوں میں سے جس کو چاہے، پہنچاتا ہے، اور وہی غفور الرحیم ہے (فتوح الغیب)

پس حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی گیارہویں، اس نیت سے کرنا کہ وہ بلاؤں کو ٹال دیں گے، یا ذلت وتکلیف کو دور کردیں گے، یا سکون عطا کریں گے، یا زندگی میں برکت عطا فرمادیں گے، اور گیارہویں نہیں کریں گے، تو اس سے ناراض وناخوش ہوکر اس کے برخلاف کردیں گے۔

یہ سب خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے عقائد اور ان کی تعلیمات کے خلاف ہوا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی تیسری تعلیم

(3)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دَعْ مَا فِیْ أَیْدِی الْخَلْقِ فَلَا تَطْلُبُہٗ وَلَا تَعَلِّقُ قَلْبَکَ بِہٖ، وَلَا تَرْجُو الْخَلْقَ وَلَا تَخَافِھِمْ، وَخُذْ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَھُوَ مَا لَا یُرِیْبُکَ، وَلْیَکُنْ لَکَ مَسْؤُوْلٌ وَّاحِدٌ وَّمُعْطٍ وَّاحِدٌ وَمَرْجُوٌّ وَّاحِدٌ وَمُخَوِّفٌ وَّاحِدٌ وَمَوْجُوْدٌ وَّاحِدٌ وَھَمَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَھُوَ رَبُّکَ عَزَّ وَجَلَّ

الَّذِیْ نَوَاصِیُ الْمُلُوْکِ بِیَدِہٖ وَقُلُوْبُ الْخَلْقِ بِیَدِہٖ الَّذِیْ هِیَ أُمَرَاءُ الْأَجْسَادِ، وَأَمْوَالُ الْخَلْقِ لَهٗ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُمْ وُکَلَاؤُهٗ وَأُمَنَاؤُهٗ، وَحَرَکَةُ أَیْدِیْهِمْ بِالْعَطَاءِ لَکَ بِإِذْنِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَأَمْرُهٗ وَتَحْرِیْکُهٗ، وَکَفُّهَا عَنْ عَطَائِکَ کَذٰلِکَ، قَالَ عَزَّ مَنْ قَائِلٍ: وَاسْأَلُوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ،وَقَالَ تَعَالٰی ،إِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْکُرُوْا لَهٗ إِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ وَقَالَ سُبْحَانَهٗ: وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ،وَقَالَ تَعَالٰی: اُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ ،وَقَالَ تَعَالٰی: إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ،وَقَالَ تَعَالٰی: إِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (فتوح الغیب ،ص ۵۰، المقالة العشرون، فی قوله صلی الله علیه و سلم، دع ما یُریبک إلی ما لا یریبک،مطبوعة:شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی – مصر، الطبعة الثانیة ۱۳۹۲ھ، 1973ء)

ترجمہ: مخلوق کے ہاتھ میں جو کچھ ہے، تُو اس کو چھوڑ دے، اور اس کو طلب نہ کر، اور اپنے دل کو اللہ ہی کے ساتھ وابستہ رکھ، اور تُو مخلوق سے امید اور خوف مت رکھ، اور اللہ عزوجل کے فضل کو حاصل کر، جو تجھے شک میں نہیں ڈالے گا، اور ”چاہیے کہ تیرا سوال اور امید اور خوف ایک ہی سے ہو، اور تجھے ایک ہی سے خوف ہو، اور تو ایک ہی کامل وجود کا قائل ہو، اور اسی کی طرف ہمت ہو، اور وہ تیرا رب عزوجل ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں بادشاہوں کی پیشانیاں ہیں اور ساری مخلوق کے دل ہیں، اسی کے قبضۂ قدرت میں تمام امیروں کے جسم ہیں، اور مخلوق کا سب مال، اللہ عزوجل کی ملکیت ہے، اور مخلوق صرف اس کی وکیل اور امانت دار ہے، اور مخلوق کی تجھے کچھ دینے کی حرکت، اللہ عزوجل کے اِذن اور اس کے حکم

سے ہے، اور اس کا حرکت کرنا اور دینے سے ہاتھ روک لینا بھی اسی وجہ سے ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ تم اللہ سے اس کے فضل کو مانگو، اور فرماتا ہے کہ بے شک وہ لوگ، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں، پس تم اللہ ہی کے پاس رزق طلب کرو، اور اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں، تو میں ان کے قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہے، اور زبردست قوت والا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہے، بے حساب رزق عطا فرماتا ہے (فتوح الغیب)

پس اللہ کے بجائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے اپنی حاجت برآری کے لیے گیارہویں کرنا، خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق ناجائز ہوا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی چوتھی تعلیم

(4)......ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مَا سَأَلَ النَّاسَ مَنْ سَأَلَ إِلَّا لِجَهْلِهِ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَضُعْفِ إِيْمَانِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ وَيَقِيْنِهٖ وَقِلَّةِ صَبْرِهٖ، وَمَا تَعَفَّفَ مَنْ تَعَفَّفَ عَنْ ذٰلِكَ إِلَّا لِوُفُوْرِ عِلْمِهٖ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقُوَّةِ إِيْمَانِهٖ وَيَقِيْنِهٖ وَتَزَايُدِ مَعْرِفَتِهٖ بِرَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ (فتوح الغيب ،ص ۱۰۴، المقالة الثالثة والأربعون فى ذم السؤال من غير الله تعالىٰ ،مطبوعة:شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى – مصر، الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ، 1973ء)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جس نے کچھ بھی لوگوں سے مانگا، اس نے صرف اللہ عزوجل کے متعلق اپنی جہالت اور ایمان کے ضعف اور معرفت ویقین کی کمزوری اور صبر کی کمی کی وجہ سے مانگا، اور جس نے اس سے پرہیز کیا، اس نے اللہ عزَّ وجلَّ کی پوری معرفت اور اپنے رب عزوجل کی ایمان ویقین کی زبردست قوت کی وجہ سے پرہیز کیا (فتوح الغیب)

پس اللہ عزوجل کے مقابلہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے سوال کرنے کے لیے، ان کے نام کی گیارہویں کرنا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک جہالت، ایمان کی کمزوری اور اللہ کی معرفت ویقین کے کمزور اور صبر کی کمی پر مبنی ہوا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی پانچویں تعلیم

(5)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ، وَقَالَ تَعَالٰی: إِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ أَن یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ.

اِتَّقِ الشِّرْکَ جِدًّا وَلَا تَقْرَبْہُ، وَاجْتَنِبْہُ فِیْ حَرَکَاتِکَ وَسَکَنَاتِکَ وَلَیْلِکَ وَنَھَارِکَ، فِیْ خَلْوَتِکَ وَجَلْوَتِکَ (فتوح الغیب، ص۵۵، المقالۃ الثالثۃ والعشرون فی الرضا بما قسم اللہ تعالی، مطبوعۃ: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی – مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۲ھ، 1973ء)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو، بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک اللہ اس کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے،

Idara Ghufran

معاف فرمادے گا۔

آپ شرک سے بہت بچو اور اس کے قریب مت جاؤ، اور اپنی حرکات اور سکنات میں اور رات اور دن میں، اور تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے (یعنی ہر حال میں) شرک سے بچو (فتوح الغیب)

پس شرکیہ نظریات وحرکات پر مشتمل گیارہویں کرنا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک شرک کا ذریعہ ہوا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی چھٹی تعلیم

(6)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا وَجَدْتَّ فِيْ قَلْبِکَ بُغْضَ شَخْصٍ أَوْ حُبَّهٗ فَأَعْرِضْ أَعْمَالَهٗ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ،فَإِنْ كَانَتْ فِيْهِمَا مَبْغُوْضَةً فَأَبْشِرْ بِمُوَافَقَتِکَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلَهٗ، وَإِنْ كَانَتْ أَعْمَالُهٗ فِيْهِمَا مَحْبُوْبَةً وَأَنْتَ تُبْغِضُهٗ فَاعْلَمْ بِأَنَّکَ صَاحِبُ هَوٰى، تُبْغِضُهٗ بِهَوَاکَ ظَالِمًا لَهٗ بِبُغْضِکَ إِيَّاهُ، وَعَاصٍ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُوْلِهٖ مُخَالِفٌ لَهُمَا فَتُبْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بُغْضِکَ وَاسْأَلْهُ عَزَّ وَجَلَّ مَحَبَّةَ ذٰلِکَ الشَّخْصِ وَغَيْرِهٖ مِنْ أَحِبَّائِهٖ وَأَوْلِيَائِهٖ وَأَصْفِيَائِهٖ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِهٖ، لِتَكُوْنَ مُوَافِقًا لَهٗ عَزَّ وَجَلَّ، وَكَذٰلِکَ اِفْعَلْ فِيْمَنْ تُحِبُّهٗ يَعْنِيْ أَعْرِضْ أَعْمَالَهٗ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانَتْ مَحْبُوْبَةً فِيْهِمَا فَأَحِبَّهٗ، وَإِنْ كَانَتْ مَبْغُوْضَةً فَأَبْغِضْهُ (فتوح الغيب ،ص۷۵،المقالة الحادية والثلاثون،فى البغض فى الله، مطبوعة:شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى – مصر، الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ، 1973ء)

ترجمہ: جب آپ اپنے دل میں کسی شخص کے بغض یا محبت کو پائیں، تو اس شخص کے اعمال کو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول پر پیش کریں، پس اگر اس کے اعمال، کتابُ اللہ اور سنتِ رسول میں مبغوض اور ناپسندیدہ ہوں، اور آپ اس شخص کو مبغوض رکھتے ہوں، تو آپ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی موافقت سے خوش ہوجائیں (کہ آپ نے کسی کو مبغوض وناپسند درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے کیا، جو خوشی کی بات ہے) اور اگر اس شخص کے اعمال، کتابُ اللہ اور سنتِ رسول میں محبوب اور پسندیدہ ہوں اور آپ اس شخص کو مبغوض رکھتے ہوں، تو آپ یہ بات جان لیں کہ آپ خواہش پرست ہیں کہ آپ اس سے اپنی خواہش کی وجہ سے بغض رکھتے ہیں، آپ اس کے لئے اپنے بغض کی وجہ سے ظلم کرنے والے ہیں اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے ہیں، جو اس کی مخالفت کرتے ہیں، پس آپ اللہ عزوجل سے اپنے بغض سے توبہ کریں اور میں (آپ کے مذکورہ طرزِ عمل کے برعکس) اللہ عزوجل سے اس شخص کی محبت کی دعا کرتا ہوں، اور ان لوگوں کی محبت کی بھی جو اللہ کو پسند ہیں اور اس کے ولی ہیں اور اس کے منتخب کردہ ہیں اور اس کے نیک بندے ہیں، تاکہ اللہ عزوجل کی موافقت ہوجائے اور یہی عمل، میں اس شخص کے بارے میں اختیار کرتا ہوں، جس سے تو محبت کرتا ہے، یعنی میں اس کے اعمال کو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول پر پیش کرتا ہوں، پس اگر اس کے اعمال، کتابُ اللہ اور سنتِ رسول میں محبوب ہیں، تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اگر مبغوض ہیں، تو میں اس سے بغض رکھتا ہوں (فتوح الغیب)

پس جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی گیارہویں، کتابُ اللہ اور سنتِ رسولُ اللہ سے ثابت نہیں، بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مبغوض وناپسندیدہ ہے، تو

اس کے انجام دینے والے سے خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، ناراض و ناخوش ہوں گے۔

اور اس طرح گیارہویں کرنا، نیکی برباد، گناہ لازم، والی بات ہوگی۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی ساتویں تعلیم

(7)......ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ أَمَامَكَ وَأنْظُرْ فِيهِمَا وَأعْمَلْ بِهِمَا، وَلَا تَغْتَرُ بِالْقَالِ وَالْقِيلِ وَالْهَوِسِ، قَالَ اللّٰهُ تَعالىٰ: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ، وَلَا تُخَالِفُوهُ فَتَتْرُكُوا الْعَمَلَ بِمَا جَاءَ بِهِ وَتَخْتَرِعُوا لِأَنْفُسِكُمْ عَمَلًا وَعِبَادَةً كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ فِي حَقِّ قَوْمٍ: ضَلُّوا سَوَآءَ السَّبِيلِ، وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِ الْآيَةِ، ثُمَّ إِنَّهُ قد زَكّٰى هُوَ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَّهَهُ عَنِ الْبَاطِلِ وَالزُّوْرِ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى، أَيْ مَا آتَاكُمْ بِهِ فَهُوَ مِنْ عِنْدِي لَا مِنْ هَوَاهُ وَنَفْسِهِ فَاتَّبِعُوهُ، ثُمَّ قَالَ تَعَالىٰ: قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ، فَبَيَّنَ أَنَّ طَرِيقَ الْمَحَبَّةِ إِتِّبَاعُهُ قَوْلًا وَّفِعْلًا (فتوح الغيب، ص ۹۰، المقالة السادسة والثلاثون، فی بيان الدنيا و الآخرة و ما ينبغی أن يعمل فيهما، مطبوعة: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی – مصر، الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ، 1973ء)

ترجمہ: اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول کو اپنے سامنے رکھو، اور ان میں غور وفکر اور ان کے مطابق عمل کرو اور قیل وقال اور ہوس کے چکر میں نہ پڑو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے کہ جو چیز تمہیں رسول دیں، وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرو۔

اور تم رسول کی مخالفت نہ کرو کہ تم اس کی لائی ہوئی چیز کو چھوڑ دو اور اپنے لئے کوئی عمل اور عبادت خود سے گھڑ لو (جس کو بدعت کہا جاتا ہے) جیسا کہ اللہ عزوجل نے اس قوم کے بارے میں فرمایا، جو سیدھے راستے سے بھٹک گئی تھی کہ ان کے رھبان (اور بزرگوں) نے ایسی چیزیں گھڑ لی تھیں کہ ہم نے ان پر ان چیزوں کو مقرر نہیں کیا تھا۔

پھر اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باطل اور جھوٹ سے پاک صاف کردیا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ نبی اپنی شہوت سے بات نہیں کرتا، جو کچھ بھی ہوتا ہے، وہ وحی کیا ہوا ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نبی جو چیز تمہیں دیں، تو وہ میری طرف سے ہے، اپنی شہوت اور اپنی ذات کی طرف سے نہیں ہے، لہٰذا تم اس کی اتباع کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبی آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو، تم سے اللہ محبت فرمائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے محبت کا طریقہ نبی کے قول اور فعل میں اتباع کرنے کو بیان فرمایا ہے (فتوح الغیب)

پس قرآن وسنت کے نزول کے صدیوں بعد، دین کے نام سے اہم طریقہ پر انجام دیا جانے والا، گیارہویں کے نام سے یہ عمل کیسے ثواب ہوگا، اور اس کے نتیجہ میں کس طرح اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت حاصل ہوگی۔

خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے۔

اور ضد اور تعصب اور فرقہ پرستی کی نظر کر کے، غلط فہمی اور بدعت میں مبتلا نہ ہوجایئے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی آٹھویں تعلیم

(8)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَالسَّلَامَةُ مَعَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَالْهَلَاكُ مَعَ غَيْرِهِمَا، وَبِهِمَا يَتَرَقّٰى الْعَبْدُ إِلٰى حَالَةِ الْوِلَايَةِ وَالْبَدَلِيَّةِ وَالْغَوْثِيَّةِ (فتوح الغيب، ص ۹۱، المقالة السادسة والثلاثون، فى بيان الدنيا و الآخرة و ما ينبغى أن يعمل فيهما، مطبوعة: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى – مصر، الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ، 1973ء)

ترجمہ: پس سلامتی، کتابُ اللہ اور سنتِ رسول کے ساتھ ہے اور ان دونوں کے علاوہ دوسری چیزوں کے ساتھ ہلاکت ہے اور ان دونوں چیزوں کے ساتھ ہی بندہ، ولایت، بدلیت اور غوثیت کی حالت کی طرف ترقی کرتا ہے (فتوح الغیب)

پس کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے مقابلہ میں گیارہویں کی رسم کرنا، خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ہلاکت کا سبب ہوا، اور اس کی وجہ سے بندہ، ولایت تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی نویں تعلیم

(9)......ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَادْخُلْ بِالظُّلْمَةِ فِى الْمِصْبَاحِ وَهُوَ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا تَخْرُجْ عَنْهُمَا فَإِنْ خَطَرَ خَاطِرٌ أَوْ وَجَدَ إِلْهَامٌ فَاعْرِضْهُ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَإِنْ وَجَدْتَّ فِيْهَا تَحْرِيْمَ ذٰلِكَ مِثْلَ أَنْ تُلْهَمَ بِالزِّنَا وَالرِّيَاءِ وَمُخَالَطَةِ أَهْلِ الْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعَاصِي، فَادْفَعْهُ عَنْكَ وَاهْجُرْهُ وَلَا تَقْبَلْهُ وَلَا تَعْمَلْ بِهٖ، وَاقْطَعْ بِأَنَّهٗ مِنَ الشَّيْطَانِ اللَّعِيْنِ، وَإِنْ وَجَدْتَّ فِيْهَا إِبَاحَةَ

كَالشَّهْوَاتِ الْمُبَاحَةِ مِنَ الْأَكْلِ أَوِ الشُّرْبِ أَوِ اللُّبْسِ أَوِ النِّكَاحِ فَاهْجُرْهُ أَيْضًا وَلَا تَقْبَلْهُ، وَاعْلَمْ أَنَّهُ مِنْ إِلْهَامِ النَّفْسِ وَشَهْوَاتِهَا وَقَدْ أُمِرْتَ بِمُخَالَفَتِهَا وَعَدَاوَتِهَا (فتوح الغيب، ص ٢٦، المقالة العاشرة فى النفس و أحوالها، مطبوعة: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى – مصر، الطبعة الثانية ١٣٩٢هـ، 1973ء)

ترجمہ: آپ ظلمت کو چراغ میں داخل کریں اور چراغ، کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آپ ان دونوں سے نہ نکلیں اور اگر کوئی بات کھٹکے یا دل میں کوئی بات پائیں، تو آپ اس کو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کریں، پھر اگر آپ ان میں اس کا حرام و ناجائز ہونا پائیں، مثلاً آپ کے دل میں زنا یا دکھلاوے، یا فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ میل جول اور اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کا تقاضا ہو، تو آپ اس کو اپنے سے دور کریں اور اس کو چھوڑ دیں اور اس کو قبول نہ کریں اور اس پر عمل نہ کریں اور اس بات کا یقین کرلیں کہ وہ شیطان لعین کی طرف سے ہے، جس سے ہم اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے پناہ مانگتے ہیں (فتوح الغیب)

پس جب قرآنِ مجید اور سنتِ رسول سے گیارہویں کی رسم کا ثبوت نہیں ملتا، اور یہ رسم، اسلام کی کئی صدیاں گزرنے کے بعد شروع ہوئی، تو اس کو کیسے ثواب کا کام قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایسا سمجھنا، خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی فکر کے خلاف ہوا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی دسویں تعلیم

(10)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(يَاغُلَامُ) بَيَّنْتُكَ مُلَازَمَةَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْعَمَلَ بِهِمَا وَالْإِخْلَاصَ

www.idaraghufran.org

فِی الْعَمَلِ، اَنَّہٗ اُرٰی عُلَمَاءَ کُمْ جُھَّالًا، زُھَّادَکُمْ طَالِبِی الدُّنْیَا وَرَاغِبِیْنَ فِیْھَا، مُتَوَکِّلِیْنَ عَلَی الْخَلْقِ نَاسِیْنِ لِلْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ، اَلثِّقَۃُ بِغَیْرِ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ سَبَبُ اللَّعْنَۃِ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ کَانَتْ ثِقَتُہٗ بِمَخْلُوْقٍ مِثْلِہٖ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ: مَنْ تَعَزَّزَ بِمَخْلُوْقٍ فَقَدْ ذَلَّ.

(وَیْحَکَ) اِذَا خَرَجْتَ مِنَ الْخَلْقِ صِرْتَ مَعَ الْخَالِقِ یَعْرِفُکَ مَالَکَ وَمَا عَلَیْکَ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۱۶۱، المجلس الثامن والثلاثون فی فضل لا الٰہ الا اللہ، مطبوعۃ: منشورات الجمیل، بغداد، الطبعۃ الاولیٰ: ۲۰۰۷ء)

ترجمہ: صاحبزادہ! قرآن وسنت کا پابند رہنا اور ان پر عمل کرنا اور عمل میں اخلاص پیدا کرنا (تیرا دعویٰ ایمان کا) گواہ ہے، میں تمہارے عالموں کو جاہل اور تمہارے زاہدوں کو دنیا کا طالب، دنیا میں بارغبت، مخلوق پر اعتماد رکھنے والا اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے والا دیکھ رہا ہوں۔ حق تعالیٰ کے علاوہ دوسرے پر بھروسہ کرنا، لعنت کا سبب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ملعون ہے وہ شخص، جس کا بھروسہ اپنی جیسی مخلوق پر ہو۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مخلوق سے عزت چاہی، وہ بے شک ذلیل ہوا۔

تجھ پر افسوس! جب تو مخلوق سے باہر ہو جائے گا، تب خالق کی معیت حاصل ہوگی کہ وہ (خالق) تجھ کو تیرے نفع ونقصان سے آگاہ کردے گا (الفتح الربانی)

پس حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک دنیا کمانے کے لیے اور غیرُ اللہ پر

بھروسہ کرتے ہوئے، گیارہویں کی رسم منانا، اور اس سلسلہ میں جاہل وناواقف عالموں کی چکنی چوپڑی باتوں میں آنا، درست نہ ہوا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں تعلیم

(11)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(یَاغُلَامُ) مَتٰی یَصْفُوْ قَلْبُکَ وَیَصْفُوْسِرُّکَ وَاَنْتَ مُشْرِکٌ بِالْخَلْقِ وَکَیْفَ تُفْلِحُ وَاَنْتَ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ تَعَیَّنَ مَنْ تَمْضِیْ اِلَیْهِ وَتَشْکُوْ اِلَیْهِ وَتَکْدِیْ مِنْهُ ، کَیْفَ یَصْفُوْ قَلْبُکَ وَهُوَ فَارِغٌ مِنَ التَّوْحِیْدِ مَا فِیْهِ ذَرَّةٌ مِنْهُ ،اَلتَّوْحِیْدُ نُوْرٌ وَالشِّرْکُ بِالْحَقِّ ظُلْمَةٌ ، کَیْفَ تُفْلِحُ وَقَلْبُکَ فَارِغٌ مِّنَ التَّقْوٰی مَا فِیْهِ ذَرَّةٌ ،اَنْتَ مَحْجُوْبٌ عَنِ الْخَلْقِ،مَحْجُوْبٌ بِالْاَسْبَابِ عَنِ الْمُسَبِّبِ،مَحْجُوْبٌ بِالتَّوَکُّلِ عَلَی الْخَلْقِ وَالثِّقَةِ بِهِمْ،اَنْتَ دَعْوٰی مُجَرَّدَةٌ بَاقَةُ بَقْلٍ مَا تُعْطٰی بِالدَّعْوٰی بِلَا بَیِّنَةٍ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی،ص ۲۹۶، المجلس الثا نی والستون فی التوحید،مطبوعة : منشورات الجمیل، بغداد، الطبعة الاولیٰ:۲۰۰۷ء)

ترجمہ: صاحب زادہ! تیرا دل کب صاف ہوگا، اور تیرے باطن میں صفائی کس وقت آئے گی، حالانکہ تو اللہ کی مخلوق کو شریک قرار دیے ہوئے ہے، اور تو کامیابی کیونکر پائے گا، جبکہ تو ہر وقت مخلوق ہی سے مدد چاہتا ہے، مخلوق ہی کی طرف جاتا ہے، مخلوق ہی سے شکوہ کرتا ہے اور مخلوق ہی سے بھیک مانگتا ہے، جبکہ تیرا دل توحید سے بالکل خالی ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی توحید نہیں، تو وہ صاف کس طرح ہو سکتا ہے؟ توحید، نور ہے اور مخلوق کو اللہ کا شریک قرار دینا ظلمت اور اندھیرا ہے، تُو کامیابی کس طرح پا سکتا ہے، حالانکہ تیرا دل تقوے سے ایسا خالی ہے کہ اس میں

اس کا ذرہ بھر بھی نہیں، تو مخلوق کی وجہ سے خالق سے رکا ہوا ہے، اسباب کے سبب مسبب سے رکا ہوا ہے، اور مخلوق کا بھروسہ واعتماد رکھنے کی وجہ سے توکل سے رکا ہوا ہے تو صرف دعویٰ ہے اور گواہ کے بغیر دعوے سے ایک مٹھی گھاس بھی تجھ کو نہیں مل سکتی (الفتح الربانی)

پس حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک ان کے نام کی گیارہویں، اس غرض سے کرنا کہ وہ حضرت شیخ سے کسی بھی عنوان سے مدد طلب کی جائے، یہ شرک میں داخل ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام سے جو آج کل گیارہویں کی رسم جاری ہے، وہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف سے بیان کیے گئے ارشادات کی روشنی میں بھی جائز نہیں۔

اس لیے اس رسم سے بچنا چاہیے، اور اس کے بجائے ایصالِ ثواب کے صحیح طریقوں کو اختیار کرنا چاہیے، جن میں کسی قسم کا گناہ اور بدعت شامل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بزرگانِ دین کی صحیح تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور بزرگانِ دین کا ایسا احترام جو شریعت کو مطلوب ہے، صحیح طور پر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہر قسم کی بدعات اور لغویات سے حفاظت فرمائے، اور بزرگانِ دین کے نام پر ان کی ہدایات کی خلاف ورزی کرنے کے طرزِ عمل سے بچائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ .

www.idaraghufran.org

(باب نمبر2)

عُرس منانے کا شرعی حکم

بعض مشہور صوفیائے کرام یا مذہبی پیشواؤں کے مزاروں پر ہر سال ان کے یومِ وفات کے موقع پر جو بعض لوگوں کی طرف سے دھوم دھام کے ساتھ اجتماع ہوتا ہے، اسے آج کل کے عرف ورواج میں عرس کہا جاتا ہے۔

جس طرح گیارہویں کی رسم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے یومِ وفات کے حوالے سے منائی جاتی ہے، اسی طرح سالانہ عرس بھی بزرگوں کے یومِ وفات کی نسبت سے منائے جاتے ہیں اور بعض لوگ گیارہ تاریخ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا عرس بھی مناتے ہیں، اور عوام النّاس کے عقائد بھی ان دونوں چیزوں کے متعلق تقریباً ملتے جلتے ہیں، اور قبروں پر کی جانے والی بڑی بدعات میں سے عرس بڑی بدعت ہے، جس کو قبر کی سالانہ عید بھی کہا جاتا ہے، اس لئے گیارہویں کے ساتھ عرس کی رسم پر بھی روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

عربی میں ”عرس“ کے معنیٰ

”عرس“ دراصل عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ ”شادی“ کے آتے ہیں، اور اسی وجہ سے دولہا اور دلہن کو بھی عربی زبان میں ”عرس“ کہا جاتا ہے، اور شادی کے بعد میاں بیوی کی ایک دوسرے سے پہلی ملاقات کی رات کو عربی زبان میں ”لیلۃُ العروس“ کہا جاتا ہے، اور شادی کے بعد دعوتِ ولیمہ کو بھی ”دعوتِ عرس“ کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] العروس وصف يستوى فيه الذكر والأنثى ما داما فى إعراسهما وجمع الرجل عرس بضمتين مثل رسول ورسل وجمع المرأة عرائس وعرس بالشيء أيضا لزمه ويقال العروس من هذين وأعرس بامرأته بالألف دخل بها وأعرس عمل عرسا وأما عرس بامرأته بالتثقيل على معنى الدخول فقالوا هو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث میں ''عرس'' کا ذکر

کئی احادیث میں اسی حیثیت سے ''عرس'' یا ''عروس'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَبْصَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءً وَصِبْيَانًا مُقْبِلِينَ مِنْ عُرُسٍ، فَقَامَ مُمْتَنًّا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٥١٨٠، كتاب النكاح، باب ذهاب النساء والصبيان إلى العرس)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خطأ وإنما يقال عرس إذا نزل المسافر ليستريح نزلة ثم يرتحل قال أبو زيد وقالوا عرس القوم فى المنزل تعريسا إذا نزلوا أى وقت كان من ليل أو نهار فالإعراس دخول الرجل بامرأته.

والتعريس نزول المسافر ليستريح.

وعرس الرجل بالكسر امرأته والجمع أعراس مثل حمل وأحمال وقد يقال للرجل عرس أيضا والعرس بالضم الزفاف ويذكر ويؤنث فيقال هو العرس والجمع أعراس مثل قفل وأقفال وهى العرس والجمع عرسات ومنهم من يقتصر على إيراد التأنيث والعرس أيضا طعام الزفاف وهو مذكر لأنه اسم للطعام.

وابن عرس بالكسر دويبة تشبه الفأر والجمع بنات عرس(المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير، ج٢،ص ٤٠١،مادة، ع ر س)

قوله من عرس بالضم ثم السكون أى من وليمة وقوله أعرس الرجل بأهله إذا دخل بها والعروس الزوجة لأول الابتناء بها والرجل كذلك وقوله أعرستم الليلة هو كناية عن الجماع قوله معرسين التعريس نزول آخر الليل للنوم والراحة ويستعمل فى كل وقت ومنه معرسين فى نحر الظهيرة(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١ ،ص١٥٥ ،كتاب الاعتصام،الفصل الخامس فى سياق ما فى الكتاب من الألفاظ الغريبة على ترتيب الحروف مشروحا)

قوله :(وليمة عرسى) الوليمة طعام الزفاف، وقيل :اسم لكل طعام، والعرس، بالكسر :امرأة الرجل، وبالضم :طعام الوليمة، وينبغى أن يكون بالكسر وألا يكون المعنى وليمة وليمتى، وهكذا لا يقال .وفى (المغرب) : العرس بالضم :اسم، ومنه إذا دعى أحدكم إلى وليمة عرس فليجب، أى: إلى طعام عرس، وطعام الوليمة يسمى :عرسا باسم سببه(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١٥ ،ص١٨ ،كتاب الخمس،باب فرض الخمس)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ایک مرتبہ انصار کی عورتوں اور بچوں کو عرس (یعنی شادی) سے آتے دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کی وجہ سے ٹھہر گئے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم لوگ مجھے سب آدمیوں سے زیادہ محبوب ہو (بخاری)

اس حدیث میں ''عرس'' کا لفظ شادی بیاہ کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، قَالَ:وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِيْنَةِ، فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ اِرْتِفَاعِ النَّهَارِ (مسلم،رقم الحديث ۱۴۲۸ "۹۳"كتاب النكاح،باب زواج زينب بنت جحش، ونزول الحجاب، وإثبات وليمة العرس)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنتِ جحش کے ساتھ ''عروس'' (یعنی شادی کے بعد دولہا ہونے کی حالت میں) صبح کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے مدینہ میں نکاح ہوا تھا، پھر لوگوں کو ولیمہ کے کھانے کے لئے سورج بلند ہونے کے بعد مدعو کیا (مسلم)

اس حدیث میں ''عروس'' کا لفظ شادی کے بعد ''دولہا'' ہونے کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا عَرَّسَ أَبُوْ أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ، فَمَا صَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا وَلَا قَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ إِلَّا امْرَأَتُهُ أُمُّ أُسَيْدٍ، بَلَّتْ تَمَرَاتٍ فِيْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ مِّنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ أَمَاثَتْهُ لَهُ فَسَقَتْهُ، تُتْحِفُهُ بِذٰلِكَ (بخاری، رقم الحديث ۵۱۸۲، كتاب النكاح، باب قيام المرأة على الرجال فى العرس وخدمتهم بالنفس)

ترجمہ: جب ابواُسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ’’عرس‘‘ (یعنی شادی) کی، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند صحابہ کی بھی دعوت کی، حضرت ابواُسید نے نہ تو ان کے لئے کھانا بنایا اور نہ ہی کھلایا، بلکہ ان کی بیوی نے ہی کھانا تیار کرنے اور کھلانے کی خدمت انجام دی، پتھر کے پیالہ میں رات کو کھجوریں بھگو دیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھا چکے، تو اس دلہن نے، کھجوروں کو پانی میں حل کرکے، یہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا (بخاری)

اس حدیث میں ’’عرس‘‘ کا لفظ شادی کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ،فَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَاشَةَ العُرُسِ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ :إِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۵۱۴۸، كتاب النكاح، باب قول الله تعالى:وآتوا النساء صدقاتهن نحلة)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے سونے کی گٹھلی کے عوض میں (مہر مقرر کرکے) نکاح کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ’’عرس‘‘ (یعنی شادی) کی خوشی والے آثار دیکھے، تو ان سے، اس کے متعلق سوال کیا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ میں نے ایک عورت سے سونے کی گٹھلی کے عوض میں نکاح کیا ہے (بخاری)

اس حدیث میں بھی ’’عرس‘‘ شادی کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلٰى وَلِيْمَةِ عُرُسٍ، فَلْيُجِبْ (مسلم، رقم الحديث ۱۴۲۹ ”۹۸“ كتاب النكاح، باب الأمر بإجابة الداعى إلى دعوة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو ''عرس'' (یعنی شادی) کے ولیمہ کی دعوت دی جائے، تو اسے چاہیے کہ قبول کر لے (مسلم)

اس حدیث میں بھی ''عرس'' شادی کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا قُبِرَ أَحَدُكُمْ أَوِ الْإِنْسَانُ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا : الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ : النَّكِيْرُ فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ؟ فَهُوَ قَائِلٌ مَا كَانَ يَقُوْلُ فَإِنْ كَانَ مُؤْمِنًا قَالَ : هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ فَيَقُوْلَانِ لَهُ : إِنْ كُنَّا لَنَعْلَمُ إِنَّكَ لَتَقُوْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِيْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِيْ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَيُنَوَّرُ لَهُ فِيْهِ فَيُقَالُ لَهُ : نَمْ فَيَنَامُ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِيْ لَا يُوْقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهٖ إِلَيْهِ حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ.

وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ: لَا أَدْرِيْ كُنْتُ أَسْمَعُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَكُنْتُ أَقُوْلُهُ فَيَقُوْلَانِ لَهُ : إِنْ كُنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: اِلْتَئِمِيْ عَلَيْهِ فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهَا أَضْلَاعُهُ فَلَا يَزَالُ مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣١١٧، كتاب الجنائز، فصل فى أحوال الميت فى قبره) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص یا انسان کو قبر (وبرزخ) میں پہنچا دیا جاتا ہے، تو اس کے پاس دو سیاہ، نیلے رنگ کے فرشتے آتے ہیں، جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، پھر وہ دونوں

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى (حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

اس قبر والے سے کہتے ہیں کہ تم اس آدمی یعنی محمد کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ پس وہ قبر والا جواب میں وہی کچھ کہتا ہے، جو وہ (دنیا میں) کہا کرتا تھا، پس اگر وہ مومن ہوتا ہے، تو جواب میں کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور محمد اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں، پھر وہ فرشتے اس قبر والے سے کہتے ہیں کہ بے شک ہم جانتے ہیں کہ تُو یہی کہا کرتا تھا، پھر اس کے لئے ستّر ستّر ہاتھ تک قبر میں کشادگی کر دی جاتی ہے، اوراس کے لئے نور وروشنی کر دی جاتی ہے، پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ تم سو جاؤ، پھر وہ ''عروس'' (یعنی دولہا ودلہن) کی نیند (کی طرح خوش وخرم ہوکر) سوجاتا ہے کہ جس کو اس کے سب سے زیادہ گھر کے محبت کرنے والے لوگ ہی بیدار کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو اللہ، اس کے اس لیٹنے کی جگہ سے اٹھائے گا۔

اور اگر وہ قبر والا منافق ہوتا ہے، تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں) معلوم نہیں، میں لوگوں کو ان کے متعلق کچھ کہتا ہوا سنا کرتا تھا، پس میں بھی ان کے بارے میں وہی کچھ کہا کرتا تھا، تو وہ فرشتے اس کو کہتے ہیں کہ بے شک ہم جانتے ہیں کہ تُو یہی کہا کرتا تھا، پھر زمین کو کہا جاتا ہے کہ اس پر لپٹ جا، تو وہ زمین اس پر لپٹ جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھُس جاتی ہیں، پھر اس کو برابر عذاب دیا جاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کو اللہ اس کے اس لیٹنے کی جگہ سے اٹھائے گا (ابنِ حبان)

اس حدیث میں ''عروس'' کا لفظ دولہا ودلہن کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، اوراس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن وصالح بندے کو قبر میں دفن ہونے کے بعد دولہا دلہن کی طرح، یعنی آرام وبے فکری کی نیند سُلا دیا جاتا ہے، اور وہ پھر اس عرس کی حالت میں قیامت تک رہتا ہے، خواہ مومن مرد ہو، یا مومنہ عورت ہو۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ''عرس'' دراصل شادی بیاہ اور خوشی کے موقع کا لفظ ہے، اور اس کا بنیادی و حقیقی طور پر کسی کی وفات سے تعلق نہیں، کیونکہ وفات کا موقع خوشی کے بجائے غم کا موقع ہوتا ہے، پھر بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کے وفات کے دن کو شادی بیاہ کی خوشی جیسا عنوان دینا، کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

البتہ جب کوئی نیک صالح مومن بندہ فوت ہوتا ہے، تو قبر میں جانے کے بعد اس کو ''عرس'' کے موقع کی طرح عیش و آرام کے ساتھ سوجانے کی نعمت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ پیچھے حدیث میں گزرا۔

اس حیثیت سے نیک صالح لوگوں اور مومنوں کے لیے فوت ہونے کے بعد دفن کا موقع ان کے حق میں ایک طرح سے ''عرس'' کا موقع ہوتا ہے، اور شاید اسی وجہ سے بزرگانِ دین کے فوت ہونے کے دن کو عرس کا دن کہا جانے لگا، لیکن ایک تو اس کا تعلق، زندوں سے نہیں، بلکہ فوت ہونے والے مومن سے ہے، اسی کے حق میں یہ موقع عرس کا موقع ہے۔

دوسرے اس کا ہر سال فوت ہونے والے دن و تاریخ سے تعلق نہیں۔

تیسرے احادیث کی رو سے یہ شرف و فضیلت ہر مومن و متقی اور نیک بندوں کو حاصل ہوتی ہے، اس میں مشہور بزرگوں اور ولیوں کی تخصیص نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ''عرس'' کے عنوان سے آج کل جو طرح طرح کی بدعنوانیوں کا ارتکاب ہورہا ہے، ان کا ''عرس'' کی اصل حقیقت سے دُور دراز کا بھی تعلق نہیں ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> عرس کے معنیٰ لغت میں شادی کے ہیں اور اس کا حاصل ہے ایک محبوب کا دوسرے سے وصل ہونا اور کیونکہ نیک لوگوں کی موت ان کے لئے وصلِ محبوب ہوتی ہے، نیز ایک روایت میں بھی آیا ہے کہ جب کسی مقبول بندے کی وفات ہوتی ہے، تو فرشتے سوال و جواب کے بعد اس سے کہتے ہیں، ''نَمْ کَنَوْمَةِ

الْعُرُوْسِ‘‘ ترجمہ: دلہن کی طرح بے فکر سوجا۔

اس اعتبار سے بزرگانِ دین کے فوت ہونے کا دن، ان کے حق میں عرس کا دن ہوا، لیکن اول تو یہ دن ان کے حق میں ہے، نہ کے کسی اور کے حق میں۔

دوسرے یہ دن بھی خاص ہے، ہر سال آنے والے دن کو یہ مقام حاصل نہیں۔

تیسرے فوت ہونے کے بعد ان کی قبر پر، ان کے نام سے عرس کے طور پر جمع ہونا یہ قبر کی زیارت کے مفہوم کے بالکل خلاف ہے۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ لوگوں نے اس کے مفہوم ومصداق دونوں کو بالکل خراب کر دیا ہے۔

مصداق کی خرابیاں تو ظاہر ہیں کہ تمام شرک وبدعت اس عرس کا جزو ہوگئی ہیں۔

باقی مفہوم کی خرابی یہ ہے کہ اس لفظ کے لغوی معنٰی لے کر شادی کے لوازم بھی وہاں جمع کر دیئے ہیں، چنانچہ اکثر جگہ رسم ہے کہ بزرگوں کی قبر پر مہندی چڑھاتے ہیں، نقارہ رکھتے ہیں، مزامیر وغیرہ سب لغو حرکتیں جمع کر رکھی ہیں (’’اشرف الجواب‘‘ بتغیر، صفحہ ۱۰۶، حصہ دوم: اہلِ بدعات کے شبہات کے جواب، بعنوان: عرس کے حقیقی معنٰی اور بزرگوں کے مروّجہ عرسوں کا خلافِ شرع ہونا، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، سنِ طباعت: اکتوبر ۱۹۸۸ء)

خلاصہ یہ کہ بزرگانِ دین کے فوت ہونے کے موقع پر ہر سال ان کی قبروں پر ’’عرس‘‘ کے عنوان سے جمع ہونے اور میلہ لگانے کا قرآن وسنت سے کوئی ثبوت نہیں، اور اس کو عرس کا عنوان اور نام دینا بھی سراسر جہالت اور غلطی ہے۔

البتہ اولیائے کرام اور بزرگانِ دین سے حسنِ عقیدت اور اُن سے اللہ کے لئے محبت کرنا، جبکہ شریعت کی حدود میں ہو، یہ مقبول اعمال میں داخل ہے، اور سچے اولیائے کرام کے نقشِ قدم پر چلنا اور ان کی صحیح معنٰی میں پیروی کرنا، باعثِ سعادت ہے، اور اُن کی وفات کے بعد اُن کے لئے شرعی قواعد کے مطابق ایصالِ ثواب کرنا اور ان کے درجات بلند ہونے

کے لئے دعا کرنا ایک پسندیدہ عمل ہے، اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے کسی بزرگ کی قبر پر حاضری دینا اور سنت کے مطابق سلام کہنا، مزارات پر عبرت حاصل کرنے، اور صاحبِ قبر کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی غرض سے جانا ہرگز کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

لیکن اگر اس سلسلہ میں شرعی احکام کی خلاف ورزی کی جائے، جیسا کہ آج کل کے عرس وغیرہ میں ہوتا ہے، تو یہ نیک اعمال، درحقیقت گناہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں قبروں پر شرک پرستی اور مختلف بدعات، منکرات اور خرافات، نیز گناہوں کا دور دورہ تھا، جس کی وجہ سے ابتداء میں قبروں پر جانے سے بھی منع کر دیا گیا تھا، پھر جب شرک وبدعات سے مسلمانوں میں نفرت ہوگئی، تو قبروں پر حاضر ہونے کی اجازت دی گئی۔

احادیث میں ان چیزوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چند احادیث ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

زیارتِ قبور سے متعلق احادیث وروایات

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّ فِيْ زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۲۳۵، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کر دیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کر لیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت میں موت کی یاد دہانی ہوتی ہے (یعنی موت یاد آتی ہے) (ابوداؤد)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داؤد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے، جس کے بعد امام ترمذی نے فرمایا کہ اس باب میں حضرت ابوسعید، حضرت ابنِ مسعود، حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم وعنہا کی حدیثیں ہیں، اور حضرت بریدہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور اہلِ علم کا اس پر عمل ہے، جو زیارتِ قبور میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اور یہی قول امام ابنِ مبارک اور امام شافعی اور احمد اور اسحاق کا ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٩٧٦ "١٠٨"، كتاب الكسوف، باب استئذان النبى صلى الله عليه وسلم ربه عز وجل فى زيارة قبر أمه، دار إحياء التراث العربى -بيروت)

ترجمہ: تم قبروں کی زیارت کیا کرو، اس لئے کہ یہ موت کو یاد دلاتی ہے (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّ فِيْهَا عِبْرَةً (مسند احمد، رقم الحديث ١١٣٢٩، مستدرك حاكم، رقم الحديث ١٣٨٦، كتاب الجنائز) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک وبت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع

---

[1] وفى الباب عن أبى سعيد، وابن مسعود، وأنس، وأبى هريرة، وأم سلمة :.حديث بريدة حديث حسن صحيح، "والعمل على هذا عند أهل العلم: لا يرون بزيارة القبور بأسا، وهو قول ابن المبارك، والشافعى، وأحمد، وإسحاق "(سنن الترمذى، تحت رقم الحديث ١٠٥٤)

[2] قال الحاكم: " هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه "
و قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت میں عبرت ونصیحت کا سامان ہے (مسند احمد، حاکم)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٥٧١، كتاب الجنائز، باب ما جاء فى زيارة القبور، مستدرك حاكم، رقم الحديث ١٣٨٧، كتاب الجنائز) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک وبت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب (چونکہ ایمان اور توحید دلوں میں راسخ ہوگئی، شرک وغیرہ کا خدشہ نہ رہا، اس لیے) تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو، کیونکہ قبروں کی زیارت دراصل دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے، اور آخرت کی یاد دلاتی ہے (ابنِ ماجہ، حاکم)

اب عرس وغیرہ کے موقع پر جو عرس کی رسم ہوتی ہے، اس میں موت کو یاد کرنے اور عبرت کو حاصل کرنے کی اہمیت کا تو دور دور تک بھی ذکر نہیں ہوتا، اس کے بجائے، شرک، قبروں کو سجدہ، صاحبِ قبر سے مختلف مرادیں مانگنا، اس کے لیے منتیں ماننا، ڈھول، باجا، قوالیاں، بے پردگی اور نہ جانے کیا کیا بدعات ومنکرات ہوتی ہیں، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس قسم کی چیزوں کی وجہ سے ہی ابتدائے اسلام میں قبروں پر جانے سے منع کیا گیا تھا، پھر آج کے دور میں عرس وغیرہ کی جس تقریب میں یہ چیزیں اجتماعی انداز میں اور میلوں ٹھیلوں کی شکل میں ہوں، اس غرض کے لیے قبر پر حاضر ہونے کو کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية ابنِ ماجه)

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ: أَلَا إِنِّيْ قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، ثُمَّ بَدَا لِيْ أَنَّهَا تُرِقُّ الْقَلْبَ، وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ، فَزُوْرُوْهَا وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۳۴۸۷، المستدرك على الصحيحين للحاكم، رقم الحديث ۱۳۹۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور سے منع فرمایا، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا کرتا تھا، پھر مجھے (اللہ کی طرف سے) ظاہر ہوا کہ یہ (یعنی قبروں کی زیارت اور قبروں پر حاضری) دل میں رقّت پیدا کرتی ہے، اور آنکھوں میں آنسو لاتی ہے، اور آخرت کی یاد دلاتی ہے، لہٰذا اب تم زیارتِ قبور کیا کرو، لیکن کوئی غلط بات نہ کہا کرو (مسند احمد، حاکم)

قبر پر حاضر ہو کر صاحبِ قبر سے مرادیں مانگنا، اس سے دعائیں کرنا، حاجت روا اور مشکل کشا کہنا اور اس طرح کی دوسری باتیں، سب غلط باتوں کے کہنے میں داخل ہیں، جن سے اصولی انداز میں مذکورہ حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ، كَانَ قَائِلُهُمْ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ

---

[1] قال شعيب الارنووط:
صحيح بطرقه وشواهده، وهذا إسناد ضعيف لضعف يحيى بن الحارث، وهو يحيى بن عبد الله بن الحارث (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

الْعَافِيَةَ(سنن ابن ماجه،رقم الحديث ١٥٤٧ ، كتاب الجنائز،باب ما جاء فيما يقال إذا دخل المقابر) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں، تو کہنے والا یہ کہے کہ تم پر سلام ہو، مومنین اور مسلمین کے گھر والو!، اور ہم بے شک ان شاء اللہ تمہارے ساتھ (آ کر) ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت (یعنی تکلیف وعذاب سے سلامتی) کی دعاء کرتے ہیں (ابنِ ماجہ)

اس حدیث سے مومن کی قبر پر جا کر اس کے لئے سلامتی کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا۔ ؎۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ(صحيح مسلم ،رقم الحديث ٩٧٤"١٠٢"كتاب الجنائز،باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ان کے پاس رات کی باری ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع قبرستان جا کر یہ دعاء کیا کرتے تھے ''کہ سلام ہو تم پر مومنین کی قوم کے گھر والو!، اور تمہارے پاس تمہارے وعدے کی چیزیں آ گئیں، جس کی کل (دنیا میں) تمہارے لئے مدت

؎۱ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح(حاشية ابنِ ماجه)

؎۲ نسأل الله (لنا ولكم العافية) وهى الأمن من مكروه (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٥ص ٢٢، باب استحباب زيارة القبور للرجال، تحت رقم الحديث ٥٨٣)

www.idaraghufran.org

مقرر کی گئی، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ (جلد ہی آ کر) ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع قبرستان والوں کی مغفرت فرما دیجئے'' (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیں، صحابۂ کرام وصحابیاتِ عظام اور شہدائے کرام کی قبر پر تشریف لے جا کر کیا کرتے تھے۔

جن کے ولی ہونے میں شک نہیں کیا جا سکتا۔

اس حدیث سے قبرستان جا کر فوت شدہ مومنین کے لئے مغفرت کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ سب مومن قبرستان والوں کے لئے اجمالی دعاء ایک ہی جملہ میں بھی کافی ہو جاتی ہے۔ [1]

اور یہ حکم ہر طرح کے صاحبِ قبر مومن اور ولی کے لیے ہے، یعنی ہر مومن اور ولی کی قبر پر جا کر اس کے لیے سلامتی وعافیت اور مغفرت کی دعا کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

فَقَالَ: إِنَّ رَبَّکَ يَأْمُرُکَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: كَيْفَ أَقُوْلُ لَهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ قُوْلِيْ: اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۹۷۴''۱۰۳'' كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها)

ترجمہ: پس جبریلِ امین نے فرمایا کہ (اے محمد) آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع قبرستان آ کر ان کے لئے استغفار کریں (اس حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لے گئے، اور مرحومین کے لئے مغفرت کی دعاء

---

[1] (اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد) أى مقبرة المدينة، وفيه أن الدعوة الإجمالية على وجه العموم كافية (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۲۵۸، باب زيارة القبور)

www.idaraghufran.org

کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اُن (قبرستان والوں) کے لئے کیا کہوں (یعنی کس طرح سے دعاء کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہ کہو، سلام ہو مومنین اور مسلمین کے گھر والوں پر، اور اللہ ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم (اور ان کی مغفرت) فرمائے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں (مسلم)

اور مسند احمد کی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ: بُعِثْتُ إِلٰى أَهْلِ الْبَقِيعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۶۱۲)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے بقیع قبرستان والوں کی طرف (اللہ کی جانب سے حکم دے کر) بھیجا گیا، تاکہ میں ان کے لئے استغفار کروں (مسند احمد)

ان احادیث سے قبرستان جا کر مومنوں کے لئے مغفرت وغیرہ کی دعاء کا کرنا ثابت ہوا۔

لیکن آج کل عرس وغیرہ کے موقع پر قبر پر حاضر ہونے کے بعد صاحبِ قبر کے لیے مغفرت سلامتی اور عافیت اور درجات کی بلندی کی اللہ سے دعا کرنے کے بجائے، خود اپنے لیے صاحبِ قبر سے دعا کرنی شرع کر دی گئی ہے، بلکہ اس مقصد کے لیے دور دراز سے سفر کیے جاتے ہیں اور قبر پر جا کر صاحبِ قبر کی ہی ایک طرح سے عبادت کرنی شروع کر دی جاتی ہے، اور حیرت ہے کہ جن لوگوں کو اپنے علاقہ ومحلّہ کی مساجد میں یعنی اللہ کے گھروں میں، اللہ کے لیے عبادت کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، وہ لمبے لمبے رختِ سفر باندھ کر قبروں کی عبادت کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ قبروں پر جانے کا اصل مقصود عبرت حاصل کرنا اور موت کو یاد کرنا ہے، اور اسی کے

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ساتھ مومنین کی مغفرت وغیرہ کی دعاء کرنا بھی ہے۔

ابتدائے اسلام میں جبکہ بت پرستی اور قبروں کی عبادت کا دور دورہ تھا، اور فسق وفجور اور بدعات کا شیوع تھا، اور یہود ونصاریٰ وغیرہ نے اپنے نبیوں کی قبروں پر اس طرح کی حرکات اختیار کر لی تھیں، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے اور اس طرح کی حرکات سے منع فرمادیا تھا، تاکہ لوگ کفر وشرک اور گناہوں میں مبتلا نہ ہوں۔

پھر جب لوگوں میں توحید اور ایمان کی پختگی پیدا ہوگئی، اور اس قسم کی خرابیوں سے حفاظت پر اطمینان ہوگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خرابیوں سے بچتے ہوئے قبروں کی زیارت اور قبرستان میں حاضری کی اجازت دے دی، اور ساتھ ہی قبروں کی زیارت کا مقصد بھی بیان فرمادیا کہ یہ موت کو یاددلانے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا اس بنیادی مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر قبروں پر حاضری دینی چاہیے، اور صاحبِ قبر کے لئے دعا کرنی چاہیے، اور وہاں جا کر کوئی خلافِ شریعت حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ [1]

اور اس کے بجائے، قبروں پر عرس وغیرہ کے عنوان سے مختلف شرکیہ اور بدعات پر مشتمل حرکات کا ارتکاب کرنے سے بچنا چاہیے۔

قبروں کو پختہ واونچا کرنے کی ممانعت سے متعلق احادیث

پھر جس قبر پر بھی عرس کیا جاتا ہے، عام طور پر وہاں اونچی اونچی عمارات، اور گنبد وقبے وغیرہ بنا دیے جاتے ہیں، جہاں طرح طرح کی بدعات ومنکرات انجام پاتی ہیں۔

جبکہ احادیث میں قبروں پر اس طرح کی عمارات بنانے کی ممانعت آئی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] ومعنى النهي عن زيارة القبور إنما كان في أول الإسلام عند قربهم بعبادة الأوثان واتخاذ القبور مساجد، فلما استحكم الإسلام وقوى في قلوب الناس وأمنت عبادة القبور والصلاة إليها نسخ النهي عن زيارتها لأنها تذكر الآخرة وتزهد في الدنيا(عمدة القاري، ج۸ص ۷۰، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور)

www.idaraghufran.org

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُّقْعُدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ (مسلم، رقم الحديث ٩٧٠ ”٩٤“ كتاب الجنائز، باب النهى عن تجصيص القبر والبناء عليه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُوْرُ، وَأَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا، وَأَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهَا، وَأَنْ تُوطَأَ (سنن الترمذى، رقم الحديث ١٠٥٢، ابواب الجنائز، باب ما جاء فى كراهية تجصيص القبور، والكتابة عليها) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر لکھنے، اور ان پر عمارت بنانے، اور ان کو پاؤں سے روندنے سے منع فرمایا ہے (ترمذی)

اس روایت میں قبر پر کتابت کی ممانعت کا بھی ذکر ہے۔

قرآنی آیت اور حدیث وغیرہ کے قبر پر لکھنے کی ممانعت میں تو شبہ نہیں، اور علامت کے طور پر نام لکھنے کی بعض فقہاء نے بقدرِ ضرورت اجازت دی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبْنٰى عَلَى الْقَبْرِ، أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ، أَوْ يُجَصَّصَ (سنن النسائى، رقم الحديث ٢٠٢٧، كتاب الجنائز، الزيادة على القبر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر عمارت بنانے، یا اس پر زیادتی کرنے، یا قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا (نسائی)

---

[1] قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح.

www.idaraghufran.org

قبر پر زیادتی کرنے میں، اس پر عمارت وگنبد بنانا، یا اس کو غیر معمولی اونچا کرنا بھی داخل ہے، جس کی فقہائے کرام نے وضاحت فرمائی ہے۔ [1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبْنَى عَلَى الْقُبُوْرِ، أَوْ يُقْعَدَ عَلَيْهَا، أَوْ يُصَلّٰى عَلَيْهَا (مسند أبي يعلى، رقم الحديث ١٠٢٠، ج٢ص٢٩٧، من مسند أبي سعيد الخدري) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت بنانے، یا ان پر بیٹھنے، یا ان پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا (ابو یعلیٰ)

اس حدیث میں قبروں پر عمارت بنانے کی ممانعت کے ساتھ ساتھ قبروں پر بیٹھنے کی بھی ممانعت ہے، اور اس کا ذکر بعض دوسری احادیث میں بھی آیا ہے۔ [3]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَرَأٰى اِبْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فُسْطَاطًا عَلٰى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ: اِنْزِعْهُ يَا غُلَامُ، فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر)

ترجمہ: اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر خیمہ لگا ہوا

---

[1] قوله " :أو يزاد عليه "أي :على القبر، والزيادة على القبر أعم من أن يكون بناء، أو وضع حجر، أو تراب غير التراب الذي خرج منه، ونحو ذلك (شرح ابی داود للعینی، ج٦، ص ١٨٣، كتاب الجنائز، باب البناء على القبر)

[2] قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح (حاشية مسند ابی يعلیٰ)

[3] عن أبي مرثد الغنوي، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تصلوا إلى القبور، ولا تجلسوا عليها (مسلم، ٩٧٢"٩٨")

عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لأن يجلس أحدكم على جمرة فتحرق ثيابه، فتخلص إلى جلده، خير له من أن يجلس على قبر (مسلم، رقم الحديث ٩٧١"٩٦")

دیکھا، تو انہوں نے فرمایا کہ اے لڑکے! اس کو اتار دو، اس کو تو بس اس کا عمل ہی سایہ پہنچائے گا (بخاری)

اس روایت کو اپنی سند کے ساتھ ابنِ عساکر نے بھی ''تاریخِ دمشق'' میں روایت کیا ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ قبر پر بناء وعمارت منع ہے، اور اسی طریقہ سے خیمہ لگانا بھی منع ہے، کیونکہ ان چیزوں سے میت کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، میت کو اصل فائدہ اس کے نیک عمل سے حاصل ہوتا ہے۔ [2]

مذکورہ احادیث سے قبروں پر بناء وعمارت بنانے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِأَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ: أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا تَدَعَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ، وَلَا تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۰۴۹، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی تسوية القبور، مسلم، رقم الحديث ۹۶۹ ''۹۳'') [3]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو الہیاج اسدی سے فرمایا کہ میں تمہیں اس

---

[1] ابن سعد أنا مسلم بن ابراهيم نا خالد بن أبی عثمان القرشی حدثنی أيوب عن عبد الله بن يسار قال مر عبد الله بن عمر على قبر عبد الرحمن بن أبی بكر أخی عائشة وعليه فسطاط مضروب فقال للغلام انزعه فإنما يظله عمله قال الغلام يضربنی مولای فقال له ابن عمر كلا فنزعه (تاريخ دمشق لابن عساكر، ج۳۵، ص۴۲، عبد الرحمن بن عبد الله بن عثمان ابن عامر بن عمرو بن كعب بن سعد)

[2] عن جابر رضی الله عنه: قوله أن يبنی عليه: يحتمل وجهين أحدهما: البناء على القبر بالحجارة وما يجری مجراها، والآخر: أن يضرب عليه خباء أو نحوه، وكلاهما منهی عنه؛ لانعدام الفائدة فيه، ولأنه من صنيع أهل الجاهلية (شرح المشكاة للطيبی، ج۴ص۱۴۰۷، كتاب الجنائز، باب دفن الميت)

[3] قال الترمذی: وفی الباب عن جابر :.حديث علی حديث حسن، والعمل على هذا عند بعض أهل العلم يكرهون أن يرفع القبر فوق الأرض .قال الشافعی: أكره أن يرفع القبر إلا بقدر ما يعرف أنه قبر لكيلا يوطأ ولا يجلس عليه.

www.idaraghufran.org

کام کے لیے بھیجتا ہوں، جس کے لیے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا، وہ یہ کہ کسی بھی قبر کو (زمین سے) اونچا نہ چھوڑا جائے، مگر اسے برابر کردیا جائے، اور نہ کسی تصویر کو چھوڑا جائے، مگر اسے مٹا دیا جائے (ترمذی، مسلم)

حضرت ثمامہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ إِلٰى أَرْضِ الرُّوْمِ، وَكَانَ عَامِلًا لِمُعَاوِيَةَ عَلَى الدَّرْبِ، فَأُصِيْبَ ابْنُ عَمٍّ لَنَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَضَالَةُ، وَقَامَ عَلٰى حُفْرَتِهِ حَتّٰى وَارَاهُ، فَلَمَّا سَوَّيْنَا عَلَيْهِ حُفْرَتَهُ ،قَالَ:أَخِفُّوْا عَنْهُ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا بِتَسْوِيَةِ الْقُبُوْرِ (مسند الإمام أحمد بن حنبل،رقم الحديث ٢٣٩٣٤) [1]

ترجمہ: ہم لوگ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ روم کے علاقہ کی طرف نکلے، وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقام ''درب'' کے عامل (وگورنر) تھے، ہمارا ایک چچا زاد بھائی اس دوران شہید ہوگیا، حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور اس کی قبر پر آ کر کھڑے ہوئے جب ان کی قبر کا گڑھا زمین کے برابر ہوگیا، تو انہوں نے فرمایا کہ اسے خفیف (یعنی زمین سے معمولی اونچائی پر) ہی رکھنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبروں کو برابر رکھنے کا حکم دیا ہے (مسند احمد)

زمین سے اونچی قبر نہ چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ غیر معمولی اونچی نہ ہو، اسی طرح قبر کو برابر کرنے کا مطلب بھی یہی ہے، اور قبر پر عمارت وگنبد بنانے میں بھی ظاہر ہے کہ قبر کو غیر معمولی اونچا کرنا پایا جاتا ہے، اس لیے اس کی ممانعت بھی اس میں داخل ہے، البتہ قبر کو زمین سے معمولی اونچا کرنے میں حرج نہیں۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ملاحظہ فرمائیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر عمارات بنانے اور ان کو اونچی کرنے سے کتنی سختی کے ساتھ منع فرمایا، اور جو قبریں اونچی اور پختہ بنی ہوئی تھیں، ان کو بھی ختم کرایا، اور اس حکم میں کسی صحابی یا ولی وغیرہ کی قبر کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔

پس عرس ہونے والی قبروں پر پختہ عمارات اور گنبدوں کا ہونا کیونکر جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

قبروں کو مساجد بنانے کی ممانعت سے متعلق احادیث

پھر اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ عرس والے مزارات پر لوگ مختلف قسم کی شرکیہ حرکات کرتے ہیں، وہاں سجدے کرتے، دعائیں کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، اس مقصد کے لیے دور دراز سے اس طرح سے سفر کر کے اور بعض اجتماعی طور پر محنت ومشقت برداشت کر کے آتے ہیں اور بعض اونچے اونچے پہاڑوں یا دشوار گزار راستوں سے گزر کر مزار پر پہنچتے ہیں، جیسا کہ لوگ حج وعمرہ کے سفر پر جاتے ہیں، العیاذ باللّٰہ۔

جبکہ قبروں یا صاحبِ قبروں کے ساتھ اس طرح کا عبادت والا سلوک کرنے کی احادیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (بخاری، رقم الحدیث ۴۳۷، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی البیعۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کا ناس کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (بخاری)

حضرت عائشہ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً

عَلٰی وَجْهِهٖ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ: وَهُوَ كَذٰلِكَ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ، وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا (بخاری، رقم الحدیث ۳۴۵۳، کتاب أحادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ نزع شروع ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر منہ پر ڈال لی پھر جب ناگوار معلوم ہوئی، تو اسے چہرہ مبارک سے ہٹا دیا اور اسی حالت میں فرمایا کہ یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ (وعبادت) گاہ بنا لیا، دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ کی اس بری حرکت سے (امت کے) لوگوں کو ڈرا رہے تھے (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ: لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا (بخاری، رقم الحدیث ۱۳۳۰، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں ارشاد فرمایا کہ اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (وعبادت گاہ) بنا لیا (بخاری)

نبی کے ساتھ ان کے متبعین بھی داخل ہیں، اور ایسے نائبین بھی داخل ہیں، جو با قاعدہ رسول نہ ہوں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد ''حواریین'' ہوئے ہیں۔ [1]

---

[1] وقد استشکل ذکر النصاری فیه لأن الیهود لهم أنبیاء بخلاف النصاری فلیس بین عیسی وبین نبینا صلی الله علیه وسلم نبی غیره ولیس له قبر والجواب أنه کان فیهم أنبیاء أیضا لکنهم غیر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (صحيح ابن حبان ، رقم الحديث ٢٣٢٧، كتاب الصلاة، باب ما يكره للمصلى وما لا يكره) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس قوم پر لعنت فرمائے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (وعبادت گاہ) بنالیا (ابنِ حبان)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [2]

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَلاَ وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مرسلين كالحواريين ومريم فى قول أو الجمع فى قوله أنبيائهم بإزاء المجموع من اليهود والنصارى والمراد الأنبياء وكبار أتباعهم فاكتفى بذكر الأنبياء ويؤيده قوله فى رواية مسلم من طريق جندب كانوا يتخذون قبور أنبيائهم وصالحيهم مساجد ولهذا لما أفرد النصارى فى الحديث الذى قبله قال إذا مات فيهم الرجل الصالح ولما أفرد اليهود فى الحديث الذى بعده قال قبور أنبيائهم أو المراد بالاتخاذ أعم من أن يكون ابتداعا أو اتباعا فاليهود ابتدعت والنصارى اتبعت ولا ريب أن النصارى تعظم قبور كثير من الأنبياء الذين تعظمهم اليهود(فتح البارى شرح صحيح البخارى،لا بن حجر العسقلانى،ج ا ،ص ٥٣٢، باب بلاترجمة بعد قوله باب الصلاة فى البيعة)

[1] قال شعب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرطهما (حاشية صحيح ابن حبان)

[2] عن زيد بن ثابت، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال" :لعن الله اليهود، اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٦٠٤)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة عقبة بن عبد الرحمن (حاشية مسند احمد)

عن أسامة بن زيد، قال :قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أدخل على أصحابى "فدخلوا عليه فكشف القناع، ثم قال " :لعن الله اليهود والنصارى، اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٧٧٤)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد (حاشية مسند احمد)

مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ إِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ

(صحيح مسلم، رقم الحديث ۵۳۲ "۲۳" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهى عن بناء المساجد، على القبور واتخاذ الصور فيها والنهى عن اتخاذ القبور مساجد، دار احياء التراث العربى، بيروت)

ترجمہ: خبردار ہوجاؤ، تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا تھا، خبردار ہوجاؤ، تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا، میں نے تم کو اس سے منع کردیا ہے (مسلم)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ أَخْرِجُوْا يَهُوْدَ الْحِجَازِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۹۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری کلام یہ تھا کہ حجاز کے علاقہ میں آباد یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو، اور جان لو کہ بدترین لوگ وہ ہیں، جو قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے ہیں (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ (مسند احمد، رقم الحديث ۳۸۴۴) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشيه مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن من أجل عاصم بن أبى النجود، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

بدترین لوگ وہ ہوں گے، جن پر قیامت آئے گی، اور وہ لوگ ہوں گے، جو قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں گے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز کی بڑی فکر تھی کہ یہود ونصاریٰ کی طرح، نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو عبادت وسجدہ گاہ نہ بنالیا جائے، اس لئے اپنی امت کو اس چیز سے اہتمام سے ڈرایا۔ [1]

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَّمُوْتَ بِخَمْسٍ، وَهُوَ يَقُوْلُ: إِنِّيْ أَبْرَأُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَّكُوْنَ لِيْ مِنْكُمْ خَلِيْلٌ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدِ اتَّخَذَنِيْ خَلِيْلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا ، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ، إِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ (صحيح مسلم ،رقم الحديث ٥٣٢ "٢٣"كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهى عن بناء المساجد، على القبور واتخاذ الصور فيها والنهى عن اتخاذ القبور مساجد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے وصال سے پانچ دن پہلے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ میں اللہ کے سامنے اس چیز سے بری ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل (ودوست) بناؤں، کیونکہ اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے، جیسا

---

[1] وقوله :(اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد) : سبب لعنهم إما لأنهم كانوا يسجدون لقبور أنبيائهم تعظيما لهم، وذلك هو الشرك الجلى، وإما لأنهم كانوا يتخذون الصلاة لله تعالى فى مدافن الأنبياء ، والسجود على مقابرهم، والتوجه إلى قبورهم حالة الصلاة ;نظرا منهم بذلك إلى عبادة الله والمبالغة فى تعظيم الأنبياء ، وذلك هو الشرك الخفى لتضمنه ما يرجع إلى تعظيم مخلوق فيما لم يؤذن له، فنهى النبى -صلى الله عليه وسلم -أمته عن ذلك لمشابهة ذلك الفعل سنة اليهود، أو لتضمنه الشرك الخفى، كذا قاله بعض الشراح من أئمتنا، ويؤيده ما جاء فى رواية: (يحذر ما صنعوا)(مرقاة المفاتيح، ج٢ ص ٦٠١، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة)

www.idaraghufran.org

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل (ودوست) بناتا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا، آگاہ ہو جاؤ کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا، تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے روک رہا ہوں (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا، لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (مسند احمد، رقم الحديث ۷۳۵۸، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو بت مت بنانا، اللہ اس قوم پر لعنت فرمائے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى، حمزة بن المغيرة: هو ابن نشيط المخزومى الكوفى، قال ابن معين: ليس به بأس، وذكره ابن حبان فى "الثقات"، وباقى رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

[2] عن زيد بن أسلم، عن عطاء بن يسار، عن أبى سعيد، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: اللهم إنى أعوذ بك أن يتخذ قبرى وثنا، فإن الله تبارك وتعالى اشتد غضبه على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد.

قال البزار: لا نحفظه عن أبى سعيد إلا بهذا الإسناد (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۴۴۰)

قال الهيثمى: رواه البزار وفيه عمر بن صهبان وقد اجتمعوا على ضعفه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۰۶۵، باب فى الصلاة بين القبور واتخاذها مساجد والصلاة إليها)

عن إبراهيم بن أبى يحيى، وابن جريج، عن صفوان بن سليم، عن سعيد بن أبى سعيد، مولى المهرى، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اللهم إنى أعوذ بك أن يتخذ قبرى وثنا، ومنبرى عيدا (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۱۵۹۱۶)

www.idaraghufran.org

يُصَلّٰى لَهٗ ، اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٧٦٢٦، كتاب الصلاة، باب في الصلاة عند قبر النبي صلى الله عليه وسلم وإتيانه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! میری قبر کو بت مت بنانا، جس کے لیے نماز پڑھی جائے، اللہ کا اس قوم پر شدید غضب ہوتا ہے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا (ابن ابی شیبہ)

حضرت زید بن اسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُصَلّٰى إِلَيْهِ، فَإِنَّهٗ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ١٥٨٧، كتاب الصلاة، باب الصلاة على القبور)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! میری قبر کو بت مت بنانا، جس کی طرف نماز پڑھی جائے، اللہ کا اس قوم پر شدید غضب ہوتا ہے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا (عبدالرزاق)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ قبروں کو مساجد یعنی سجدہ گاہ بنانا، سخت گناہ والا اور باعثِ لعنت، عمل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ ، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: كَانُوْا يَعْقِرُوْنَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقَرَةً أَوْ شَاةً (سنن أبي داود، رقم الحديث ٣٢٢٢، كتاب الجنائز، باب كراهية الذبح عند القبر، المكتبة العصرية، بيروت) [1]

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داود)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں ''عقر'' نہیں ہے، امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ لوگ قبر کے قریب گائے یا بکری ذبح کیا کرتے تھے

(حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے) (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی یا ولی کی قبر پر ایسی حرکات کرنا، جو بت پرست اپنے بتوں کے لئے کیا کرتے تھے، مثلاً ان کو سجدہ کرنا، اور طواف کرنا، یا ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کوئی جانور ذبح کرنا، یا کوئی دوسری چیز ان کے مزارات پر پیش کرنا اور چڑھانا، یا کسی دوسرے طریقہ سے غیر شرعی تعظیم کرنا حرام اور گناہ ہے۔ [1]

حضرت ابوطفیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: عِنْدَكُمْ شَيْءٌ سِوٰى كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مَا فِي قِرَابِ هٰذَا السَّيْفِ صَحِيْفَةً صَغِيْرَةً، قَالَ: فَوَجَدْنَا فِيْهَا: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَهَلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَوَلّٰى

---

[1] قال أبو عمر: الوثن الصنم وهو الصورة من ذهب كان أو من فضة أو غير ذلك من التمثال وكل ما يعبد من دون الله فهو وثن صنما كان أو غير صنم وكانت العرب تصلى إلى الأصنام وتعبدها فخشى رسول الله صلى الله عليه وسلم على أمته أن تصنع كما صنع بعض من مضى من الأمم كانوا إذا مات لهم نبى عكفوا حول قبره كما يصنع بالصنم فقال صلى الله عليه وسلم " :اللهم لا تجعل قبرى وثنا يصلى إليه ويسجد نحوه ويعبد فقد اشتد غضب الله على من فعل ذلك "، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحذر أصحابه وسائر أمته من سوء صنيع الأمم قبله الذين صلوا إلى قبور أنبيائهم واتخذوها قبلة ومسجدا كما صنعت الوثنية بالأوثان التى كانوا يسجدون إليها ويعظمونها وذلك الشرك الأكبر فكان النبى صلى الله عليه وسلم يخبرهم بما فى ذلك من سخط الله وغضبه وأنه مما لا يرضاه خشية عليهم امتثال طرقهم(التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد، ج۵ص۴۵،باب الزاء،الحديث التاسع والعشرون، لزيد بن أسلم)

(لا عقر فى الإسلام) قال ابن الأثير :هذا نفى للعادة الجاهلية وتحذير منها كانوا فى الجاهلية يعقرون الإبل أى ينحرونها على قبور الموتى ويقولون صاحب القبر كان يعقرها للأضياف فى حياته فيكافأ بصنيعه بعد موته .قال المجد ابن تيمية :وكره الإمام أحمد أكل لحمه قال :قال أصحابنا وفى معناه ما يفعله كثير من التصدق عند القبر بنحو خبز اه وأصل العقر ضرب قوائم البعير والشاة بالسيف وهو قائم(د عن أنس) بن مالك سنده رمز المصنف لحسنه(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۹۹۰۹)

لِغَيْرِ مَوَالِيهِ (صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ۵۸۹۶،كتاب الذبائح، ذكر لعن المصطفى صلى الله عليه وسلم المهل لغير الله) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کے پاس اللہ کی کتاب کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، مگر اس تلوار کی نیام میں ایک چھوٹا سا صحیفہ (ومکتوب) ہے، حضرت ابوطفیل کہتے ہیں کہ ہم نے اس صحیفہ (ومکتوب) میں یہ لکھا ہوا پایا کہ اللہ کی لعنت ہو، اس پر جو (کسی جانور کو) غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرے، اور اللہ کی لعنت ہو، اس پر جو اپنے غیر مولیٰ (یعنی اپنے مالک وآقا کے علاوہ کسی اور) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے (ابنِ حبان)

اس حدیث میں ''اَهَلَّ'' سے مراد ذبح ہے، جس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوطفیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ عَلِيٌّ، أَخَصَّكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ؟ فَقَالَ: مَا خَصَّنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ كَافَّةً، إِلَّا مَا كَانَ فِي قِرَابِ سَيْفِي هٰذَا، قَالَ: فَأَخْرَجَ صَحِيفَةً مَكْتُوبٌ فِيهَا: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ الخ (مسلم،رقم الحديث ۱۹۷۸ "۴۵"كتاب الاضاحى، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کوئی خاص چیز بتائی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص چیز نہیں بتائی، جس میں دوسرے سب لوگ شامل نہ ہوں، مگر وہ چیزیں جو ہماری اس تلوار کی نیام میں (لکھی ہوئی) ہیں۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

حضرت ابوطفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنی نیام سے) ایک صحیفہ (ومکتوب) نکالا، جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو، جو غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرے (مسلم)

اس روایت میں ''اَھَلَّ'' کی جگہ صاف طور پر ''ذَبَحَ'' کے الفاظ ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ ''اُھل لغیر اللہ'' کے معنیٰ ''ذبح لغیر اللہ'' یعنی غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرنے کے ہیں۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰه

(مسند احمد، رقم الحديث ٢٨١٦) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرے، اس پر اللہ کی لعنت ہے (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [3]

آج کل جو لوگ، بزرگوں یا ولیوں کے مزارات پر جا کر منتیں مانتے اور چڑھاوے چڑھاتے اور سجدے کرتے ہیں، بعض ان بزرگوں کے نام پر جانور تک ذبح کرتے ہیں، اور عرس وغیرہ

---

[1] (ولعن الله من ذبح) وفى رواية لمسلم بدله من أهل وهو بمعناه (لغير الله) بأن يذبح باسم غير الله كصنم أو صليب بل أو لموسى أو عيسى أو الكعبة فكله حرام ولا تحل ذبيحته بل إن قصد به تعظيم المذبوح له وعبادته كفر قال ابن العربى :وفيه أن آكد ما فى الأضحية إخلاص النية لله العظيم بها (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٢٨٢)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده جيد(حاشية مسند احمد)

[3] عن طارق ، عن ابن سابط ، قال :لعن النبى صلى الله عليه وسلم أربعة :من أهل لغير الله ، ومن آوى محدثا ، ومن عق والديه ، ومن سرق المنار ، قال :قلت :وما المنار ؟ قال :الرجل يأخذ من أرض صاحبه فى أرضه(مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ٢٢٤٥١)

عن طلحة، عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من ادعى لغير أبيه، أو انتمى إلى غير مواليه رغبة عنهم، فعليه لعنة الله، ومن سب والديه أو والده فكذلک، ومن أهل لغير الله فكذلک، ومن استحل شيئا من حدود مكة فكذلک(مسند أبى يعلى، رقم الحديث ٢٠٧١)

کے موقع پر اس طرح کی حرکات بہت زور شور سے انجام دیتے ہیں، وہ سوچ لیں کہ کس طرح اللہ اور اس کے رسول کی لعنت اور غضب کے عذاب کو برداشت کرسکیں گے۔

آج ہی اس قسم کے گناہوں سے سچی و پکی توبہ کرلیں، ورنہ قبر و آخرت کی منازل بہت بھیانک، خطرناک اور ہولناک ہیں۔اللہ حفاظت فرمائے۔

نماز میں قبروں کی طرف رُخ کی ممانعت سے متعلق احادیث

بعض جگہ مزارات پر جاکر لوگ اس طرح نمازیں پڑھتے ہیں کہ قبر یا مزار کی طرف رخ کر لیتے ہیں اور اس میں نیت صاحبِ قبر کو خوش کرنے کی بھی کر لیتے ہیں۔

یہ سخت خطرناک طرزِ عمل ہے۔

حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:لَا تُصَلُّوْا إِلَى الْقُبُوْرِ، وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا (صحيح مسلم، ٩٧٢"٩٨" كتاب الجنائز، باب النهى عن الجلوس على القبر و الصلاة عليه)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم قبروں کی طرف (رخ کرکے) نماز نہ پڑھو، اور نہ قبروں پر بیٹھو (مسلم)

اس حدیث میں قبر کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبْنٰى عَلَى الْقُبُوْرِ، أَوْ يُقْعَدَ عَلَيْهَا، أَوْ يُصَلّٰى عَلَيْهَا (مسند أبى يعلى،رقم الحديث ١٠٢٠،ج٢ص٢٩٧،من مسند أبى سعيد الخدرى) [1]

---

[1] قال حسين سليم أسد: إسناده صحيح (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت بنانے، یا ان پر بیٹھنے، یا ان پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا (ابو یعلیٰ)

اس حدیث میں قبر کے اوپر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تُصَلُّوْا إِلٰی قَبْرٍ، وَلَا تُصَلُّوْا عَلٰی قَبْرٍ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۲۰۵۱، ج ۱۱ ص ۳۷۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نہ تو قبر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھو، اور نہ قبر پر نماز پڑھو (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ قبر کے اوپر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے بھی بچو، اور قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے بھی بچو، کیونکہ دونوں صورتوں میں قبر پرستی سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير وفيه عبد الله بن كيسان المروزي ضعفه أبو حاتم ووثقه ابن حبان (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۰۶۰)

وقال الالباني:

لا تصلوا إلى قبر ولا تصلوا على قبر ."رواه الطبراني في "المعجم الكبير "(3/ 145 /2) عن عبد الله بن كيسان عن عكرمة عن ابن عباس مرفوعا.

قلت :وابن كيسان هذا هو أبو مجاهد المروزي صدوق يخطىء كثيرا كما قال الحافظ في "التقريب "، وبقية رجاله ثقات .ثم رواه (3/ 150 /1) عن رشدين بن كريب عن أبيه عن ابن عباس رفعه.

قلت :ورشدين ضعيف كما في "التقريب "، وبقية رجاله ثقات، فالحديث بمجموع الطريقين حسن، وقد أخرجه الضياء المقدسي في "الأحاديث المختارة "(62/65 2 /) من طريق الطبراني .وقد أعله المناوي نقلا عن الهيثمي بابن كيسان، ففاتهما الطريق الأخرى المقوية له، فتنبه .وللحديث شاهدان من حديث أبي سعيد الخدري وأنس، وهما مخرجان في كتابي "تحذير الساجد "(ص - 32 - 31الطبعة الثالثة) ، فالحديث صحيح والحمد لله على توفيقه (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۰۱۶)

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ بَيْنَ الْقُبُوْرِ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ٢٧٨٨، ج٥ص ١٧٥ ،مسند انس بن مالک) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع فرمایا (ابویعلیٰ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

قبروں کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ قبرستان کے اندر اس طرح نماز نہ پڑھو کہ اردگرد قبریں ہوں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ (مسند أحمد ، رقم الحديث ١١٧٨٨، صحیح ابن حبان، رقم الحديث ١٦٩٩) [3]

---

[1] قال حسين سليم أسد: رجاله رجال الصحيح(حاشية مسند ابی یعلیٰ)

[2] عن عاصم، عن أنس، قال :نهى عن الصلاة بين القبور (كشف الأستار عن زوائد البزار،رقم الحديث ٤٤١، باب :النهي عن الصلاة بين القبور)

عن الحسن، عن أنس، أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بين القبور.

قال البزار :قد رواه غير حفص، عن أشعث، عن الحسن، عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلا، ولم يذكر أنسا إلا حفص، قلت :رواه غير حفص كما سيأتي (كشف الأستار عن زوائد البزار ،رقم الحديث ٤٤٢، باب :النهي عن الصلاة بين القبور)

عن ثمامة، عن أنس، أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بين القبور (كشف الأستار عن زوائد البزار،رقم الحديث ٤٤٣، باب :النهي عن الصلاة بين القبور)

قال الهيثمي: وعن أنس أن النبي -صلى الله عليه وسلم -نهى عن الصلاة بين القبور. رواه البزار ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢٠٦٢)

[3] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح .بشر بن معاذ العقدى :صدوق روى له أصحاب السنن غير أبي داود، وباقي رجال السند على شرطهما (حاشية صحيح ابن حبان)

و قال ايضاً :

حديث صحيح، وله إسنادان :أحدهما موصول من طريق حماد بن سلمة، والآخر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوری زمین سجدہ گاہ ہے، سوائے قبرستان اور حمام کے (مسند احمد، ابن حبان)

اس حدیث میں بھی قبرستان کے اندر نماز پڑھنے سے منع کرنا مقصود ہے، تاکہ قبر پرستی اور شرک سے مشابہت لازم نہ آجائے۔

اور حمام میں ممانعت کی وجہ عادتاً نجاست ومیل کچیل اور شیاطین کا ہونا وغیرہ ہے۔ [1]

حضرت ابنِ جریج سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ وَسَطَ الْقُبُوْرِ؟ قَالَ: ذُكِرَ لِي، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ اتَّخَذُوْا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مرسل من طريق سفيان الثورى، وهذا معنى قوله" :ولم يجز سفيان أباه "يعنى :ثم يذكر أبا سعيد بعد يحيى بن عمارة والد عمرو بن يحيى، وهذا تصريح أن رواية الثورى مرسلة، وصرح أيضاً بكونها مرسلة الترمذى فى "سننه"، وكذلك البيهقى فى "السنن435-2/434 "، فقال " :حديث الثورى مرسل "، ثم ذكر أن من وَصَلَه فقد أخطأ، فقال" :وقد رُوى موصولاً وليس بشى "، ومع ذلك ظن الشيخ أحمد شاكر من سياقة إسناد البيهقى -وهو من طريق يزيد بن هارون شيخ أحمد بهذين الإسنادين -أن طريق الثورى موصول أيضاً .غيرَ ملتفتٍ إلى تصريح البيهقى فى إرساله وخطأ من وَصَلَه، فقال فى تعليقه على "سنن "الترمذى :2/133ولا أدرى كيف يزعم الترمذى ثم البيهقى أن الثورى رواه مرسلاً فى حين أن روايته موصولة أيضاً !ثم قال :وأنا لم أجده مرسلاً من رواية الثورى، إنما رأيتُه كذلك من رواية سفيان بن عيينة، فلعله اشتبه عليهم سفيان بسفيان.

قلنا :كيف يشتبه عليهم واحد بآخر؟ !وهذه هى رواية الثورى المرسلة فى هذا الحديث، وأخرجها مرسلةً أيضاً عبدُ الرزاق وابنُ أبى شيبة كما سيرد، وهى كذلك عند البيهقى، لكن خفيت عليه رحمه الله تعالى .ويظهر أن الحافظ ابن حجر عزل قولَ البيهقى " :وقد روى موصولاً وليس بشى "عما قبله -وهو فى تأكيد إرسال رواية الثورى فقط -فظن أنه يرجح المرسل، كما ذكر فى "تلخيص الحبير " (حاشية مسند احمد)

[1] الصلاة فى داخل الحمام: مكروهة عند الحنفية والشافعية والحنابلة؛ لأنها مأوى الشياطين، ومظنة انكشاف العورات، ومصب الغسالات والنجاسات عادة(الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج٢ص ٩٧٦، الباب الثانى، الفصل السادس، المبحث الرابع، المطلب الثانى)

قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ فَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى (مصنف عبد الرزاق ،رقم الحديث ١٥٩١، كتاب الصلاة، باب الصلاة على القبور)

ترجمہ: حضرت عمرو بن دینار سے قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا، پس ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی (عبدالرزاق)

اس روایت میں قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کی ممانعت میں قبروں کو مساجد بنالینے کی حدیث کو ذکر کیا گیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ قبروں کے درمیان نماز پڑھنا، قبروں کو عبادت وسجدہ گاہ بنالینے یا اس کی مشابہت کی وجہ سے ممنوع ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُمْتُ يَوْمًا أُصَلِّيْ وَبَيْنَ يَدَيَّ قَبْرٌ لَا أَشْعُرُ بِهِ فَنَادَانِيْ عُمَرُ: اَلْقَبْرَ اَلْقَبْرَ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَعْنِي الْقَمَرَ، فَقَالَ لِيْ بَعْضُ مَنْ يَّلِيْنِيْ: إِنَّمَا يَعْنِي الْقَبْرَ فَتَنَحَّيْتُ عَنْهُ (السنن الكبرى للبيهقي ،رقم الحديث ٤٢٧٧، كتاب الصلاة، جماع أبواب الصلاة بالنجاسة وموضع الصلاة من مسجد وغيره،باب النهى عن الصلاة إلى القبور)

ترجمہ: میں ایک دن نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا، اور میرے سامنے قبر تھی، جس کا مجھے علم نہیں تھا، تو مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ قبر، قبر!

میں نے سمجھا کہ وہ ''قمر'' (یعنی چاند) کہہ رہے ہیں، تو میرے برابر والے بعض حضرات نے مجھے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''قبر'' کہہ رہے ہیں، تو میں وہاں سے ہٹ گیا (بیہقی)

www.idaraghufran.org

حضرت ثابت بنانی سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: رَآنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: وَأَنَا أُصَلِّي عِنْدَ قَبْرٍ، فَجَعَلَ يَقُولُ: اَلْقَبْرُ قَالَ: فَحَسِبْتُهُ يَقُولُ: اَلْقَمَرُ، قَالَ: فَجَعَلْتُ أَرْفَعُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ فَأَنْظُرُ فَقَالَ: إِنَّمَا أَقُولُ اَلْقَبْرُ لَا تُصَلِّ إِلَيْهِ، قَالَ ثَابِتٌ: فَكَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَأْخُذُ بِيَدِي إِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ فَيَتَنَحّٰى عَنِ الْقُبُوْرِ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۱۵۸۱، کتاب الصلاة، باب الصلاة على القبور)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا، اور میں اس وقت قبر کے قریب نماز پڑھنے لگ رہا تھا، تو وہ ''قبر، قبر'' فرمانے لگے، میں نے سمجھا کہ وہ ''قمر'' (یعنی چاند) کہہ رہے ہیں، اس لیے میں اپنا سر آسمان کی طرف اٹھانے لگا کہ میں چاند کو دیکھوں، تو انہوں نے فرمایا کہ میں قبر کہہ رہا ہوں، آپ قبر کی طرف نماز نہ پڑھیں۔

حضرت ثابت کہتے ہیں کہ انس بن مالک جب نماز پڑھنا چاہتے تھے، تو میرا ہاتھ پکڑ کر قبروں سے الگ ہو جاتے تھے (عبدالرزاق)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کا ذکر امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحیح بخاری میں فرمایا ہے۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبر کے سامنے یا قبر کے قریب نماز پڑھنے کو سخت ناپسند فرمایا۔

مذکورہ احادیث وروایات سے قبر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوئی۔

لہٰذا جو لوگ دور دراز سے سفر کر کے مزارات پر عبادت کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے عرس

---

[1] ورأى عمر بن الخطاب رضى الله عنه أنس بن مالك يصلى عند قبر، فقال: القبر القبر، ولم يأمره بالإعادة (صحيح البخارى، كتاب الصلاة، باب: هل تنبش قبور مشركى الجاهلية، ويتخذ مكانها مساجد)

وغیرہ کے موقع پر حاضر ہوتے ہیں، مگر اپنے یہاں اللہ کے گھر یعنی مسجد میں ان کو اتنے اہتمام اور ذوق وشوق سے نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، وہ آج ہی سوچ لیں کہ کل اللہ کی بارگاہ میں کس طرح پیش ہوں گے۔

قبروں کو عید و میلہ گاہ بنانے کی ممانعت سے متعلق احادیث

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ عرس کے موقع پر متعلقہ مزار پر میلے ٹھیلے اور عید کا سماں ہوتا ہے، خرید وفروخت اور بازار وغیرہ کی شکل قائم ہوجاتی ہے۔

جبکہ کئی احادیث وروایات میں قبروں کو عید و میلہ گاہ بنانے کی بھی ممانعت آئی ہے۔

اس طرح کی چند احادیث وروایات کو ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا، وَلَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا، وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَيَّ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ (مسند احمد، رقم الحديث ۸۸۰۴، ابوداؤد، رقم الحديث ۲۰۴۲، كتاب المناسک باب زيارة القبور) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ، اور تم جہاں کہیں بھی ہو، مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے (مسند احمد، ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ درود شریف پڑھنے کے لئے روضۂ اقدس پر حاضر ہونا ضروری نہیں، بلکہ ہر جگہ پڑھا جانے والا درود، فرشتوں کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن لأجل عبد الله بن نافع، وقد سلفت ترجمته فى الحديث السابق، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين غير سريج -وهو ابن النعمان الجوهرى- فمن رجال البخارى (حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية ابى داؤد)

www.idaraghufran.org

اگرچہ قبر مبارک پر حاضر ہوکر پڑھنا بھی جائز ہے۔ ؎1

اور قبر کو عید نہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر کوئی خاص دن مقرر کر کے میلہ نہ لگایا جائے، جیسا کہ آج کل بعض لوگ بزرگوں کے مزاروں پر عرس کے نام سے میلہ لگاتے ہیں۔ ؎2

اور بعض حضرات نے قبر کو عید نہ بنانے کا یہ مطلب بیان فرمایا کہ قبر یا قبرستان کو زیب وزینت والی جگہ نہ بناؤ، جس طرح عید کے موقع پر زیب وزینت اختیار کی جاتی ہے، اور بعض حضرات نے اس کے دوسرے مطلب بھی بیان فرمائے ہیں۔ ؎3

؎1 معناه لا تتكلفوا المعاودة إلى قبرى فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم ما ذاك إلا لأن الصلاة فى الحضور مشافهة أفضل من الغيبة (فيض القدير للمناوى تحت رقم الحديث ٢ ٨ ١ ٨٨)

(وصلوا على وسلموا فإن صلاتكم تبلغنى حيثما كنتم) أى لا تتكلفوا المعاودة إلى فقد استغنيتم بالصلاة على لأن النفوس القدسية إذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت واتصلت بالملأ الأعلى ولم يبق لها حجاب فترى الكل كالمشاهد بنفسها أو بإخبار الملك لها وفيه سر يطلع عليه من يسر له. ذكره القاضى.

(تنبيه) قولهم فيما سلف معناه النهى عن الاجتماع إلخ يؤخذ منه أن اجتماع العامة فى بعض أضرحة الأولياء فى يوم أو شهر مخصوص من السنة ويقولون هذا يوم مولد الشيخ ويأكلون ويشربون وربما يرقصون منهى عنه شرعا وعلى ولى الشرع ردعهم على ذلك وإنكاره عليهم وإبطاله (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٦ ١ ٠ ٥)

؎2 لا تتخذوا قبرى عيدًا .وقد حرَّف مرادَه بعض الجهلاء وفهموا أنَّ معناه لا تجعلوه كالعيد فتأتوه فى السَّنة مرة، ومعناه لا تجعلوه كالعيد حفلة سنوية يعنى :میلا میری قبر پر نہ لگایا کرو (فيض البارى شرح البخارى، ج٢ ص ٦٤، كتاب الصلاة، باب كراهية الصلاة فى المقابر)

؎3 ("ولا تجعلوا قبرى عيدا ") : هو واحد الأعياد، أى :لا تجعلوا زيارة قبرى عيدا، أو لا تجعلوا قبرى مظهر عيد، فإنه يوم لهو وسرور، وحال الزيارة خلاف ذلك، وقيل :محتمل أن يكون المراد الحث على كثرة زيارته، ولا يجعل كالعيد الذى لا يأتى فى العام إلا مرتين.

قال الطيبى :نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهة وزينة، وكانت اليهود والنصارى تفعل ذلك بقبور أنبيائهم، فأورثهم الغفلة والقسوة، ومن عادة عبدة الأوثان أنهم لا يزالون يعظمون أمواتهم حتى اتخذوها أصناما، وإلى هذا أشار لقوله " :اللهم لا تجعل قبرى وثنا يعبد "فيكون المقصود من النهى كراهة أن يتجاوزوا فى قبره غاية التجاوز، ولهذا ورد " :اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد "، وقيل :العيد اسم من الاعتياد يقال :عاده واعتاده وتعوده، أى: صار عادة له، والعيد ما اعتادك من هم أو غيره، أى :لا تجعلوا قبرى محل اعتياد فإنه يؤدى إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور حدیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گھروں میں نفل وغیرہ نماز پڑھنا نہ چھوڑو، جس طرح سے قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اور بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اپنے گھروں میں مُردوں کو دفن نہ کرو، بلکہ انہیں قبرستان میں یا عمارت سے باہر دفن کرو۔ واللہ اعلم۔ [1]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَجْعَلُوا قَبْرِىْ عِيْدًا، وَلَا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا، وَصَلُّوْا عَلَيَّ، وَسَلِّمُوْا فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ (مسند البزار، رقم الحديث ٥٠٩) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ، اور تم مجھ پر درود اور سلام بھیجو، بے شک تمہارا درود مجھ تک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سوء الأدب وارتفاع الحشمة، ولا يظن أن دعاء الغائب لا يصل إلي، ولذا عقبه بقوله :(وصلوا علي، فإن صلاتكم تبلغني) : قال الطيبي :وذلك أن النفوس الزكية القدسية إذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت ووصلت بالملأ الأعلى، ولم يبق لها حجاب، فترى الكل كالمشاهد بنفسها، أو بإخبار الملك لها، وفيه سر يطلع عليه من تيسر له اهـ.

فيكون نهيه عليه السلام لدفع المشقة عن أمته رحمة (عليهم)(مرقاة المفاتيح، ج٢ص ٧٤٤، كتاب الصلاة،باب الصلاة على النبى وفضلها)

[1] (ولا تتخذوها) ، أي :بيوتكم (قبورا) : بأن تتركوا الصلاة فيها كما تتركونها في المقابر، شبه المكان الخالي عن العبادة بالمقبرة والغافل عنها بالميت، وقيل لا تجعلوا بيوتكم مواطن النوم لا تصلون فيها، فإن النوم أخو الموت، وقيل :إن مثل ذاكر الله ومثل غير ذاكر الله كمثل الحي والميت الساكن في البيوت، والساكن في القبور، فالذي لا يصلي في بيته جعله بمنزلة القبر، كما جعل نفسه بمنزلة الميت، وقيل :معناه لا تدفنوا فيها موتاكم ;لئلا يكدر عليكم معاشكم ومأواكم، (متفق عليه) . وفي رواية مسلم :(لا تتخذوا بيوتكم مقابر) ، ذكره ميرك(مرقاة المفاتيح، ج٢ص ٦٠١، ٦٠٢، كتاب الصلاة،باب المساجد ومواضع الصلاة)

[2] قال البزار:وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن علي إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد، وقد روى بهذا الإسناد أحاديث صالحة فيها مناكير، فذكرنا هذا الحديث؛ لأنه غير منكر :لا تجعلوا قبري عيدا ولا بيوتكم قبورا .قد روى عن النبي صلى الله عليه وسلم من غير هذا الوجه(مسند البزار، حواله بالا)

www.idaraghufran.org

پہنچ جاتا ہے (بزار)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِىْ عِيْدًا، وَلَا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا ، فَإِنَّ تَسْلِيْمَكُمْ يَبْلُغُنِىْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (مسند ابی یعلیٰ ،رقم الحدیث ۴۶۹،ج ا ص ۳۶۱،مسند علی بن أبی طالب رضی الله عنه،فضل الصلاة علی النبی لإسماعیل بن إسحاق رقم الحدیث ۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ، پس بے شک تمہارا سلام مجھ تک (فرشتوں کے واسطہ سے) پہنچ جاتا ہے، جہاں کہیں بھی تم ہو (مسند ابی یعلیٰ، فضل الصلاۃ)

مصنف ابنِ ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِىْ عِيْدًا ، وَلَا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ وَتَسْلِيْمَكُم يَبْلُغُنِىْ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ (مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۷۶۲۴، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة عند قبر النبی صلی الله علیه وسلم وإتیانه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ، پس بے شک تمہارا درود اور تمہارا سلام مجھ تک پہنچ جاتا ہے، جہاں کہیں بھی تم ہو (ابنِ ابی شیبہ)

اس حدیث کو بعض حضرات نے اگرچہ سند کے اعتبار سے فی نفسہٖ ضعیف قرار دیا ہے، لیکن دوسری احادیث وروایات کے ساتھ مل کر یہ حدیث حسن درجہ میں داخل ہو جاتی ہے۔ [1]

---

[1] اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رواه أبو یعلی وفیه حفص بن ابراهیم الجعفری ذکره ابن أبی حاتم ولم یذکر فیه جرحا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت حسن بن حسن بن علی سے روایت ہے کہ:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا، وَلَا تَتَّخِذُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ حَيْثُمَا كُنْتُمْ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٦٧٢٦، كتاب الجنائز، باب السلام على قبر النبى صلى الله عليه و سلم، مصنف بن ابى شيبة، رقم الحديث ٧٦٢٥)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج٤ص٣، تحت رقم الحديث ٥٨٤٧، باب قوله لا تجعلن قبرى وثنا)

مگر مسند ابویعلیٰ اور فضل الصلاۃ علی النبی، دونوں کتب میں جعفر ابن ابراہیم ہیں، نہ کہ حفص بن ابراہیم، اور اسماعیل بن اسحاق نے براہِ راست ان سے حدیث نقل کی ہے، اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نسب تک ان کا نام ذکر فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

حدثنا جعفر بن إبراهيم بن محمد بن على بن عبد الله بن جعفر بن أبى طالب (فضل الصلاة على النبى، حواله بالا)

اورامام بخاری رحمہ اللہ نے جعفر بن ابراہیم کا تاریخِ کبیر میں بغیر جرح کے تذکرہ فرمایا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

جعفر بن ابراهيم من ولد ذى الجناحين، من ولد عبد الله بن جعفر بن ابى طالب الهاشمى الحجازى، قال لى عبد الله بن ابى شيبة العبسى حدثنا زيد بن حباب قال ثنا جعفر بن ابراهيم من ولد ذى الجناحين قال: حدثنى على بن عمر عن ابيه عن على بن حسين انه رأى رجلا يجيئ إلى فرجة كانت عند قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فيدخل فيها فيدعو فدعاه فقال: ألا احدثك حديثا سمعته من ابى عن جدى عن النبى صلى الله عليه وسلم؟ قال: لا تتخذوا قبرى عيدا (التاريخ الكبير، للبخارى، ج٢ص١٨٦، تحت رقم الترجمة ٢١٤٠)

نیز متعدد محدثین نے اس حدیث کے شواہد پائے جانے کی وجہ سے اس کو حسن درجہ میں داخل مانا ہے۔

قال ابن حجر:

هذا حديث حسن (نتائج الافكار، ج٤ص٢٢، كتاب: الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم، المجلس: ٢٩٧)

وقال السخاوى:

وله شواهد منها عن على مرفوعاً: سلموا على فإن تسليمكم يبلغنى أينما كنتم، وهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ، اور تم مجھ پر درود بھیجو، جہاں بھی تم ہو، کیونکہ بے شک تمہارا درود مجھ تک (فرشتوں کے واسطے سے) پہنچ جاتا ہے (عبدالرزاق، ابنِ ابی شیبہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حديث حسن(المقاصد الحسنة للسخاوى ،باب حرف الصاد المهملة، تحت رقم الحديث ٦٢٣)

وقال العجلونى:

وله شواهد :منها عن على مرفوعا سلموا على فإن تسليمكم يبلغنى أينما كنتم قال وهو حديث حسن(كشف الخفاء، ج٢ص٢٨ ، تحت رقم الحديث ١٦٢٠٢)

وقال ابن عبدالهادى الحنبلى:

فهذه الأحاديث المعروفة عند أهل العلم التى جاء ت من وجوه حسان تصدق بعضها بعضاً (الصارم المنكى فى الرد على السبكى،ج ا ص ١٥٩ ،الباب الأول :فى الأحاديث الواردة فى الزيارة نصاً)

وقال محمد بن محمد درويش، أبو عبد الرحمن الحوت:

حديث " :صلاتكم على تبلغنى أينما كنتم ."يروى بألفاظ مختلفة، وله عدة أسانيد فيها حسنة وضعيفة (أسنى المطالب فى أحاديث مختلفة المراتب، ص ١٧٢، تحت رقم الحديث ٨٢٢، حرف الصاد)

وقال الالبانى:

ومن هذا الباب ما ورد عن على بن الحسين -رضى الله عنهما ,أنه رأى رجلا يجىء إلى فرجة كانت عند قبر النبى صلى الله عليه وسلم ،فيدخل فيها فيدعو ,فنهاه فقال:ألا أحدثكم حديثًا سمعته من أبى ,عن جدى ,عن رسول لله صلى الله عليه وسلم ؟ قَالَ":لا تتخذوا قبرى عيدًا، ولا بيوتكم قبورًا، فإن تسليمكم يبلغنى أينما كنتم."

رواه الضياء المقدسى فى "الأحاديث المختارة"، ورواه أبو يعلى فى "مسنده ,"وفى إسناده رجل من أهل البيت مستور، وبقية رجاله ثقات، وهو صحيح بطرقه وشواهده(تخريج أحاديث فضائل الشام ودمشق لأبى الحسن على بن محمد الربعى، ص ٥٢،الحديث الواحد والعشرون)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط، وفيه حميد بن أبى زينب ولم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ١٧٢٩٥، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم فى الدعاء وغيره)

وقال المنذرى:

رواه الطبرانى فى الكبير بإسناد حسن (الترغيب و الترهيب ، تحت رقم الحديث ٢٥٧١)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت حسن بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، لَعَنَ اللّٰهُ يَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، وَصَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُمَا كُنْتُمْ (فضل الصلاة على النبى ، لاسماعيل بن اسحاق، تحت رقم الحديث ٣٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھو، اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اللہ کی لعنت ہو یہود پر، جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا دیا تھا، اور تم جہاں بھی ہو، میرے اوپر درود پڑھو، بے شک تمہارا درود مجھ تک (فرشتوں کے واسطے سے) پہنچ جاتا ہے (فضل الصلاۃ)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو بھی عید گاہ ومیلہ گاہ بنانا یعنی اس پر حاضری کے لیے عید کے اجتماع کی طرح دن مقرر کرنا، اور زیب وزینت اختیار کرنا جائز نہیں، جیسا کہ بعض بزرگوں کی قبروں پر عرس کے عنوان سے میلہ لگایا جاتا ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کی قبر پر اس طرح کا عمل کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اور جس طرح درود وسلام پڑھنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری ضروری نہیں، اسی طرح کسی بھی مومن میت کے حق میں مغفرت ورحمت کی دعاء کرنے یا اس کو شرعی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المناوی:

قال السخاوی ولہٗ شواھد (فیض القدیر للمناوی تحت رقم الحديث ٣٧٦٨)

وقال الحسن بن أحمد الرُّباعی الصنعانی:

وعن الحسن بن علی رضی الله عنهما أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال: حيثما كنتم فصلوا عليَّ فإن صلاتكم تبلغنی رواه الطبرانی فی "الكبير "بإسناد حسن (فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار، ج٤ص١٩٧ ٢، كتاب الجامع، باب ما جاء من الدعاء والصلاة والسلام على النبی صلى الله عليه وسلم، تحت رقم الحديث ٦٤٨٢)

[1] قال الالبانی:إسناده صحيح (حاشية فضل الصلاة على النبی، تحت رقم الحديث ٣٠)

www.idaraghufran.org

اصولوں کے مطابق ثواب پہنچانے کے لیے بھی اس کی قبر پر یا میت کے گھر (چالیسویں یا سالانہ وغیرہ کے عنوان سے) حاضری ضروری نہیں، بلکہ شرعی طریقہ پر دعاء واستغفار اور ایصالِ ثواب ہر جگہ سے کیا جا سکتا ہے۔

قبر کو عید نہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر کوئی خاص دن مقرر کر کے میلہ نہ لگایا جائے، جیسا کہ آج کل بزرگوں کے مزاروں پر عرس کے موقع پر ہوتا ہے۔

کیونکہ شریعت نے سال بھر میں عید کے دو موقعے مقرر فرمائے ہیں۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا، فَقَالَ:مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوْا:كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا:يَوْمَ الْأَضْحٰى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ (ابوداؤد،رقم الحديث ١١٣٤، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، المكتبة العصرية، بيروت، سنن النسائى،رقم الحديث ١٥٥٦، مسنداحمد، رقم الحديث ١٣٦٢٢) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے) دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اِن دو دنوں کے بدلے میں اِن سے بہتر دو دن عطا فرما دیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابى داود)
وقال شعيب الارنؤوط ايضاً:إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

تہوار ہیں) ایک عیدالاضحیٰ کا دن، اور دوسرا عیدالفطر کا دن (ابوداؤد، نسائی، مسند احمد)

خلاصہ یہ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر مبارک پر عرس وغیرہ کے عنوان سے میلہ ٹھیلہ لگانے اور عید کا سماں پیدا کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمادیا، تو پھر کسی دوسرے کی قبر پر اس طرح کا طرزِ عمل اختیار کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

مگر مذکورہ احادیث اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اور مقدس ارشادات کے برعکس آج بے شمار لوگ، بزرگانِ دین کی قبروں پر عرس کے عنوان سے میلے لگاتے ہیں، اور اس دن کو عید قرار دیتے ہیں۔

یہ بات جان لینے کی ہے کہ عید وتہوار میں یہ تین چیزیں خاص کر ہوا کرتی ہیں:

(1)......تاریخ کو متعین کرنا (2)......اجتماع (3)......خوشیاں منانا۔

لہٰذا احادیث کی رو سے عرس وغیرہ کے عنوان سے مزاروں پر ایک متعین تاریخ کو اجتماع کرنے اور رواجی خوشیاں منانے کی شرعاً اجازت نہیں، اور اس سے ہر محبِ نبی کو بچنا چاہیے۔

امام مناوی کا حوالہ

احادیث کے مشہور شارح امام مناوی رحمہ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کو عید بنانے سے ممانعت والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

یؤخذ منه أن اجتماع العامة فی بعض أضرحة الأولياء فی يوم أو شهر مخصوص من السنة ويقولون هذا يوم مولد الشيخ ويأكلون ويشربون وربما يرقصون منهي عنه شرعا وعلى ولي الشرع ردعهم على ذلک وإنكاره عليهم وإبطاله (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۱۰۶ ۵، حرف الصاد، المکتبة التجاریة الکبری -مصر)

ترجمہ: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کا بعض اولیائے کرام کی قبروں پر سال کے کسی مخصوص دن یا مخصوص مہینے میں جمع ہونا، جس کے بارے میں

www.idaraghufran.org

لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کا میلاد (یا عرس) ہے،اور کھاتے اور پیتے ہیں، اور بعض اوقات رقص بھی کرتے ہیں،تو یہ شرعاً ممنوع ہے،شریعت دان کے ذمہ اس عمل پر ان کو تنبیہ کرنا اور نکیر کرنا اور اس عمل کو باطل قرار دینا ضروری ہے (فیض القدیر)

ہم دلائل کے ساتھ عرس اور اس میں پائے جانے والے منکرات کا شرعی دلائل کی روشنی میں ممنوع اور باطل ہونا ذکر کر چکے ہیں۔

ابنِ ملک حنفی کا حوالہ

ابنِ ملک حنفی فرماتے ہیں کہ:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم :لا تجعلوا قبرى"؛ أى :زيارة قبرى "عيدا "نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد زينة ونزهة، كانت اليهود والنصارى يجتمعون لزيارة قبور أنبيائهم ويشتغلون باللهو والطرب، أو العيد اسم من :الاعتياد؛ أى :لا تجعلوا قبرى عادة ورسما كاليهود والنصارى، أو محل اعتياد لذلك؛ لئلا يظن بأن دعاء الغائب لا يصل إلى الغائب، ولذا عقب بقوله" :وصلوا على؛ فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم"؛ يعنى :لا تتكلفوا المعاودة إلى قبرى، فقد استغنيتم عنها بالصلاة على، ولأن اعتياد ذلك يفضى بهم إلى حال يرتفع دونها حجاب الهيبة والتعظيم عن خواطرهم بكثرة الزيارة، ولذا كره بعض العلماء مجاورة حرم مكة؛ نعم، يستحب لمن حج زيارة الرسول عليه الصلاة والسلام؛ إذ لا تلحقه مشقة عظيمة لكونه مرة فى كل سنة أو فى العمر (شرح المصابيح ،لابن المَلَک، ج۲، ص ۱۳، كتاب الصلاة،باب الصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم -وفضلها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میری قبر یعنی میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنی قبر پر اس طرح کے اجتماع سے منع فرمادیا، جس طرح کا اجتماع عید کے لیے زیب وزینت کے ساتھ کیا جاتا ہے، یہود ونصاریٰ اپنے نبیوں کی قبروں کی زیارت کے لیے جمع ہوتے تھے، اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے تھے، یا عید نام ہے''اعتیاد'' سے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میری قبر کو یہود ونصاریٰ کی طرح عادت نہ بناؤ، یا اس کی وجہ سے بار بار لوٹنے کی جگہ نہ بناؤ، تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ غائب کی دعاء غائب تک نہیں پہنچتی، اسی وجہ سے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے، جہاں بھی تم ہو، یعنی تم میری قبر کی طرف بار بار لوٹ کر آنے کا تکلف نہ کرو، کیونکہ تم میرے اوپر درود پڑھنے کی وجہ سے اس سے مستغنی ہوچکے ہو، اور کیونکہ اس کی عادت بنالینا لوگوں کو اس حالت تک پہنچا دیتا ہے کہ کثرت سے آمدورفت کی وجہ سے دلوں سے ھیبت اور تعظیم نکل جاتی ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے حرمِ مکہ میں سکونت کو مکروہ سمجھا ہے، البتہ حج کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت مستحب ہے، کیونکہ اس میں عظیم مشقت لاحق نہیں ہوتی، جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر سال یا عمر میں ایک مرتبہ پیش آتا ہے (شرح مصابیح السنة)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی مزار پر عرس وغیرہ کے عنوان سے اجتماع کرنا اور زیب وزینت اور لہو لعب کا اختیار کرنا جائز نہیں۔

ملا علی قاری کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ مشکاۃ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

قال الطیبی: نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهة وزينة،

وكانت اليهود والنصارى تفعل ذلك بقبور أنبيائهم، فأورثهم الغفلة والقسوة، ومن عادة عبدة الأوثان أنهم لا يزالون يعظمون أمواتهم حتى اتخذوها أصناما، وإلى هذا أشار لقوله: " اللهم لا تجعل قبرى وثنا يعبد "فيكون المقصود من النهى كراهة أن يتجاوزوا فى قبره غاية التجاوز، ولهذا ورد: " اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد "(مرقاة المفاتيح، ج ۲ ص ۳۴۲، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبى وفضلها، دارالفكر، بيروت)

ترجمہ: طیبی نے فرمایا کہ قبر پر عید کی طرح اجتماع سے منع کیا گیا ہے، جو فخر اور زینت کے طور پر ہوتا ہے، اور یہود ونصاریٰ اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ ایسا کیا کرتے تھے، جس نے ان کو غفلت اور دل کی سختی میں مبتلا کردیا، اور بت پرستوں کی بھی عادت رہی کہ وہ اپنے مُردوں کی تعظیم کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے قبروں کو بت بنالیا، اور اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو بت مت بنانا، جس کی عبادت کی جائے، تو منع کرنے سے مقصود اس چیز کو ناپسند کرنا ہوا کہ وہ قبر کے معاملہ میں حد سے تجاوز کریں، اور اسی وجہ سے حدیث میں یہ وارِد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اس قوم پر سخت ہوگیا، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا (مرقاۃ)

قبروں پر میلہ اور عید کا سماں بنانے کے ممنوع ہونے سے متعلق احادیث، پہلے ذکر کی جاچکی ہیں۔

علامہ ابنِ عبدالبر کا حوالہ

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

www.idaraghufran.org

فی هذا الحديث إباحة الدعاء على أهل الكفر وتحريم السجود على قبور الأنبياء وفى معنى هذا أنه لا يحل السجود لغير الله عز وجل ويحتمل الحديث أن لا تجعل قبور الأنبياء قبلة يصلى إليها وكل ما احتمله الحديث فى اللسان العربى فممنوع منه لأنه إنما دعا على اليهود محذرا لأمته عليه السلام من أن يفعلوا فعلهم

(التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد، ج٦ ص٣٨٣، حرف الميم،الحديث العشرون، لابن شهاب)

ترجمہ: اس حدیث میں کافروں پر بددعا کرنے کے جائز ہونے، اور انبیاء کی قبروں پر سجدہ کرنے کے حرام ہونے کا ثبوت ہے، اور اسی معنیٰ میں یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں، اور اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ انبیاء کی قبروں کو قبلہ نہ بناؤ، جس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے، اور ہر وہ چیز جس کا حدیث عربی زبان میں احتمال رکھتی ہے، وہ ممنوع ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر بددعاء فرمائی ہے، اپنی امت کو اس طرح کے فعل سے ڈرانے کے لئے (التمہید)

اس سے معلوم ہوا کہ عرس وغیرہ کے موقع پر مزار پر جو حرکات ہوتی ہیں، وہ گناہ میں داخل ہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنی کا حوالہ

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لا تجتمعوا لزيارته اجتماعكم للعيد فإنه يوم لهو وسرور وحال الزيارة بخلافه وكان دأب أهل الكتاب فأورثهم القسوة (مجمع البحار، ج٣ص٧١٣، حرف العين، مادة "عيد")

ترجمہ: (مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے) کہ قبر کی زیارت کے لئے مثل عید کے جمع نہ ہونا چاہیے، کیونکہ عید تو کھیل اور خوشی کا دن ہے اور زیارتِ قبر کی شان اس سے علیٰحدہ ہے۔ قبر پر عید منانے کا رواج اہلِ کتاب کا ہے، جس کی وجہ سے ان کے قلوب سخت ہو گئے (اور زیارۃِ قبور کا مقصد جو کہ عبرت حاصل کرنا تھا، وہ فوت ہو گیا) (مجمع البحار)

معلوم ہوا کہ قبروں پر لہو ولعب اور خوشی کا سماں، اسلام میں نہیں ہے، بلکہ یہ اہلِ کتاب کا طریقہ تھا، جس سے شریعت نے سختی کے ساتھ منع فرمادیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قال صلى الله عليه وسلم: لا تجعلوا زيارة قبرى عيدا، أقول: هذا إشارة إلى سد مدخل التحريف كما فعل اليهود والنصارى بقبور أنبيائهم، وجعلوها عيدا وموسما بمنزلة الحج (حجة الله البالغة، ج۲ص ۱۲۰، الأذكار وما يتعلق بها، دار الجيل، بيروت -لبنان)

ترجمہ: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ، میں کہتا ہوں کہ تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ فرمادیا، جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ کیا تھا، اور ان کو عید اور موسم بنا دیا تھا، حج کی طرح (حجة الله البالغة)

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

كل من ذهب الى بلدة اجمير او الى قبر سالار مسعود او ماضا هاها لاجل حاجة يطلبها فانه اثم اثما اكبر من القتل والزنا (كتاب التفهيمات الالٰهية، ص۴۵، مدينه برقى پريس، بجنور، يوپى، انڈيا)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جو شخص بھی اجمیر شہر، یا سالار مسعود کی قبر، یا اسی طرح کی کسی اور بزرگ کی قبر پر کوئی حاجت طلب کرنے کے لئے گیا، تو وہ گناہ گار ہے، اور یہ گناہ قتل اور زنا سے بھی بڑا ہے (التفہیمات)

عرس کے موقع پر جو لوگ مختلف مزارات پر حاضر ہوتے ہیں، اور دور دراز سے اس مقصد کے لیے سفر اور خرچ وغیرہ کی مشقت اٹھاتے ہیں، وہ غور کرلیں کہ کیا وہ نیکی سمجھ کر بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔

شاہ عبدُ العزیز دہلوی کا حوالہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لوگ کوئی ایک دن مقرر کر لیتے ہیں اور اس دن لباس ہائے فاخرہ ونفیس پہن کر عید کے مانند بخوشی وخرمی قبروں کے پاس جمع ہوتے ہیں اور رقص ومزامیر ودیگر بدعات کرتے ہیں، مثلاً قبروں کو سجدہ کرتے ہیں، اور قبروں کا طواف کرتے ہیں، تو یہ طریقہ حرام اور ممنوع ہے، بلکہ بعض لوگ کفر تک پہنچ جاتے ہیں اور یہی مراد ہے ان دونوں حدیثوں سے ”وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا“ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنالینا“ اور ” اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا“ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے میرے پروردگار نہ بنادینا میری قبر کو بت کہ اس کی پرستش کی جائے“ یہ دونوں حدیثیں مشکاۃ شریف میں ہیں (فتاویٰ عزیزی، ص ۱۷۸، باب التصوف، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع جدید ۱۴۰۸ھ)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے نواسے اور شاگردِ خاص حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ، جن پر ہندو پاکستان کے بیشتر علماء کی حدیث کی سندوں کا مدار ہے، اور جن کے کلام سے بعض اہل بدعت مصنف دلیل پکڑتے ہیں، اپنی مشہور کتاب

"اربعین" میں اسی عرس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"مقرر ساختن روز عرس، جائز نیست" (مسائل اربعین فی بیان سنۃ المرسلین، ص ۴۱، مسئلہ ۳۶، مطبوعہ: مطبع دہلی اردو اخبار)

ترجمہ: عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے (مسائلِ اربعین)

تفسیرِ مظہری کا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمہ اللہ کے خاص خلیفہ، حضرت قاضی ثناء اللہ، حنفی، نقشبندی پانی پتی رحمہ اللہ اپنی مشہور تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونه عرسا (التفسیر المظهری، ج ۲ ص ۶۵، تحت آیت ۶۴ من سورۃ آلِ عمران، مکتبة الرشدية -الباکستان)

ترجمہ: جاہل لوگ، حضراتِ اولیاء وشہداء کے مزارات کے ساتھ جو (خلافِ شرع) معاملات کرتے ہیں وہ سب کے سب ناجائز ہیں، یعنی ان کو سجدہ کرنا، ان کا طواف کرنا اور ان پر چراغاں کرنا اور ہر سال عیدوں کی طرح ان پر جمع ہونا، جس کا نام انہوں نے عرس رکھا ہے (مظہری)

اس عبارت سے بھی بزرگوں کے مزاروں پر مروّجہ عرس کا ناجائز ہونا معلوم ہوا۔

بعد کے اہلِ حق علماء ومشائخ نے بھی اسی حق پرستی پر مبنی موقف کو اختیار کیا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

"فیضُ الباری شرح البخاری" کا حوالہ

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لا تتخذوا قبری عیدًا .وقد حرَّف مرادَہ بعض الجھلاء وفھموا أنَّ معناہ لا تجعلوہ کالعید فتأتوہ فی السَّنة مرة، ومعناہ لا تجعلوہ کالعید حفلة سنویة یعنی "میلا میری قبر بر نہ لکایا کرو "(فیض الباری شرح البخاری، باب کراھیة الصلاة فی المقابر)

ترجمہ: تم میری قبر کو عید نہ بناؤ، بعض جہلاء نے اس حدیث کی مراد میں تحریف کردی ہے، اورانہوں نے یہ سمجھا ہے کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم قبر کو عید نہ بناؤ کہ سال میں ایک مرتبہ ہی آؤ، حالانکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم سالانہ عید کی طرح اجتماع نہ کرو، یعنی میری قبر پر میلا نہ لگایا کرو (فیض الباری)

آج کل کے مروَّجہ عرس کے موقع پر بے شمار عورتیں اور مرد شرکت کرتے ہیں، مزار پر چادریں اور پھول چڑھاتے ہیں، قبروں کو بوسہ دیتے اور چومتے ہیں، معتقد لوگ نذرو نیاز پیش کرتے ہیں اور منّتیں مانتے ہیں، نشہ آور اشیاء استعمال کرتے ہیں، نیز محفلِ سماع منعقد ہوتی ہے، جس میں موسیقار یا قوّال، ڈھول تاشوں کے ساتھ اپنا کلام گا گا کر سناتے ہیں۔

بعض جگہ مزار کو عرقِ گلاب سے غسل بھی دیا جاتا ہے، پھر اس گلاب کے عرق کو بعض لوگ بوتلوں میں بھر بھر کر اپنے یہاں لے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ طرح طرح کی حرکات کرتے ہیں، بعض لوگ عرقِ گلاب کی اس دھوون کو اپنے چہروں اور ڈاڑھیوں پر مَلتے ہیں، بعض لوگ اس موقع پر قبروں کا طواف کرتے ہیں اور طرح طرح کی خرافات ہوتی ہیں، جبکہ نذرو نیاز اور دعا وغیرہ عبادات میں شامل ہیں اور عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہونی چاہیے۔

اور مزاروں اور قبروں پر جانے کی اجازت اس لئے ہے کہ وہاں جا کر موت کو یاد کیا جائے، لیکن عرس کے موقع پر یہ مقصد سرے سے ہوتا ہی نہیں۔

اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک دور میں عرس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

اگر عرس اسلامی رواج ہوتا تو سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس منایا جاتا، پھر دیگر انبیاء اور خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کا منایا جاتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مروّجہ عرس اور اس میں ہونے والے منکرات سے امتِ محمدیہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

آلاتِ موسیقی کی ممانعت سے متعلق احادیث وروایات

اوپر سے طرہ یہ ہے کہ عُرس کے موقع پر عام طور سے آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع اور قوالیاں ہوتی ہیں، جو کہ ناجائز ہیں، اور اوپر سے اس کو نعوذ باللہ تعالیٰ حلال اور اس سے بڑھ کر عبادت سمجھا جانے لگا ہے، جو کہ انتہائی خطرناک طرزِ عمل ہے۔

احادیث وروایات میں موسیقی وآلاتِ موسیقی کی ممانعت آئی ہے، اور قیامت سے پہلے اس کو حلال سمجھنے کے خطرہ کی بھی پیشن گوئی فرمائی گئی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابوعامر یا ابومالک اشعری نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا؛ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ (بخاری، رقم الحديث ٥٥٩٠، كتاب الأشربة، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: یقیناً میری اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم اور شراب اور آلاتِ موسیقی کو (خوشنما تعبیروں مثلاً ثقافت، قوالی وغیرہ سے) حلال کرلیں گے (بخاری)

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُضْرَبُ عَلٰى رُءُ وْسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْقَيْنَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ (التاريخ الكبير للبخارى، ج ۱ ص ۳۰۵، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد -الدكن، ابنِ ماجه رقم الحديث ۴۰۱۰، كتاب الفتن، باب العقوبات، شعب الايمان رقم الحديث ۵۲۲۷، مصنف ابنِ ابى شيبة رقم الحديث ۲۴۲۲۷، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۳۳۴۲، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۶۷۵۸)

ترجمہ: کچھ لوگ میری امت میں سے شراب پئیں گے، جس کا نام شراب کے علاوہ کچھ اور رکھیں گے، ان کے سروں پر معازف (یعنی گانے بجانے کے آلات Musical instruments) بجائے جائیں گے، اور گانے والیاں گانے گائیں گی، اللہ، ان کو زمین میں دھنسا دے گا، اور ان میں سے بعض کو اللہ بندر اور خنزیر بنا دے گا (تاریخ کبیر)

مذکورہ حدیث کی سند کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن بعض دیگر حضرات نے دوسری روایات کے پیشِ نظر اس کو معتبر قرار دیا ہے، جو کہ بظاہر راجح ہے۔ [1]

---

[1] قال المناوى:

(ه حب طب هب عنه) أى عن أبى مالك الأشعرى قال ابن القيم :إسناده صحيح (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۷۷۰۶)

وقال الالبانى:

قلت: وهذا إسناد رجاله ثقات غير مالك هذا فإنه لا يعرف إلا برواية حاتم عنه فهو مجهول ولذلك قال الحافظ فيه " :مقبول "أى عند المتابعة (تحريم آلات الطرب للألبانى، ص ۴۵، الفصل الأول: فى ذكر الأحاديث الصحيحة فى تحريم الغناء وآلات الطرب)

وقال ايضاً:

ليكونن من أمتى أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف، ولينزلن أقوام إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

''معازف'' عربی زبان میں گانے بجانے کے آلات کو کہا جاتا ہے، جس میں ڈھول، بانسری وغیرہ سب داخل ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جنب علم، یروح علیهم بسارحة لهم، یأتیهم لحاجة، فیقولون :ارجع إلینا غدا، فیبیتهم الله، ویضع العلم، ویمسخ آخرین قردة وخنازیر إلی یوم القیامة ."

رواه البخاری فی "صحیحه "تعلیقا فقال(۴/۳۰) "باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه .وقال هشام بن عمار : حدثنا صدقة بن خالد حدثنا عبد الرحمن بن یزید بن جابر حدثنا عطیة بن قیس الکلابی حدثنی عبد الرحمن بن غنم الأشعری قال : حدثنی أبو عامر أو أبو مالک الأشعری -والله ما کذبنی -سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول " ...فذکره.

وقد وصله الطبرانی (۱/۱٦۷/۱)والبیهقی(۱۰/۲۲۱)وابن عساکر (۱۹/۷۹/۲)وغیرهم من طرق عن هشام بن عمار به.

وله طریق أخری عن عبد الرحمن بن یزید، فقال أبو داود (۴۰۳۹)حدثنا عبد الوهاب بن نجدة حدثنا بشر بن بکر عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر به.

ورواه ابن عساکر من طریق أخری عن بشر به.

قلت :وهذا إسناد صحیح ومتابعة قویة لهشام بن عمار وصدقة بن خالد، ولم یقف علی ذلک ابن حزم فی "المحلی "، ولا فی رسالته فی إباحة الملاهی، فأعل إسناد البخاری بالانقطاع بینه وبین هشام، وبغیر ذلک من العلل الواهیة، التی بینها العلماء من بعده وردوا علیه تضعیفه للحدیث من أجلها، مثل المحقق ابن القیم فی "تهذیب السنن (۵/۲۷۰ ـ ۲۷۲) "والحافظ ابن حجر فی "الفتح "وغیرهما، وقد فصلت القول فی ذلک فی جزء عندی فی الرد علی رسالة ابن حزم المشار إلیها، یسر الله تبیضه ونشره.

وابن حزم رحمه الله مع علمه وفضله وعقله، فهو لیس طویل الباع فی الاطلاع علی الأحادیث وطرقها ورواتها .ومن الأدلة علی ذلک تضعیفه لهذا الحدیث.

وقوله فی الإمام الترمذی صاحب السنن " :مجهول "وذلک مما حمل العلامة محمد بن عبد الهادی -تلمیذ ابن تیمیة -علی أن یقول فی ترجمته فی "مختصر طبقات علماء الحدیث "(ص ۴۰۱) ": وهو کثیر الوهم فی الکلام علی تصحیح الحدیث وتضعیفه، وعلی أحوال الرواة ."

قلت :فینبغی أن لا یؤخذ کلامه علی الأحادیث إلا بعد التثبیت من صحته وعدم شذوذه، شأنه فی ذلک شأنه فی الفقه الذی یتفرد به، وعلم الکلام الذی یخالف السلف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس حدیث سے آلاتِ موسیقی کا ناجائز ہونا معلوم ہوا۔ ؎

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فیہ، فقد قال ابن عبد الھادی بعد أن وصفہ "بقوۃ الذکاء وکثرۃ الاطلاع :"
"ولکن تبین لی منہ أنہ جھمی جلد، لا یثبت معانی أسماء اللہ الحسنی إلا القلیل، کالخالق، والحق، وسائر الأسماء عندہ لا یدل علی معنی أصلا، کالرحیم والعلیم والقدیر، ونحوھا، بل العلم عندہ ھو القدرۃ، والقدرۃ ھی العلم، وھما عین الذات، ولا یدل العلم علی شیء زائد علی الذات المجردۃ أصلا وھذا عین السفسطۃ والمکابرۃ . وقد کان ابن حزم قد اشتغل فی المنطق والفلسفۃ ، وأمعن فی ذلک، فتقرر فی ذھنہ لھذا السبب معانی باطلۃ ."(سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، تحت رقم الحدیث ۹۱)

وقال عبداللہ بن یوسف الجدیع:
فھذا الاسناد اذاً جید فی الشواھد.
وقد اختلف فیہ علیٰ علی بن بحر، فمنھم من یرویہ عنہ فیجعلہ من مسند ابی مالک کما سقناہ، ومنھم من یرویہ فیجعلہ من مسند ربیعۃ،وصرح فیہ ربیعۃ بالسماع، وعلیٰ ای الوجھین کان الخبر فانہ صالح فی الشواھد، وھو عندی عن ابی مالک اصح(احادیث ذم الغناء والمعازف فی المیزان، صفحہ ۳۹،مطبوعۃ : مکتبۃ دارالاقصیٰ، الکویت،الطبعۃ الاولیٰ: ۱۴۰۶ - 1986ھ)

؎ والمعازف وقولہ یستحلون قال ابن العربی یحتمل أن یکون المعنی یعتقدون ذلک حلالا ویحتمل أن یکون ذلک مجازا علی الاسترسال أی یسترسلون فی شربھا کالاسترسال فی الحلال وقد سمعنا ورأینا من یفعل ذلک قولہ والمعازف بالعین المھملۃ والزای بعدھا فاء جمع معزفۃ بفتح الزای وھی آلات الملاھی ونقل القرطبی عن الجوھری أن المعازف الغناء والذی فی صحاحہ أنھا آلات اللھو وقیل أصوات الملاھی وفی حواشی الدمیاطی المعازف الدفوف وغیرھا مما یضرب بہ ویطلق علی الغناء عزف وعلی کل لعب عزف ووقع فی روایۃ مالک بن أبی مریم تغدو علیھم القیان وتروح علیھم المعازف (فتح الباری -لابن ، ج۱۰ ص۵۵،باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ)

المعازف ، ھی الدفوف وغیرھا مما یضرب (بہ) کما فی "النھایۃ "
وفی "القاموس : "ھی الملاھی کالعود والطنبور الواحد (عزف) أو (معزف) کمنبر ومکنسۃ و (العازف) : اللاعب بھا والمغنی ولذلک قال ابن القیم فی "الإغاثۃ : "وھی آلات اللھو کلھا لا خلاف بین أھل اللغۃ فی ذلک وأوضح منہ قول الذھبی فی "السیر "(۱۵۸/۲۱) (المعازف) : اسم لکل آلات الملاھی التی یعزف بھا کالمزمار والطنبور والشبابۃ والصنوج ونحوہ فی کتابہ "تکرۃ الحفاظ "(۱۳۳۷/۲)(تحریم آلات الطرب،للألبانی، صفحۃ ۷۹،الفصل الثانی: شرح مفردات غریب الحدیث)

www.idaraghufran.org

يَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَقَذْفٌ، قِيْلَ وَمَتٰى ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ اِذَا ظَهَرَ الْقِيَّانُ وَالْمَعَازِفُ وَاسْتُحِلَّتِ الْخُمُوْرَ (مسند عبد بن حميد، جلد۲ صفحه ۳۸، رقم الحديث ۴۵۴. ومسند الرؤياني، رقم الحديث ۱۰۲۶، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۵۸۱۰) [1]

ترجمہ: اس امت میں دھنسائے جانے اور صورتیں مسخ کیے جانے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ فرمایا: جب گانے بجانے والی عورتوں اور گانے بجانے کے آلات (موسیقی) کی کثرت ہو جائے گی، اور شرابوں کو حلال سمجھا جانے لگے گا (مسند حمید)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْخَمْرَ، وَالْمَيْسِرَ، وَالْكُوْبَةَ، وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۶۲۵، مؤسسة الرسالة، بيروت، ابوداؤد رقم الحديث ۳۶۹۶) [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني، وفيه عبد الرحمن بن زيد بن أسلم وفيه ضعف، وبقية رجال إحدى الطريقين رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۵۸۹)

قلت: ولهٗ شواهد كثيرة.

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد و سنن ابی داود)

وقال الالبانی:

لا تشربوا فی الدباء ولا فی المزفت ولا فی النقير وانتبذوا فی الأسقية. قالوا: يا رسول الله! فإن اشتد فی الأسقية؟ قال: فصبوا عليه الماء. قالوا: يا رسول الله ... فقال لهم فی الثالثة أو الرابعة: أهريقوه. ثم قال: إن الله حرم علی، أو حرم: الخمر والميسر والكوبة، قال: وكل مسكر حرام."

أخرجه أبو داود - والسياق له (۲/۱۳۱) وأحمد (۱/۲۷۴) عن أبی أحمد: حدثنا سفيان عن علی بن بذيمة حدثنی قيس بن حبتر النهشلی عن ابن عباس ": أن وفد عبد القيس قالوا: يا رسول الله! فيما نشرب؟ قال: فذكره. قال سفيان: فسألت علی بن بذيمة عن الكوبة؟ قال: الطبل.

قلت: وهذا إسناد صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير ابن بذيمة وحبتر، وهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر شراب کو، اور جوے کو، اور طبلے کو حرام کیا ہے، اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے (مسند احمد، ابوداود)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَيْهِمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ : إِنَّ رَبِّيْ حَرَّمَ عَلَيَّ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوْبَةَ وَالْقِنِّيْنَ .وَالْكُوْبَةُ اَلطَّبْلُ (السنن الكبرى للبيهقي ،رقم الحديث ٢٠٩٩٤،باب : ما جاء في ذم الملاهي من المعازف والمزامير ونحوها،دارالكتب العلمية،بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن، ان کے پاس تشریف لائے، اور وہ لوگ اس وقت مسجد میں تھے، اور فرمایا کہ بے شک میرے رب نے میرے اوپر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ثقتان .وتابعه أبو جمرة عن ابن عباس به، دون قوله " :وانتبذوا " ...إلخ .أخرجه البخاري (١٠/٣٦٣-٤- فتح) ومسلم (١/٣٥)وأبو داود، وزادوا " :والحنتم ". وأخرجه أبو داود عن أبي هريرة مثل حديث أبي جمرة، وزاد " :والمزادة المخنوثة، ولكن اشرب في سقائك، وأوكه ."وسنده صحيح .وأخرج مسلم(١/٣٧)وأحمد (٣/٥٧) في قصة وفد عبد القيس هذه، فقال صلى الله عليه وسلم " :لا تشربوا في النقير -قالوا :يا نبي الله !جعلني الله فداءك، أو تدري ما النقير؟ قال: نعم، الجذع ينقر وسطه -ولا في الدباء ولا في الحنتم وعليكم بالموكى ."

وأخرجه أبو داود عن أبي القموص زيد بن علي حدثني رجل كان من الوفد الذين وفدوا إلى النبي صلى الله عليه وسلم من عبد القيس فقال " :لا تشربوا في نقير ولا مزفت ولا دباء ولا حنتم، واشربوا في الجلد الموكأ عليه، فإن اشتد فاكسروه بالماء، فإن أعياكم فأهريقوه ."وإسناد صحيح .وأخرجه أحمد(٤/٢٠٦) إلى قوله " :الموكأ عليه ". ولهذا القدر منه طريق أخرى عنده(٣/٤٣٢ و ٤/٢٠٦).ثم إن علي بن بذيمة قد تابعه عبد الكريم -وهو الجزري -عن قيس بن حبتر به، والجملة الأخيرة فقط بلفظ: "إن الله حرم عليكم الخمر والميسر والكوبة، وقال :كل مسكر حرام ."أخرجه أحمد (١/٢٨٩ و ٣٥٠)وغيره.

وإسناده صحيح أيضا، وهو مخرج في "المشكاة(٣٦٥٢) "و(٤٥٠٣) وأخرجها أحمد أيضا(٢/١٥٨و١٦٥ و١٦٧ و١٧١ و١٧٢) من طرق عن عبد الله بن عمرو مرفوعا (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٤٢٥)

شراب کو اور جوئے کو اور کوبہ کو حرام کیا ہے، اور کوبہ سے مراد طبلہ ہے (بیہقی)

طبلہ گانے بجانے کے آلات میں سے ہے، جب یہ بھی حرام ہے تو دوسرے گانے بجانے کے آلات کیونکر جائز ہو سکتے ہیں؟ [1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ سَبْعٍ، وَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُنَّ، أَلَا إِنَّ مِنْهُنَّ :اَلنَّوْحَ، وَالْغِنَاءَ، وَالتَّصَاوِيْرَ، وَالشِّعْرَ، وَالذَّهَبَ، وَجُلُوْدَ السِّبَاعِ، وَالتَّبَرُّجَ ,وَالْحَرِيْرَ (مسند أبى يعلى الموصلي، رقم الحديث ۷۳۷۴، ج ۱۳ ص ۳۶۴، دار المأمون للتراث -دمشق، مسند الشاميين للطبراني رقم الحديث ۱۳۹۲) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں سے منع فرمایا، اور میں بھی تمہیں ان سے منع کرتا ہوں، خبردار ہو جاؤ، ان میں سے ایک چیز نوحہ ہے، اور ایک گانا ہے، اور ایک تصاویر ہیں، اور ایک (غیر شرعی) شعر ہے، اور ایک (مرد کو) سونا (پہننا) ہے، اور ایک درندے کی کھال ہے، اور ایک (زمانۂ جاہلیت کی طرح) عورتوں کا بے پردہ پھرنا ہے، اور ایک (مرد کو) ریشم (کا پہننا) ہے (ابویعلیٰ، طبرانی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

الدُّفُّ حَرَامٌ وَالْمَعَازِفُ حَرَامٌ وَالْكُوْبَةُ حَرَامٌ وَالْمِزْمَارُ حَرَامٌ (السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ۲۱۰۰۰، باب :ما جاء فى ذم الملاهى من المعازف

---

[1] وأما الطنبور فهو بضم الطاء والموحدة بينهما نون ساكنة آلة من آلات الملاهى معروفة وقد تفتح طاؤه (فتح البارى -لابن حجر، باب هل تكسر الدنان التى فيها خمر أو تخرق الزقاق)

[2] قال حسين سليم اسد الدارانى:

إسناده حسن (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

والمزامير ونحوها،دارالكتب العلمية،بيروت) [1]

ترجمہ: دَف حرام ہے، اور گانے بجانے کے آلاتِ (موسیقی) حرام ہیں، اور طبلہ حرام ہے، اور بانسری حرام ہے (بیہقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک تقریب کے حوالے سے یہ قصہ مذکور ہے کہ:

فَمَرَّتْ عَائِشَةُ فِي الْبَيْتِ فَرَأَتْهُ يَتَغَنّٰى وَيُحَرِّكُ رَأْسَهُ طَرَبًا وَكَانَ ذَا شَعْرٍ كَثِيرٍ .فَقَالَتْ :أُفٍّ شَيْطَانٌ أَخْرِجُوهُ أَخْرِجُوهُ (الادب المفرد للبخارى،ص ٤٠٨،رقم الحديث ١٢٤٧،مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض) [2]

ترجمہ: پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس گھر میں گزریں، تو اس آدمی کو دیکھا کہ وہ گانا گا رہا ہے، اور اپنے سر کو مستی کے ساتھ حرکت دے رہا ہے، اور اس کے بڑے بڑے بال تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اُف، یہ شیطان ہے، اسے باہر نکالو، باہر نکالو (الادب المفرد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

---

[1] قلت :و هذا إسناد صحيح إن كان (أبو هاشم الكوفى) هو (أبو هاشم السنجارى) المسمى (سعدا) فإنه جزرى كعبد الكريم وذكروا أنه روى عنه لكن لم أر من ذكر أنه كوفى وفى " ثقات ابن حبان "(٢٩٦/٤) أنه سكن دمشق والله أعلم(تحريم آلات الطرب،للألبانى، صفحه ٩٢ ، الفصل الرابع: فى دلالة الأحاديث على تحريم الملاهى بجميع أشكالها)

[2] قال الالبانى:قلت :و إسناده محتمل للتحسين ، رجاله ثقات ، غير أم علقمة هذه و اسمها مرجانة وثقها العجلى و ابن حبان ، و روى عنها ثقتان (سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانى، تحت رقم الحديث ٧٢٢)

[3] عن عمرو بن الحارث ,أن بكير بن الأشج ,حدثه أن أم علقمة مولاة عائشة أخبرته أن بنات أخى عائشة رضى الله عنها خفضن فألمن ذلك ,فقيل لعائشة :يا أم المؤمنين ,ألا ندعو لهن من يلهيهن؟ قالت " :بلى ,قالت :فأرسل إلى فلان المغنى فأتاهم ,فمرت به عائشة رضى الله عنها فى البيت ,فرأته يتغنى ,ويحرك رأسه طربا , وكان ذا شعر كثير ,فقالت عائشة رضى الله عنها " :أف ,شيطان أخرجوه ,أخرجوه , فأخرجوه (السنن الكبرى، للبيهقى، رقم الحديث ٢١٠١٠)

قال الالبانى: أخرجه البيهقى ١٠/٢٢٣ - ٢٢٤، والبخارى مختصرا فى الأدب المفرد١٢٤٧ بسند حسن أو يحتمل التحسين (تحريم آلات الطرب،ص ١٢٩،الفصل السابع :فى الغناء بدون آلة)

آج بھی قوال اور گویئے بڑے بڑے بال رکھتے ہیں، اور اپنے سر کو مستی سے ہلاتے ہیں۔
اور اس طرح کی حرکات، بہت سے مزاروں پر اور خاص کر عرس کے مواقع پر ہوتی ہیں، ان حرکات کو کرنا، کرانا، ان میں شرکت کرنا، اور ان حرکات کے مرتکبین کو روپیہ پیسہ فراہم کرنا، سب ناجائز و گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

غلط اشعار کی ممانعت سے متعلق احادیث وروایات

پھر مزید براں آج کل کی عام قوالیوں میں جو اشعار پڑھے جاتے ہیں، ان کے مضامین خلافِ شریعت، بلکہ بعض شرکیہ کلمات پر بھی مشتمل ہوتے ہیں، جبکہ شرعاً اشعار کے انداز میں بھی اس قسم کے مضامین کا پڑھنا جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ذُكِـرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَـلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ (سنن الـدارقـطـنـى،رقـم الـحـديـث ۴۳۰۶،كتـاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الـرسـالة، بيـروت،مسـنـد ابـى يـعـلىٰ رقم الحديث ۴۷۶۰،سنن البيهقى رقم الحديث ۲۱۶۴۳، الكامل لابنِ عدى ج۴ص ۲۷۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا تذکرہ کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہو تو اچھا ہے، اور برا ہو تو برا ہے (دارقطنی)

---

[1] قال البيهقى:وصله جماعة والصحيح عنه عن النبى -صلى الله عليه وسلم -مرسل(حواله بالا)
وقـال الهيـثـمـى:رواه أبـو يـعلى وفيه عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان وثقه دحيم وجماعة وضعفه ابن مـعـين وغـيـره ، وبـقـية رجـالـه رجـال الـصـحيح(مجمع الزوائد،ج۸ص ۱۲۲، تحت رقم الحديث ۱۳۳۱۷،باب الشعر فى الكلام، مكتبة القدسى، قاهرة)
وقـال الالـبـانـى:قـلـت:إذا لـم يـكـن له علة غير ابن ثوبان هذا فهو حسن الإسناد(سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۴۴۶)
وقال حسين سليم اسد الدارانى:اسناده حسن(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّعْرُ بِمَنْزِلَةِ الْكَلَامِ حَسَنُهُ كَحَسَنِ الْكَلَامِ وَقَبِيْحُهُ كَقَبِيْحِ الْكَلَامِ (سنن الدارقطنی، رقم الحديث ۴۳۰۸، كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت، الأدب المفرد للبخارى، رقم الحديث ۸۹۵، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۱۴۸۸، المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ۷۶۹۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر کلام کے درجے میں ہے، جو اچھا ہو، تو اچھے کلام کی طرح ہے، اور برا ہو، تو برے کلام کی طرح ہے (دارقطنی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ:

إِنَّ الشِّعْرَ كَلَامٌ وَإِنَّ مِنَ الْكَلَامِ حَقًّا وَّبَاطِلًا (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۱۹۷۴۰، كتاب الجامع للإمام معمر بن راشد الأزدى رواية الإمام عبد الرزاق الصنعانى، باب الغناء والدف)

ترجمہ: شعر ایک کلام ہوتا ہے، اور کلام حق بھی ہوتا ہے، اور باطل بھی ہوتا ہے (عبد الرزاق)

مطلب یہ ہے کہ شعر کا مضمون کلام ہونے کی حیثیت سے اچھا بھی ہوسکتا ہے، اور برا بھی اور حق و سچ بھی ہوسکتا ہے اور باطل اور جھوٹ بھی۔

جو مضمون اور مفہوم بغیر نظم کے نثر کے انداز میں شرعی اصولوں کے خلاف ہو، اس کو نظم کے انداز میں ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

---

[1] قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الاوسط وقال لا يروى عن النبى صلى الله عليه وسلم الا بهذا الاسناد واسناده حسن (مجمع الزوائد ج۸ ص ۱۲۲، تحت رقم الحديث ۱۳۳۱۷، باب الشعر فى الكلام، مكتبة القدسى، قاهرة)

وقال الالبانى: له شواهد يصل بها إلى رتبة الحسن منها عن عائشة (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۴۴۶)

www.idaraghufran.org

حضرت ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَبِیْحَةَ عُرْسِیْ، وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ یَتَغَنَّیَانِ، وَتَنْدُبَانِ آبَائِیْ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا یَوْمَ بَدْرٍ، وَتَقُوْلَانِ، فِیْمَا تَقُوْلَانِ: وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ، فَقَالَ: أَمَّا ھٰذَا فَلَا تَقُوْلُوْہُ، مَا یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ إِلَّا اللّٰہُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٨٩٧، كتاب النكاح، باب الغناء والدف) [1]

ترجمہ: میری شادی کی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت دو (کم سن) بچیاں میرے پاس شعر پڑھ رہی تھیں اور میرے آباء کا تذکرہ کر رہی تھیں جو بدر میں شہید ہوئے اور وہ یہ بھی کہنے لگیں کہ اور ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل (آئندہ) کی بات جانتے ہیں، تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات مت کہو، اس لئے کہ کل کی بات کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (ابن ماجہ)

یہ مصرعہ اگرچہ اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آئندہ پیش آنے والی بہت سی باتوں کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا، لیکن چونکہ الفاظ عام تھے، اور ان سے وہم ہوسکتا تھا کہ آپ کی طرف وہ علمِ غیب منسوب کیا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصرعے کو بھی گوارا نہ کیا۔

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ:

إِذْ قَالَتْ إِحْدَاھُنَّ: وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ، فَقَالَ: دَعِیْ ھٰذِہٖ، وَقُوْلِیْ بِالَّذِیْ کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ (بخارى، رقم الحديث ٥١٤٧، كتاب النكاح، باب بعد باب الخطبة)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ایک بچی ان میں سے کہنے لگی کہ ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کا حال جانتے ہیں کہ کل کو کیا ہوگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شعر کو چھوڑ دو اور جو پہلے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو (بخاری)

اس واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور نعت جیسی چیز میں بھی خلافِ شریعت باتیں گوارا نہیں تھیں۔

پھر آج کل کی قوّالیوں میں خلافِ شریعت مضامین اور اشعار کیسے جائز ہوسکتے ہیں۔

ناظرینِ کرام! آج کل بہت سے اہلِ بدعت کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مروَّجہ عرس اور اُس میں پائی جانے والی چیزوں کے ناجائز ہونے کا فتویٰ بعد کے مخصوص علماء کا ہے، جن کو وہابیت کا الزام دیا جاتا ہے۔

حالانکہ گزشتہ حوالوں سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ یہ موقف قرآن وسنت کے مطابق ہے، اور قدیم سے اہلُ السنۃ والجماعۃ کا چلا آتا ہے۔

بھلا جس چیز میں کھلم کھلا شریعت کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہو، اس کی اہلِ حق علماء وفقہاء کیسے اجازت دے سکتے ہیں؟

عرس سے متعلق مولانا ماہرُ القادری کا منظوم کلام

آج کل کے عرس میں جو کچھ ہوتا ہے، مولانا ماہرُ القادری صاحب نے اپنے درجِ ذیل اشعار میں اس کی حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے کہ:

ہر طرف خیمے لگے ہیں، دُور تک بازار ہے		یہ نمائش ہے، کوئی میلہ ہے، یا تہوار ہے
ہے یہ تقریبِ عقیدت، عُرس ہے اک پیر کا		کام کرتی ہے یہاں کی خاک بھی اکسیر کا
اِک طوائف گارہی ہے سامنے درگاہ کے		کیا مزے ہیں حضرتِ قبلہ سُہاگن شاہ کے
رقص فرمانے لگے، کچھ صاحبانِ وجد وحال		یہ کرامت شیخ کی ہے، یا ہے نغمہ کا کمال

عورتوں کی بھیڑ میں نظارہ ٹھوکر کھائے ہے	اِس ہجومِ رنگ وبُو میں کب خدا یاد آئے ہے
مقبروں کی جالیوں پر عرضیاں لٹکی ہوئیں	یہ وہ منزل ہے جہاں ہیں نیکیاں بھٹکی ہوئیں
اِن میں لکھا ہے ہماری جھولیاں بھردیجئے	دردِ دِل سُن لیجئے ، مشکل کشائی کیجئے
آپ کو اللہ نے سب کچھ دیا ہے اختیار	میرا گلشن بھی بہت دن سے ہے بے فصل وبہار
پھول بٹتے ہیں کہیں اور دیگ لُٹتی ہے کہیں	دل مچلتا ہے کہیں اورسانس گھٹتی ہے کہیں
یہ ملیدے ، یہ بتاشے ، یہ مٹھائی کے طباق	یہ عقیدت کا تموُّج، یہ وفورِ اشتیاق
چادریں چڑھتی ہوئیں، ڈھولک بھی بجتی ہوئی	یہ مُوحِّد ہیں جو پوجا کررہے ہیں قبر کی
کوئی سجدے میں جھکا ہے،کوئی مصروفِ طواف	تھام رکھا ہے کسی نے دونوں ہاتھوں سے غلاف
رورہا ہے کوئی چوکھٹ ہی پہ سر رکھے ہوئے	ہیں کسی کے ہاتھ بہرِ التجا اُٹھے ہوئے
دیکھتا ہی رہ تماشائی ، زباں سے کچھ نہ بول	چادروں کی دھجیاں بکتی ہیں یاں سونے کے مول
ہَن برستا ہے یہاں،چاندی اُگلتی ہے زمیں	آخرت کی یاد اِس جا پاؤں رکھ سکتی نہیں
زائروں کے خود مجاور ہی جھکادیتے ہیں سر	مورکے پنکھوں کے سایہ میں کلاوے باندھ کر
ہے یہ تعلیمِ نبی (ﷺ) فرمانِ قرآنِ کریم	ہے ہراِک بدعت ضلالت ،شرک ہے ظلمِ عظیم
بدعتوں ہی بدعتوں کی ہرطرف شیشہ گری	اس طرح تردید فرمانِ رسولُ اللہ کی
مدعیٔ توحید کے ، اور شرک سے یہ سازباز	اِک طرف قبروں پہ سجدے دوسری جانب نماز
التجا، فریاد ، استمداد غیرُ اللہ سے	یہ نہیں ہے شرک ، توپھر شرک کس کا نام ہے
کب تلک یہ کھیل دنیا کو دکھایا جائے گا	مضحکہ توحید کا کب تک اُڑایا جائے گا

درجِ بالا منظوم کلام کو ملاحظہ کرکے، آج کل کے مروّجہ عرس میں ہونے والے منکرات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم عطا فرمائے۔آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ .

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 1)

عُرس، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی نظر میں

اب مروَّجہ عرس میں ہونے والے مذکورہ منکرات وخرافات کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی پیش کردہ ہدایات کی روشنی میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا پہلا حوالہ

(1)......ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دَعْ عَنکَ الشِّرْکَ بِالْخَلْقِ وَوَحِّدِ الْحَقَّ عَزَّوَجَلَّ هُوَ خَالِقُ الْاَشْیَاءِ جَمِیْعِهَا وَبِیَدِهِ الْاَشْیَاءُ جَمِیْعُهَا ، یَاطَالِبَ الْاَشْیَاءِ مِنْ غَیْرِهٖ مَا اَنْتَ عَاقِلٌ ، هَلْ شَیْئٌ لَیْسَ هُوَ فِیْ خَزَائِنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ،قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:”وَاِنْ مِّنْ شَیْئٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ“ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص۸، المجلس الاول فی عدم الاعتراض علی الله،مطبوعة : منشورات الجمیل، بغداد، الطبعة الاولیٰ:۲۰۰۷ء)

ترجمہ: مخلوق کے ساتھ شرک کرنا چھوڑ دے، اور حق تعالیٰ عزوجل کی توحید اختیار کرلے، وہی تمام اشیاء کو پیدا کرنے والا ہے، اور اسی کے قبضۂ قدرت میں تمام اشیاء ہیں، اے غیرُ اللہ سے چیزوں کو طلب کرنے والے، تو بے وقوف ہے، کیا کوئی چیز ایسی بھی ہے، جو اللہ عزوجل کے خزانوں میں نہ ہو، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ کوئی چیز بھی نہیں، مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں (الفتح الربانی)

پس عرس وغیرہ کے نام پر بزرگوں کی قبروں پر حاضر ہوکر، ان سے اپنی حاجات کو طلب کرنا،

Idara Ghufran

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک حماقت اور بے وقوفی ہوا، اور اس قسم کی حرکات کے مرتکب، بے وقوف شمار ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا دوسرا حوالہ

(2)......ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(یَاقَوۡمِ) اِتَّبِعُوۡا وَلَا تَبۡتَدِعُوۡا وَافِقُوۡا وَلَا تُخَالِفُوۡا اَطِیۡعُوۡا وَلَا تَعۡصُوۡا اَخۡلِصُوۡا وَلَا تُشۡرِکُوۡا، وَحِّدُوۡا الۡحَقَّ عَزَّ وَجَلَّ وَعَنۡ بَابِهٖ فَلَا تَبۡرَحُوۡا، سَلُوۡهُ وَلَا تَسۡأَلُوۡ غَيۡرَهٗ، اِسۡتَعِيۡنُوۡا بِهٖ وَلَا تَسۡتَعِيۡنُوۡا بِغَيۡرِهٖ، تَوَکَّلُوۡا عَلَيۡهِ وَلَا تَتَوَکَّلُوۡا عَلٰى غَيۡرِهٖ (الفتح الربانی والفيض الرحمانی، ص۱۹۷، ۱۹۸، المجلس السابع والاربعون فی بغض الخلق عند الضرر، مطبوعة: منشورات الجميل، بغداد، الطبعة الاولیٰ:۲۰۰۷ء)

ترجمہ: اے میری قوم! اتباع کرو، بدعتی مت بنو، موافقت کرو، مخالفت نہ کرو، تابعدار بنو، نافرمان نہ بنو، اخلاص اختیار کرو، اور شرک نہ کرو، حق تعالیٰ عزوجل کی توحید کو اختیار کرو، اور اس کے دروازے سے مت ہٹو، اسی سے مانگو، اور کسی سے نہ مانگو، اسی سے مدد چاہو، اور کسی غیر سے مدد مت چاہو، اسی پر بھروسہ کرو، اور کسی دوسرے پر بھروسہ مت کرو (الفتح الربانی)

پس عرس وغیرہ کے عنوان سے اللہ کے دربار کو چھوڑ کر، صاحبِ مزار کے دربار پر جا کر مدد چاہنا، اور اپنی حاجات کا طلب کرنا، کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا تیسرا حوالہ

(3)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اِلٰى مَتٰى اَنۡتَ مُشۡرِکٌ بِالۡخَلۡقِ مُتَّکِلٌ عَلَيۡهِمۡ ؟ يَجِبُ عَلَيۡکَ اَنۡ

تَعۡلَمَ اَنَّ اَحَدًا مِّنۡھُمۡ لَایَنۡفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فِقِیۡرُھُمۡ وَغَنِیُّھُمۡ عَزِیۡزُھُمۡ وَذَلِیۡلُھُمۡ ، عَلَیۡکَ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لَا تَتَّکِلُ عَلَی الۡخَلۡقِ وَلَا عَلٰی کَسۡبِکَ وَحَوۡلِکَ وَقُوَّتِکَ، اِتَّکِلۡ عَلٰی فَضۡلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۲۰۱، المجلس الثامن والاربعون فی العمل الصالح، مطبوعة : منشورات الجمیل، بغداد، الطبعة الاولیٰ:۲۰۰۷ء)

ترجمہ: تُو کب تک مخلوق کو اللہ کا شریک سمجھتا اور ان پر بھروسہ کرتا رہے گا؟ تجھ پر یہ جاننا واجب ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نہ تجھ کو نفع دے سکتا ہے، نہ نقصان، خواہ وہ فقیر ہو یا مالدار، عزت والا ہو، یا ذلت والا، تُو اللہ عزوجل کو لازم پکڑ اور مخلوق پر بھروسہ نہ کر، اور نہ اپنی کوشش اور حرکت اور قوت پر بھروسہ کر، اللہ عزوجل پر ہی بھروسہ کر (الفتح الربانی)

پس عرس کے موقع پر بزرگوں کے مزاروں اور درباروں پر کوئی نفع حاصل کرنے، اور ضرر کو دور کرنے اور مال ودولت کو حاصل کرنے اور فقر وفاقہ کو دور کرنے، اور عزت وعہدہ کو حاصل کرنے، اور ذلت کو دور کرنے کے لیے حاضر ہونا، اور اس مقصد کے لیے دور دراز سے سفر کرنا، کیسے جائز ہوگا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا چوتھا حوالہ

(4)......ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

یُؤۡتِیۡ فَضۡلَہٗ مَنۡ یَّشَآءُ "وَاللّٰہُ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ" اَلۡخَیۡرُ کُلُّہٗ بِیَدِہٖ وَالۡعَطَاءُ وَالۡمَنۡعُ بِیَدِہٖ، وَالۡغِنٰی وَالۡفَقۡرُ بِیَدِہٖ ، وَالۡعِزُّ وَالذِّلُّ بِیَدِہٖ، مَالِاَحَدٍ مَعَہٗ شَیۡئٌ ، فَالۡعَاقِلُ مَنۡ یَّلۡزِمُ بَابَہٗ، وَیُعۡرِضُ بَابَ غَیۡرِہٖ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۲۳، المجلس الثالث فی عدم تمنی الغنی، مطبوعة : منشورات الجمیل، بغداد، الطبعة الاولیٰ:۲۰۰۷ء)

ترجمہ: وہ (وحدہٗ لاشریک) جس پر چاہتا ہے، فضل فرماتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے، رزق بے شمار دیتا ہے، ساری بھلائیاں، اسی کے ہاتھ میں ہیں، اور دینا، نہ دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے، مالدار اور فقیر بنانا بھی اسی کے قبضے میں ہے، عزت دینا اور ذلیل کرنا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کی موجودگی میں کسی کے ہاتھ کچھ بھی نہیں، لہٰذا عقل مند وہی ہے، جو اس کے دروازہ کا ہو رہے، اور دوسروں کے دروازوں سے منہ پھیر لے (الفتح الربانی)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنے سمیت تمام مخلوقات کو اللہ کے سامنے مجبور و لاچار اور بے بس فرمادیا ہے، اور اللہ ہی کو تمام مخلوقات کو مال و دولت اور عزت و ذلت دینے والا قرار دیا ہے۔

پھر عرس وغیرہ کے عنوان سے، غیرُ اللہ اور صاحبِ مزار کے ساتھ، اس قسم کا برتاؤ کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

شیخ عبدالقادر جیلانی کا پانچواں حوالہ

(5)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَنْتَ وَالْخَلْقُ کُلُّهُمْ عِبَادُهٗ وَهُوَ مُدَبِّرُکَ وَمُدَبِّرُهُمْ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۲۴، المجلس الثالث فی عدم تمنی الغنی، مطبوعة: منشورات الجمیل، بغداد، الطبعة الاولیٰ: ۲۰۰۷ء)

ترجمہ: تُو اور ساری مخلوق، اللہ کے بندے ہیں، اور اللہ تیرا بھی مدبّر ہے، اور دوسری سب مخلوق کا بھی (الفتح الربانی)

پس کسی بزرگ یا ولی کو مدبّر سمجھ کر اس کے مزار یا دربار پر عرس وغیرہ کے عنوان سے حاضر ہونا کیسے جائز ہوگا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا چھٹا حوالہ

(6)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَهَوِّلْ بِقَلْبِکَ اِلَی الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ، وَتَعَلَّقْ بِذَیْلِ رَحْمَتِهٖ حَتّٰی یَخْرُجَ هَمُّ الدُّنْیَا مِنْ قَلْبِکَ، هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ اَلْعَالِمُ بِکُلِّ شَیْءٍ، بِیَدِهٖ کُلُّ شَیْءٍ، اَلْزِمْ بَابَهٗ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،ص۳۸، المجلس السادس فی نصیحة المؤمن لأخیه ،مطبوعة : منشورات الجمیل، بغداد، الطبعة الاولیٰ:۲۰۰۷ء)

ترجمہ: پس بھاگ اپنے دل سے حق تعالیٰ کی طرف، اور اس کی رحمت کے دامن سے چپٹ جا، یہاں تک کہ وہ دنیا کے تفکرات کو تیرے دل سے باہر کرے کہ وہ قادر ہے ہر چیز پر، واقف ہے ہر چیز سے، اور اس کے اختیار میں ہے ہر چیز، پس اس کے دروازے کو لازم پکڑ (الفتح الربانی)

پس عرس کے نام سے صاحبِ مزار کو مختار سمجھ کر اس کے دربار پر حاضر ہونے کی کیسے اجازت ہوگی۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا ساتواں حوالہ

(7)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَلْاِقْبَالُ عَلَی الْخَلْقِ هُوَ عَیْنُ الْاِدْبَارِ عَنِ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ، لَافَلَاحَ لَکَ حَتّٰی تَخْلَعَ الْاَرْبَابَ وَتَقْطَعَ الْاَسْبَابَ وَتَتْرُکَ رُؤْیَةَ الْخَلْقِ فِی النَّفْعِ وَالضَّرِّ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،ص۴۷، المجلس العاشر فی عدم التکلف،مطبوعة : منشورات الجمیل، بغداد، الطبعة الاولیٰ:۲۰۰۷ء)

ترجمہ: مخلوق کی طرف منہ کرنا بعینہٖ حق تعالیٰ عزوجل کی طرف پُشت کرنا ہے، تجھے کبھی کامیابی نہ ہوگی، جب تک کہ جھوٹے معبودوں کو نکالے گا نہیں، اسباب کو قطع نہیں کرے گا، اور نفع ونقصان کے متعلق مخلوق کو دیکھنا نہ چھوڑے گا (الفتح الربانی)

جو حضرات، صاحبِ مزار کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر عرس وغیرہ کے موقع پر درباروں پر حاضر ہوتے ہیں، وہ غور فرمالیں کہ انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بقول، اللہ کے مقابلے میں جھوٹے معبود بنا رکھے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا آٹھواں حوالہ

(8)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اِلٰی مَتٰی اِقْبَالُکَ عَلَیْهِمْ؟ اَیْشٍ یَنْفَعُوْنَکَ؟ لَیْسَ بِاَیْدِیْهِمْ ضَرَرٌ، وَلَا نَفْعٌ وَلَا عَطَاءٌ وَلَا مَنْعٌ، لَافَرْقَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ سَائِرِ الْجَمَادَاتِ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلَی الضَّرَرِ وَالنَّفْعِ، اَلْمَلِکُ وَاحِدٌ اَلضَّارُّ وَاحِدٌ، اَلنَّافِعُ وَاحِدٌ، اَلْمُحَرِّکُ وَالْمُسَکِّنُ وَاحِدٌ، اَلْمُسَلِّطُ وَاحِدٌ اَلْمُسَخِّرُ وَاحِدٌ اَلْمُعْطِیُ وَالْمَانِعُ وَاحِدٌ اَلْخَالِقُ وَالرَّازِقُ هُوَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ، هُوَ الْقَدِیْمُ الْأَزَلِیُّ الْاَبَدِیُّ، هُوَ مَوْجُوْدٌ قَبْلَ الْخَلْقِ، قَبْلَ آبَائِکُمْ وَأُمَّهَاتِکُمْ وَاَغْنِیَائِکُمْ، هُوَ خَالِقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَافِیْهِنَّ وَمَا بَیْنَهُمَا "لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" وَ أَسَفًا عَلَیْکُمْ یَاخَلْقَ اللهِ، مَاتَعْرِفُوْنَ خَالِقَکُمْ حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ؟ اِنْ کَانَ لِیْ فِی الْقِیَامَةِ شَیْءٌ عِنْدَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ لَاَحْمِلَنَّ اَثْقَالَکُمْ مِنْ اَوَّلِکُمْ آخِرِکُمْ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۶۲، المجلس الثالث عشر فی تقدیم الآخرة علی الدنیا، مطبوعة : منشورات الجمیل، بغداد، الطبعة الاولیٰ: ۲۰۰۷ء)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: مخلوق پر تیری توجہ کب تک رہے گی؟ وہ تجھے کیا نفع دے سکتے ہیں؟ نہ ان کے ہاتھ میں نقصان ہے، نہ نفع، نہ دینا ہے، نہ روکنا ہے، اور نفع اور نقصان کے متعلق تو ان میں اور جمادات میں کچھ فرق نہیں ہے، بادشاہ ایک ہی ہے، نقصان پہنچانے والا ایک ہی ہے، نفع پہنچانے والا ایک ہی ہے، حرکت دینے والا وہی ایک ہے، سکون دینے والا وہی ایک ہے، مسلط کرنے والا وہی ایک ہے، مسخّر بنانے والا وہی ایک ہے، معطی اور مانع وہی ایک ہے، اور پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا وہی ایک ہے، یعنی اللہ عزوجل۔ وہی قدیم ہے، اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہی مخلوق سے پہلے، تمہارے ماں باپ سے پہلے اور تمہارے دولت مندوں سے پہلے موجود تھا، وہی پیدا کرنے والا ہے، آسمانوں کا اور زمین کا اور اُن چیزوں کا جو چیزیں ان کے اندر ہیں، اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں، اُس کے جیسا کوئی نہیں، اور وہ سمیع اور بصیر (یعنی ہر چیز کو سُننے والا اور دیکھنے والا) ہے۔

افسوس ہے تم پر اے اللہ کی مخلوق! کہ تم اپنے خالق کو نہیں پہچانتے، جیسا کہ پہچاننا چاہئے، اگر قیامت کے متعلق حق تعالیٰ کے نزدیک مجھے کچھ بھی اختیار حاصل ہو، تو میں اول سے لے کر آخر تک تم سب کے بوجھ کو ضرور اُٹھا لوں (الفتح الربانی)

ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے کس درد بھرے انداز میں توحید و اخلاص کی اہمیت کو بیان کیا ہے، مگر آج کچھ کم علم یا مفاد پرست لوگ، ان ہی کے نام اور نسبت سے اس کے برخلاف طرزِ عمل کو اپنائے ہوئے اور اس کی تبلیغ و تشہیر میں مصروف ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا نواں حوالہ

(9)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

www.idaraghufran.org

رُؤْيَتُکَ لِلضَرِّ وَالنَّفْعِ وَالْعَطَاءِ وَالْمَنْعِ مِنَ الْخَلْقِ آلِهَةٌ، كَثِيْرٌ مِّنَ الْخَلْقِ مُتَّكِلُوْنَ عَلٰى هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ بِقُلُوْبِهِمْ وَيَظْهَرُوْنَ اَنَّهُمْ مُتَّكِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ، قَدْ صَارَ ذِكْرُهُمْ لِلْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ عَادَةً بِاَلْسِنَتِهِمْ لَا بِقُلُوْبِهِمْ، فَاِذَا حُوْقِقُوْا فِيْ ذٰلِكَ حَرَّدُوْا، وَقَالُوْا كَيْفَ يُقَالُ لَنَا هٰكَذَا؟ اَلَسْنَا مُسْلِمِيْنَ؟ غَدًا تَبَيَّنَ الْفَضَائِحُ وَتَظْهَرُ الْمُخَبَّاتُ.

(وَيْحَكَ) تُؤَيِّدُ فِيْ قَوْلِكَ اِذَا قُلْتَ لَا اِلٰهَ نَفْيٌ كُلِّيٌّ وَاِلَّا اللّٰهُ اِثْبَاتٌ كُلِّيٌّ لَهٗ لَا لِغَيْرِهٖ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص۷۳، ۷۴، المجلس الخامس عشر فی ایثار المؤمن علیٰ نفسہ، مطبوعۃ: منشورات الجمیل، بغداد، الطبعۃ الاولیٰ: ۲۰۰۷ء)

ترجمہ: تیرا نفع اور نقصان اور دینے اور روکنے میں مخلوق پر نظر کرنا، تیرے معبود بنے ہوئے ہیں، مخلوق میں بہت سے لوگ ہیں، جو اپنے دلوں سے ان چیزوں پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں، اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ان کا بھروسہ حق تعالیٰ عزوجل پر ہے، ان کا حق تعالیٰ عزوجل کو یاد کرنا، صرف عادت ہے اور وہ بھی صرف زبانوں سے، نہ کہ دِلوں سے اور جب اس کی جانچ کی جاتی ہے، تو بھڑک اُٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ایسا کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کل کو ساری فضیحتیں کھل جائیں گی، اور چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔

تجھ پر افسوس ہے کہ جب تُو کچھ کہتا ہے، تو اپنی بات کی پچ کرتا ہے، لَآ اِلٰہَ ہر چیز کی نفی ہے، اور اِلَّا اللّٰہُ ، اللہ کے لئے ہر چیز کا اثبات ہے کہ معبودیت اللہ ہی کے لئے ہے، کسی غیر کے لئے نہیں (الفتح الربانی)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے مذکورہ ارشاد کو ملاحظہ فرما کر، ان لوگوں کی حالت کا جائزہ لیں، جو گیارہویں اور عرس کے عنوان سے انجام دی جانے والی رسموں کے نتیجہ میں،

www.idaraghufran.org

غیر اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتے ہیں، اور جب ان کو اس پر تنبیہ کی جاتی ہے، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بقول، وہ بھڑک اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ایسا کیوں کہا جاتا ہے، کیا ہم مسلمان نہیں ہیں۔

لیکن ان لوگوں کی قیامت کے دن ساری قلعی کھل جائے گی، اور وہ آخرت میں ذلت ورسوائی کا سامنا کریں گے، اللہ توبہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا دسواں حوالہ

(10)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَيْفَ تَقُوْلُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَفِیْ قَلْبِکَ كَمْ اِلٰهٌ؟ كُلُّ شَیْءٍ تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ وَتَثِقُ بِهٖ دُوْنَ اللهِ فَهُوَ صَنَمُکَ، لَايَنْفَعُکَ تَوْحِيْدُ اللِّسَانِ مَعَ شِرْکِ الْقَلْبِ، لَايَنْفَعُکَ طَهَارَةُ الْقَالِبِ مَعَ نَجَاسَةِ الْقَلْبِ، اَلْمُوَحِّدُ يُضْنِیْ شَيْطَانَهٗ، وَالْمُشْرِکُ يَضْنِيْهِ شَيْطَانُهٗ، اَلْاِخْلَاصُ لُبُّ الْاَقْوَالِ وَالْاَفْعَالِ لِاَنَّهَا اِذَا خَلَتْ مِنْهُ كَانَتْ قَشْرًا بِلَا لُبٍّ، اَلْقَشْرُ لَايُصْلَحُ اِلَّا لِلنَّارِ، اِسْمَعْ كَلَامِیْ وَاعْمَلْ بِهٖ فَاِنَّهٗ يَخْمِدُ نَارَ طَمْعِکَ وَيَكْسِرُ شَوْكَةَ نَفْسِکَ، لَاتَحْضُرْ مَوْضِعًا تَثُوْرُ فِيْهِ نَارُ طَبْعِکَ فَيَخْرِبُ بَيْتَ دِيْنِکَ وَاِيْمَانِکَ، يَثُوْرُ الطَّبْعُ وَالْهَوٰى وَالشَّيْطَانُ فَيَذْهَبُ بِدِيْنِکَ وَاِيْمَانِکَ وَاِيْقَانِکَ لَاتَسْمَعْ كَلَامَ هٰؤُلَاءِ الْمُنَافِقِيْنَ الْمُتَصَنِّعِيْنَ الْمُزَخْرِفِيْنَ فَاِنَّ الطَّبْعَ يَسْكُنُ اِلٰى كَلَامٍ مُزَخْرَفٍ مُصَنَّعٍ هَوَّسٍ كَعِجِّيْنَ فَطِيْرٌ بِلَامِلْحٍ يُؤْذِیْ بَطْنَ آكِلِهٖ وَيَهْدِمُ بَيْتَهٗ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص۱۵۹، ۱۶۰، المجلس الثامن والثلاثون فی فضل لا الٰہ الا اللہ، مطبوعۃ: منشورات الجمیل، بغداد، الطبعة

الاولیٰ:۲۰۰۷ء)

ترجمہ: تُو لآ اِلٰــہ الا اللہ کس طرح کہتا ہے؟ حالانکہ تیرے دل میں کیا کچھ معبود بھرے ہوئے ہیں، اللہ کے سوا ہر چیز جس پر تو اعتماد اور بھروسہ کرے، وہ تیرا بُت ہے، دل کے مشرک ہونے پر زبان کی توحید تجھ کو مفید نہ ہوگی، دل کی گندگی کے ساتھ جسم کی پاکی تجھ کو نفع نہ دے گی۔ صاحبِ توحید تو اپنے شیطانوں کو لاغر بنادیا کرتا ہے، اور مشرک کو اس کا شیطان لاغر بنادیتا ہے، اقوال وافعال کا مغز، اخلاص ہے، اس لئے کہ وہ جب اس سے خالی ہوتے ہیں، تو بلا مغز کا چھلکارہ جاتے ہیں اور چھلکا سوائے آگ کے اور کسی مصرف کا نہیں۔

میری گفتگو سن اور اس پر عمل کر کہ وہ تیری طبیعت کے جوش کو بجھادے گی اور تیرے نفس کی شوکت کو توڑ دے گی۔

ایسی جگہ مت جا، جہاں تیری طبیعت کا جوش بھڑکے کہ وہ تیرے دین اور ایمان کا گھر ویران کردے گی، طبیعت اور خواہشِ نفس اور شیطان بھڑک اُٹھیں گے، پس تیرے دین اور ایمان اور ایقان کو ملیامیٹ کردیں گے، ان منافقوں، تصنع کرنے والوں، طمع بازوں کی گفتگو مت سن، کیونکہ طبیعت ملمع کئے ہوئے بناوٹی سَر تا پا ہوس کلام کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

(حالانکہ) اس کی مثال بے نمک روٹی کے آٹے کی سی ہے کہ (دیکھنے میں مرغوب ہے مگر) کھانے والے کے پیٹ کو تکلیف پہنچاتی اور اس کے گھر کو منہدم کرتی ہے (فتح الربانی)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنے مذکورہ ارشاد میں، جعلی پیروں اور بزرگوں کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے، جو کم علم عوام کو جوش اور ولولہ دلا کر شرک و بدعات اور مروّجہ عرس و اعراس کی طرف مائل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے اس ارشاد کے پیشِ نظر ایسے جعلی پیروں، فقیروں کی چکنی چوپڑی اور جوشیلی باتوں کو ہرگز نہیں سننا چاہیے، اور ان سے دور رہنا چاہیے۔

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

ہم نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے کلام سے صرف دس عبارات ترجمہ سمیت نقل کردی ہیں، جو گیارہویں اور مروّجہ عرس کا ارتکاب کرنے اور ان میں شرکت کرنے والے لوگوں کی عبرت ونصیحت کے لئے کافی وافی ہیں، لیکن متعنت ومتعصب اور ضدی وہٹ دھرمی کرنے والوں کے لئے دفتر بھی ناکافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ .

Idara Ghufran

(باب نمبر3)

سُنّی اور وہّابی اختلاف کی حقیقت

آج کل ہمارے معاشرہ میں عجیب صورتِ حال ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک اور دین میں بدعات جیسی گمراہی کی چیزوں کے اختیار کرنے سے منع کرے، توحید وسنت کے مطابق شرعی احکام ادا کرنے کی ترغیب دے، غیرُ اللہ کے نام کی گیارہویں اور قبروں پر عرس وغیرہ کی شکل میں ہونے والے شرک وبدعات پر مشتمل گناہوں کو شریعت کے خلاف قرار دے، یا جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ، نبیوں اور بزرگوں کو اللہ کی صفتِ حاجت روائی میں شریک سمجھنے سے انکار کرے، اللہ ہی کو مشکل میں حاجت روا سمجھے اور ہر مصیبت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ومدد طلب کرنے اور پکارنے کا اہتمام کرے، اور نبیوں کو اللہ تعالیٰ کے بعد اور بزرگوں اور پیروں کو نبیوں کے بعد درجہ دے۔

اسی طرح جو شخص شادی بیاہ میں ڈھول، بینڈ باجا بجوانے، ناچ رنگ کروانے، موسیقی، آتش بازی اور فائرنگ کرنے اور پٹاخے چھڑوانے سے منع کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق شادی بیاہ کو انجام دینے کی ترغیب دے، یا عرسوں، زیارتوں اور تعزیوں وغیرہ میں خواتین کو جوق در جوق اور بے محابا بن سنور کر جانے کی اجازت نہ دے، یا جو شخص زیارتوں اور بزرگوں کے مزاروں پر تھال، طباق، اور ڈھول ڈھماکوں، قوالیوں اور ناچ گانا اور چراغاں وغیرہ کرانے کو غلط کہے، اور قبروں پر شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہی جانے کا حکم کرے، یا تعزیوں پر مہندی، علَم اور دوسری چیزیں، اور قبروں اور زیارتوں پر جھنڈے، چادر رومال وغیرہ چڑھانے کو، یا کسی پیر کی فاتحہ میں مروّجہ کھانا، دال کچوری، پراٹھے، انڈا مرغ، اور برف وشربت وغیرہ کے مخصوص کردینے اور کھانے پینے کی چیزیں

سامنے رکھ کر ختم پڑھانے کو نوایجاد عمل بتائے، یا جو عاشوراء اور محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نام کی مخصوص عقیدے کے مطابق سبیل لگانے اور دوسرے قسم کے فاتحہ کے مخصوص کھانے کو غیر ثابت کہے، اور سنت سے ثابت شدہ احکام کے مطابق سادہ طریقے پر ایصالِ ثواب کرنے کی تلقین کرے، یا جو شخص نامحرم عورتوں سے بزرگوں اور پیروں کی خدمت کرنے اور پیروں کے عورتوں کے پاس بے پردہ جانے کو اور عورتوں کے بے پردہ پیر صاحب کی خدمت کرنے کو عیب قرار دے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواتین سے پردہ کرنے کے مطابق برتاؤ کرنے کی تاکید کرے، یا کسی نمائشی پیر جی کی مجلسِ سماع میں ڈھولک کی تال پر وجد کرنے اور قوال کی تال پر مسرور اور بے خود ہو جانے کی نمائش اور ریاکاری کرنے سے منع کرے، یا جو شخص بچوں کے پیدا ہونے یا شادی بیاہ اور خوشی کے موقع پر مختلف قسم کی شریعت کے خلاف رسمیں ادا کرنے سے روکے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم کرے، یا کسی بزرگ، پیر کے نام کا چولہا، چراغ جلانے، شاہ مدار کی بدھی چوٹی کی رسم ادا کرنے اور میاں کی کڑاہی اور شیخ سدو یا کسی دوسرے بزرگ کے نام پر بکرا ذبح کرنے کو شریعت کے خلاف قرار دے، اور اس کے مقابلہ میں شرعی طریقہ پر صدقہ خیرات کرنے اور اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کو بتلائے، یا کسی کے مرے پیچھے اس کے لئے تیجا، چالیسواں، سالانہ اور فاتحہ وغیرہ کر کے ذات برادری اور عزیز واقارب اور امیر و غریب کو دعوت کا سماں بنا کر کھانا کھلانے سے منع کرے، اور رسموں تاریخوں اور دنوں اور مختلف چیزوں کی پابندیوں کو چھوڑ کر شرعی طریقہ پر اور سادہ و غیر رسمی انداز میں اخلاص کے ساتھ ایصالِ ثواب کرنے کا حکم دے، یا جو عاشوراء اور محرم میں تاشوں باجوں کے ساتھ بڑے بڑے جلوس نکالنے اور ماتم و نوحہ کرنے اور سینہ کوبی اور زنجیر زنی کرنے کو ناجائز قرار دے، یا جو شبِ برائت کی آتش بازی کرنے اور اسی قسم کی بہت سی رسموں میں پیسہ و مال خرچ و ضائع کرنے کو برا بتائے، اور اس پیسے و مال کو شریعت و سنت کے مطابق اللہ کے راستے میں

خرچ اور صدقہ وخیرات کرنے کا حکم لگائے۔

اس قسم کا طرزِ عمل اختیار کرنے والے پر فوراً ''وہابی'' ہونے کا الزام لگا دیا جاتا ہے، اور ساتھ ہی یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہ چیزیں مذہبِ اسلام میں تو جائز ہیں، منع نہیں ہیں، مگر یہ شخص ان چیزوں سے وہابی ہونے کی وجہ سے منع کرتا ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں تو مذہبِ اسلام اور شریعتِ محمدیہ میں ہی جائز نہیں، اور بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی جائز نہیں، جن کو ''بڑا پیر'' اور غوثِ اعظم وغیرہ قرار دے کران کے نام سے بعض اہم اور بڑی بدعات ومنکرات کو اختیار کیا جاتا ہے، کیونکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، دراصل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فقہ سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے بھی توحید وسنت کی دعوت دی ہے اور شرک وبدعات سے منع کیا ہے، اس طرح تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو بھی وہابی کہنا پڑے گا۔

پھر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ شروع میں وہابی کا لقب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے متبعین کے لئے استعمال ہوتا تھا، اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، عرب کے مشہور علاقۂ نجد سے تعلق رکھتے تھے، جو بارہویں صدی ہجری میں ایک موحد ومخلص، عالمِ دین گزرے ہیں، ان کا تعلق حنبلی فقہ سے تھا، جس طرح سے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا تعلق بھی حنبلی فقہ سے تھا، اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مزاج میں شرک وبدعات اور منکرات کے خلاف دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں کچھ سختی تھی، لیکن وہ سختی دین کی وجہ سے تھی، اور کچھ مسائل میں ان کا حنفی فقہ وغیرہ سے اختلاف تھا، لیکن وہ اختلاف اس درجے کا نہ تھا کہ جس کی وجہ سے ان کی تکفیر یا تضلیل وتفسیق کی جائے اور ان کو برا بھلا کہا جائے۔

ان کا اصل مقصود توحید وسنت کی دعوت دینا، اپنے زمانے میں رائج شرک وبدعات اور رسوم و گناہوں سے روکنا اور اسلامی احکام وقوانین کا نافذ کرنا تھا، لیکن ان کے ساتھ اہلِ بدعت و باطلین اور سیاسی لوگوں کے اختلاف اور ان کی طرف نسبت کرنے والے بعض لوگوں کے

افراط وتفریط پر مبنی طرزِ عمل کی وجہ سے دنیا کے مختلف علاقوں میں ان کے خلاف ایک مہم کے طور پر نفرت پھیلائی گئی، بطورِ خاص ہندوستان میں انگریزوں کے دورِ حکومت میں اصل اہلُ السنۃ والجماعۃ کو بدنام اور کمزور کرنے کے لیے، ان کو وہابیوں کا لقب دے کر ان سے بہت سخت نفرت پیدا کی گئی، جس کے نتیجے میں وہابی کا لفظ گالی اور نفرت کے طور پر استعمال ہونے لگا، جو شخص شرک و بدعت سے منع کرتا اور توحید وسنت کی دعوت دیتا، اس کو ناواقفیت یا ضد اور عناد کے طور پر وھابی کے لقب سے یاد کیا جانے لگا، جن میں ہندوستان و پاکستان میں سنت کے مطابق طرزِ عمل اختیار کرنے والے علماء، صلحاء، اور دِین دار عوام کو اور بطورِ خاص اہلِ دیوبند حضرات کو نشانہ بنایا گیا۔

ہندوستان و پاکستان کے کم علم اور ناواقف عوام، اور بدعات سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں ایک عرصہ سے وھابی کا لقب زیادہ تر اسی حیثیت سے استعمال ہوتا رہا ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ دیوبند مسلک کے عقائد وافکار، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مطابق ہیں، اور ان کا تعلق فقہ حنفی سے ہے، اور شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی اور ان کے صحیح متبعین کے عقائد وافکار بھی اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مطابق تھے، لیکن وہ فقہ حنفی کے بجائے، فقہ حنبلی سے تعلق رکھتے تھے، اور آج بھی دنیا بھر میں ان کے سلسلہ کے بے شمار افراد موجود ہیں اور سعودی عرب کے موجودہ حکمران اور ائمہ وغیرہ بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین میں داخل ہیں، تاہم دوسرے مسالک اور دوسری جماعتوں کی طرح، ان کے سلسلہ میں بھی غالی یا افراط و تفریط کے مرتکبین کی نفی نہیں کی جاسکتی، کیونکہ معصوم ذات تو انسانوں میں صرف انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی ہی ہوتی ہے۔

لیکن کسی بزرگ یا جماعت کی طرف نسبت کرنے والے بعض لوگوں کے افراط یا تفریط اور غلو پر مبنی طرزِ عمل کی وجہ سے اس جماعت کے بانی یا مقتداء اور اس کے صحیح متبعین کو غلط قرار نہیں دیا جاسکتا، جیسا کہ اگر کچھ لوگ اپنے آپ کو حنفی کہیں، اور وہ اس کے باوجود مختلف شرک

وبدعات پر مشتمل امور کا ارتکاب کریں، تو ان امور کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف، یا صحیح اور مستند فقہ حنفی کی طرف منسوب کرنا درست نہ ہوگا۔

اسی طرح سے اگر کسی کو شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی کے ساتھ بعض مسائل میں علمی وفقہی اختلاف ہو، تو محض اس کی وجہ سے بھی شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی اور ان کے صحیح متبعین کا گمراہ ہونا لازم نہیں آتا۔

کیونکہ متکلمینِ اہل السُنۃ والجماعۃ اور فقہاء و مجتہدینِ اہل السنۃ والجماعۃ کا سینکڑوں فروعی مسائل میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن ان کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر یا تضلیل و تفسیق نہیں کی جاتی، پس کوئی وجہ نہیں کہ اس قسم کے مسائل میں اختلاف کی وجہ سے، شیخ محمد بن عبدالوھاب نجدی رحمہ اللہ کے ساتھ اہلُ السنۃ والجماعۃ اور اس سے بڑھ کر اہلِ اسلام سے امتیازی درجہ کا سلوک اختیار کیا جائے، اور ان کے خلاف ہر طرح کے جھوٹے سچے الزامات کی بوچھاڑ کی جائے۔

اور اوپر سے وھابی یا وھابیت کے لفظ کو اس طرح کی گالی بنا لیا جائے کہ اس لفظ کے سنتے ہی نفرت کا اظہار کیا جائے۔

اس طرزِ عمل سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا، اور اب تک پہنچ رہا ہے۔

چنانچہ اسی طرزِ عمل کا نتیجہ ہے کہ بعض لوگ، لاکھوں روپے خرچ کر کے حرمین شریفین کا سفر کرتے ہیں، لیکن ان کو وہاں جا کر حرمین شریفین کے ائمۂ کرام کی اقتداء میں باجماعت نماز پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، کیونکہ ان کے نزدیک موجودہ زمانے کے ائمہ حرمین شریفین وھابی ہیں، جن کو یہ لوگ بہت بڑا گستاخِ رسول، بلکہ دوسرے کافروں سے بھی نعوذ باللہ تعالیٰ بدتر سمجھتے ہیں۔

حالانکہ تحقیق کرنے سے محمد بن عبدالوھاب نجدی اور ان کے صحیح متبعین کا گستاخِ رسول یا کافر ہونا ثابت نہیں ہوا، بلکہ ان کا مومن ومسلم اور توحید وسنت کا داعی، اور اللہ اور اس کے رسول سے صحیح محبت کرنے والا مسلمان ہونا ثابت ہوا۔

www.idaraghufran.org

اور کسی مومن و مسلم کو بلاتحقیقِ صحیح کے کافر، یا گستاخِ رسول وغیرہ قرار دینا سخت گناہ کی بات ہے، اور اس پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، یہاں تک کہ بعض احادیث کی رو سے کسی مسلمان کو کافر قرار دینے پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے والے کی طرف ہی کفر کا یہ حکم لوٹ کر آتا ہے، پھر کسی مستند عالمِ دین اور متقی و متبعِ سنت شخص کو، جس کے مومن و متقی اور متبعِ سنت ہونے کی ہزاروں، لاکھوں لوگ گواہی دیں، یہاں تک کہ ائمہ حرمین شریفین بھی ان کو اپنا مقتدا و امام قرار دیں، اس کو کافر قرار دینے کا وبال کتنا سخت ہوسکتا ہے، اس کا اندازہ ہر انصاف پسند مومن لگا سکتا ہے۔

اس لیے وھابیت کی مذکورہ برائی یا مذکورہ تصور کو اپنے ذہنوں سے نکال کر اس سلسلہ میں صحیح اور معتدل راہِ عمل کو اختیار کرنا چاہیے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکاروں کے ذریعہ سے موجودہ سعودی عرب کی بنیاد 1745 عیسوی میں اس وقت رکھی گئی، جب محمد بن سعود اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے درمیان گفت وشنید کے بعد باہمی جدوجہد کا معاہدہ قرار پایا۔ اس معاہدے میں طے ہوا کہ حکومتی انتظامات کی ذمہ داری محمد بن سعود اور ان کا قبیلہ اور اصلاحِ عقائد کی ذمہ داری محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کا قبیلہ ادا کرے گا۔

اس کے نتیجہ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور محمد بن سعود نے مل کر مذہبی وسیاسی تحریک کا آغاز کیا، اور اس میں کامیابی حاصل کی اور نشیب وفراز کے ساتھ سلسلہ آگے چلتا رہا اور مختلف سیاسی وغیر سیاسی لوگوں سے مقابلہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے سعودی عرب اور مکہ مکرمہ میں حکومت حاصل کرلی، جس کا سلسلہ یکے بعد دیگرے، اب تک جاری ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا حوالہ

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد وافکار کیا تھے، اس سلسلہ میں چند حوالہ جات وعبارات

www.idaraghufran.org

ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف سے ایک رسالہ، اہلِ قصیم کے لیے لکھا گیا، جب انہوں نے شیخ موصوف کے عقیدہ کے متعلق سوال کیا، اور وہ ''عقیدة الشیخ وبیان حقیقة دعوته ورد ما ألصق به من التهم'' کے عنوان سے شائع ہوا، اس رسالہ کا مضمون اردو ترجمہ سمیت ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جس سے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد وافکار پر روشنی پڑتی ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

أشهد اللّٰه، ومن حضرنی من الملائكة، وأشهدكم، أنی أعتقد ما اعتقدته الفرقة الناجية، أهل السنة والجماعة: من الإيمان بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله، والبعث بعد الموت، والإيمان بالقدر خيره وشره.

ومن الإيمان بالله: الإيمان بما وصف به نفسه فی كتابه على لسان رسوله صلى الله عليه وسلم، من غير تحريف ولا تعطيل؛ بل أعتقد أن الله سبحانه وتعالى ليس كمثله شیء، وهو السميع البصير .فلا أنفی عنه ما وصف به نفسه، ولا أحرف الكلم عن مواضعه، ولا ألحد فی أسمائه وآياته، ولا أكيف، ولا أمثل صفاته تعالى بصفات خلقه، لأنه تعالى لا سمی له، ولا كفء له، ولا ند له، ولا يقاس بخلقه .فإنه سبحانه أعلم بنفسه وبغيره، وأصدق قيلا، وأحسن حديثا؛ فنزه نفسه عما وصفه به المخالفون من أهل التكييف والتمثيل، وعما نفاه عنه النافون من أهل التحريف والتعطيل، فقال: (سبحان ربک رب العزة عما يصفون وسلام

على المرسلين والحمد لله رب العالمين)

والفرقة الناجية وسط فى باب أفعاله تعالى، بين القدرية والجبرية، وهم فى باب وعيد الله بين المرجئة والوعيدية، وهم وسط فى باب الإيمان والدين بين الحرورية والمعتزلة، وبين المرجئة والجهمية، وهم وسط فى باب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الروافض والخوارج.

وأعتقد أن القرآن كلام الله، منزل غير مخلوق، منه بدأ وإليه يعود، وأنه تكلم به حقيقة، وأنزله على عبده ورسوله، وأمينه على وحيه وسفيره بينه وبين عباده: نبينا محمد صلى الله عليه وسلم .

وأومن بأن الله فعال لما يريد، ولا يكون شىء إلا بإرادته، ولا يخرج شىء عن مشيئته، وليس شىء فى العالم يخرج عن تقديره، ولا يصدر إلا عن تدبيره؛ ولا محيد لأحد عن القدر المحدود، ولا يتجاوز ما خط له فى اللوح المسطور.

وأعتقد الإيمان بكل ما أخبر به النبى صلى الله عليه وسلم مما يكون بعد الموت: فأومن بفتنة القبر ونعيمه، وبإعادة الأرواح إلى الأجساد؛ فيقوم الناس لرب العالمين، حفاة عراة غرلا، تدنو منهم الشمس، وتنصب الموازين وتوزن بها أعمال العباد: (فمن ثقلت موازينه فأولئك هم المفلحون ومن خفت موازينه فأولئك الذين خسروا أنفسهم فى جهنم خالدون) وتنشر الدواوين، فآخذ كتابه بيمينه،وآخذ كتابه بشماله.

وأومن بحوض نبينا محمد صلى الله عليه وسلم بعرصة القيامة،

Idara Ghufran

ماؤه أشد بياضا من اللبن، وأحلى من العسل، آنيته عدد نجوم السماء، من شرب منه شربة لم يظمأ بعدها أبدا.

وأومن بأن الصراط منصوب على شفير جهنم، يمر به الناس على قدر أعمالهم.

وأومن بشفاعة النبى صلى الله عليه وسلم، وأنه أول شافع وأول مشفع، ولا ينكر شفاعة النبى صلى الله عليه وسلم إلا أهل البدع والضلال؛ ولكنها لا تكون إلا من بعد الإذن والرضى، كما قال تعالى: (ولا يشفعون إلا لمن ارتضى)وقال تعالى:(من ذا الذى يشفع عنده إلا بإذنه)وقال تعالى: (وكم من ملك فى السماوات لا تغنى شفاعتهم شيئا إلا من بعد أن يأذن الله لمن يشاء ويرضى)وهو لا يرضى إلا التوحيد، ولا يأذن إلا لأهله، وأما المشركون فليس لهم من الشفاعة نصيب، كما قال تعالى: (فما تنفعهم شفاعة الشافعين)

وأومن بأن الجنة والنار مخلوقتان، وأنهما اليوم موجودتان، وأنهما لا يفنيان.

وأن المؤمنين يرون ربهم بأبصارهم يوم القيامة كما يرون القمر ليلة البدر، لا يضامون فى رؤيته.

وأومن بأن نبينا محمدا صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين والمرسلين، ولا يصح إيمان عبد حتى يؤمن برسالته ويشهد بنبوته.

وأن أفضل أمته: أبو بكر الصديق، ثم عمر الفاروق، ثم عثمان ذو

www.idaraghufran.org

النورين، ثم على المرتضى، ثم بقية العشرة، ثم أهل بدر، ثم أهل الشجرة أهل بيعة الرضوان، ثم سائر الصحابة رضى الله عنهم.

وأتولى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأذكر محاسنهم، وأترضى عنهم، وأستغفر لهم، وأكف عن مساويهم، وأسكت عما شجر بينهم، وأعتقد فضلهم عملا بقوله تعالى: (والذين جاء وا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالأيمان ولا تجعل فى قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رؤوف رحيم)وأترضى عن أمهات المؤمنين المطهرات من كل سوء.

وأقر بكرامات الأولياء وما لهم من المكاشفات، إلا أنهم لا يستحقون من حق الله تعالى شيئا، ولا يطلب منهم ما لا يقدر عليه إلا الله .ولا أشهد لأحد من المسلمين بجنة ولا نار، إلا من شهد له رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولكنى أرجو للمحسن وأخاف على المسيء، ولا أكفر أحدا من المسلمين بذنب، ولا أخرجه من دائرة الإسلام .

وأرى الجهاد ماضيا مع كل إمام برا كان أو فاجرا، وصلاة الجماعة خلفهم جائزة.

والجهاد ماض منذ بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم إلى أن يقاتل آخر هذه الأمة الدجال، لا يبطله جور جائر ولا عدل عادل .

وأرى وجوب السمع والطاعة لأئمة المسلمين، برهم وفاجرهم، ما لم يأمروا بمعصية الله .ومن ولى الخلافة واجتمع عليه الناس،

ورضوا به، وغلبهم بسيفه حتى صار خليفة، وجبت طاعته، وحرم الخروج عليه.

وأرى هجر أهل البدع ومباينتهم حتى يتوبوا، وأحكم عليهم بالظاهر وأكل سرائرهم إلى الله .وأعتقد أن كل محدثة فى الدين بدعة.

وأعتقد أن الإيمان: قول باللسان، وعمل بالأركان، واعتقاد بالجنان، يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية؛ وهو بضع وسبعون شعبة، أعلاها: شهادة أن لا إله إلا الله، وأدناها: إماطة الأذى عن الطريق .

وأرى وجوب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر على ما توجبه الشريعة المحمدية الطاهرة.

فهذه عقيدة وجيزة، حررتها وأنا مشتغل البال، لتطلعوا على ما عندى .والله على ما نقول وكيل.

ثم لا يخفى عليكم، أنه بلغنى أن رسالة سليمان بن سحيم قد وصلت إليكم، وأنه قبلها وصدقها بعض المنتمين للعلم فى جهتكم؛ والله يعلم أن الرجل افترى على أمورا لم أقلها، ولم يأت أكثرها على بالى.

فمنها: قوله: إنى مبطل كتب المذاهب الأربعة، وإنى أقول: إن الناس من ستمائة سنة ليسوا على شىء، وإنى أدعى الاجتهاد، وإنى خارج عن التقليد، وإنى أقول: إن اختلاف العلماء نقمة، وإنى أكفر من توسل بالصالحين، وإنى أكفر البوصيرى لقوله: يا

www.idaraghufran.org

أكرم الخلق، وإنى أقول: لو أقدر على هدم قبة رسول الله صلى الله عليه وسلم لهدمتها، ولو أقدر على الكعبة لأخذت ميزابها وجعلت لها ميزابا من خشب، وإنى أحرم زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم، وإنى أنكر زيارة قبر الوالدين وغيرهما، وإنى أكفر من حلف بغير الله، وإنى أكفر ابن الفارض وابن عربى، وإنى أحرق دلائل الخيرات وروض الرياحين وأسميه روض الشياطين.

جوابى عن هذه المسائل، أن أقول: سبحانك هذا بهتان عظيم! وقبله من بهت محمدا صلى الله عليه وسلم أنه يسب عيسى بن مريم ويسب الصالحين، فتشابهت قلوبهم بافتراء الكذب وقول الزور.

قال تعالى: (إنما يفترى الكذب الذين لا يؤمنون بآيات الله)الآية، بهتوه صلى الله عليه وسلم بأنه يقول: إن الملائكة وعيسى وعزيرا فى النار، فأنزل الله فى ذلك:(إن الذين سبقت لهم منا الحسنى أولئك عنها مبعدون)

وأما المسائل الأخر، وهى: أنى أقول: لا يتم إسلام الإنسان حتى يعرف معنى "لا إله إلا الله"، وأنى أعرف من يأتينى بمعناها، وأنى أكفر الناذر إذا أراد بنذره التقرب لغير الله، وأخذ النذر لأجل ذلك، وأن الذبح لغير الله كفر والذبيحة حرام.

فهذه المسائل حق، وأنا قائل بها .ولى عليها دلائل من كلام الله وكلام رسوله، ومن أقوال العلماء المتبعين كالأئمة الأربعة .وإذا سهل الله تعالى، بسطت الجواب عليها فى رسالة مستقلة، إن شاء

www.idaraghufran.org

الله تعالی.

ثم اعلموا وتدبروا قوله تعالی: (یا أیها الذین آمنوا إن جائکم فاسق بنبأ فتبینوا أن تصیبوا قوما بجهالة) الآیة (الرسائل الشخصیة "مطبوع ضمن مؤلفات الشیخ محمد بن عبد الوهاب، الجزء السادس" ص۸ الی۱۳، القسم الأول: عقیدة الشیخ وبیان حقیقة دعوته ورد ما ألصق به من التهم، الرسالة الأولی: رسالة الشیخ إلی أهل القصیم لما سألوه عن عقیدته)

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اللہ کو گواہ بنا کر اور جو فرشتے میرے پاس حاضر ہیں، ان کو گواہ بنا کر اور آپ لوگوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا عقیدہ وہی ہے، جو اہلُ السنۃ والجماعۃ، فرقۂ ناجیہ کا ہے، یعنی اللہ پر ایمان، اور اس کے فرشتوں پر ایمان، اور اس کی کتابوں پر ایمان، اور اس کے رسولوں پر ایمان، اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان، اور خیر اور شر کی تقدیر پر ایمان۔

اور اللہ پر ایمان میں سے یہ ہے کہ اللہ کو ان صفات کے ساتھ مانا جائے، جن صفات سے اللہ نے اپنے آپ کو اپنی کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر متصف کیا ہے، بغیر تحریف اور تعطیل کے، بلکہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ سمیع ہے، بصیر ہے، پس میں ان میں سے کسی صفت کی نفی نہیں کرتا، جس کے ساتھ اللہ نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے، اور نہ میں کلمات کی اس کے مواضع سے تحریف کرتا ہوں، اور نہ میں اللہ کے اسمائے حسنٰی اور اس کی آیات میں الحاد کرتا ہوں، اور نہ میں اللہ کو کسی کیفیت کے ساتھ متصف کرتا ہوں، اور نہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو اس کی مخلوق کی صفات

کے مثل ہونے کا قائل ہوں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعیین نہیں فرمائی، کوئی اس کا کفو (اور جوڑ) نہیں، اور نہ کوئی اس کا شریک ہے، اور نہ اُس کو اِس کی مخلوق پر قیاس کیا جاسکتا، پس بے شک اللہ سبحانہٗ اپنے آپ کو دوسرے کے مقابلے میں زیادہ جانتا ہے، اور وہ اپنے قول میں سب سے سچا اور اپنی بات میں سب سے اچھا ہے، پس اللہ کی ذات ان صفات سے پاک ہے، جن کے ساتھ اہلِ تکییف اور اہلِ تمثیل میں سے مخالفین متصف کرتے ہیں، اور ان صفات سے بھی پاک ہے، جن کی اہلِ تحریف اور اہلِ تعطیل میں سے نفی کرنے والے نفی کرتے ہیں، پس اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ ''سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''

اور فرقۂ ناجیہ، اللہ تعالیٰ کے افعال کے باب میں ''قدرية'' اور ''جبرية'' کے مابین وسط واعتدال پر ہے، اور فرقۂ ناجیہ، اللہ کی وعید کے باب میں ''مرجئة'' اور ''وعيدية'' کے مابین ہے، اور فرقۂ ناجیہ، ایمان اور دین کے باب میں ''حرورية'' اور ''معتزلة'' اور ''مرجئة'' اور ''جهمية'' کے مابین ہے، اور فرقۂ ناجیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے باب میں ''روافض'' اور ''خوارج'' کے مابین ہے۔

اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن، اللہ کا کلام ہے، جو غیر مخلوق ہونے کی حیثیت سے نازل کیا گیا، اللہ ہی سے اس کی ابتدا ہوئی، اور اسی کی طرف وہ عود کرے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حقیقی کلام کیا ہے، اور اس قرآن کو اپنے بندے اور رسول پر نازل کیا ہے، جو کہ اللہ کی وحی کا امین ہے، اور اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان سفیر ہے، جو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور میرا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ کی صفت ''فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ'' ہے، اور کوئی

چیز بھی اس کے ارادہ کے بغیر نہیں ہوتی، اور کوئی چیز اس کی مشیت کے بغیر نہیں نکلتی، اور کوئی چیز عالم میں اس کی تقدیر سے خارج نہیں، اور نہ کوئی چیز اس کی تدبیر کے بغیر صادِر ہوتی ہے، اور کسی کے لیے اللہ کی مقرر کردہ مقدار سے ہٹنے کا اختیار نہیں ہے، اور لوحِ محفوظ میں جو کچھ اللہ نے لکھ دیا ہے، اس سے کسی چیز کے تجاوز کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہر اس چیز پر ایمان لایا جائے، جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے بعد کے متعلق خبر دی ہے، پس میں قبر کے فتنے (اور قبر کے عذاب) اور قبر کی نعمتوں پر ایمان رکھتا ہوں، اور روحوں کے جسموں کی طرف اعادہ پر بھی ایمان رکھتا ہوں، پھر (قیامت کے دن) لوگ ربُّ العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے، جو ننگے پاؤں، اور ننگے جسم ہوں گے، سورج ان کے قریب ہوگا، اور موازینِ قسط کو قائم کیا جائے گا، جن کے ذریعے سے بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا ”فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ“ اور نامۂ اعمال پھیلائے جائیں گے، پس کوئی اپنے نامۂ اعمال کو دائیں ہاتھ میں لینے والا ہوگا، اور کوئی اپنے نامۂ اعمال کو بائیں ہاتھ میں لینے والا ہوگا۔

اور میں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزِ قیامت ”حوض“ پر بھی ایمان رکھتا ہوں، جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس کے برتن آسمانوں کے ستاروں کے عدد کے برابر ہیں، جس نے اس میں سے ایک مرتبہ پی لیا، تو وہ اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا۔

اور میں اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ پل صراط کو جہنم کے گڑھے کے اوپر قائم کیا جائے گا، جس سے لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے گزریں گے۔

اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر بھی ایمان رکھتا ہوں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں، اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار، صرف اہلِ بدعت اور گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، اللہ کی طرف سے اجازت اور رضا کے بعد ہی ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ‘‘نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنِهٖ ‘‘اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ’’وَكَمْ مِّنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى ‘‘اور اللہ صرف توحید سے ہی راضی ہوگا، اور جو شفاعت کے اہل ہوں گے، ان ہی سے راضی ہوگا، لیکن مشرکین کو شفاعت سے کوئی حصہ حاصل نہیں ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ ‘‘اور میں اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جنت اور جہنم دونوں اللہ کی مخلوق ہیں، اور وہ اس وقت بھی موجود ہیں، اور وہ کبھی فنا نہیں ہوں گی۔

اور میں اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ مومنین، قیامت کے دن اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے اسی طرح سے دیکھیں گے، جس طرح سے چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں، اس کے دیکھنے میں کوئی شک نہیں کرتے۔

اور میں اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ’’خاتم النبیین ‘‘اور ’’خاتم المرسلین ‘‘ہیں، اور کسی بندے کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہ لے آئے، اور آپ کی نبوت کی شہادت نہ دے دے۔

Idara Ghufran

اور میں اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ اس امت کی سب سے افضل شخصیت ''ابوبکر صدیق'' رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ''عمر فاروق'' رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ''عثمان ذوالنورین'' رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ''علی المرتضیٰ'' رضی اللہ عنہ ہیں، پھر باقی ''عشرۂ مبشرہ'' ہیں، پھر اہلِ بدر ہیں، پھر بیعتِ رضوان والے ''اہلِ شجرہ'' ہیں، پھر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام سے محبت رکھتا ہوں، اور ان کے محاسن کا ذکر کرتا ہوں، اور ان کو رضی اللہ عنہم سمجھتا ہوں، اور ان کے لیے استغفار کرتا ہوں، اور ان کی برائی سے اپنے آپ کو روکتا ہوں، اور جو اُن کے مابین اختلافات ہوئے، ان سے سکوت اختیار کرتا ہوں، اور عمل کے اعتبار سے ان کی فضیلت کا اعتقاد رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے کہ ''وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ'' اور امہات المومنین کو بھی ہر برائی سے پاک سمجھ کر رضی اللہ عنہن قرار دیتا ہوں۔

اور میں اولیائے کرام کی کرامات کو تسلیم کرتا ہوں، اور ان کے مکاشفات کو بھی تسلیم کرتا ہوں، لیکن اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ کے کسی حق کا مستحق نہیں سمجھتا، اور ان سے ایسی چیزوں کے طلب کرنے کو روا نہیں سمجھتا، جن پر اللہ کے علاوہ کوئی قادر نہیں، اور میں مسلمانوں میں سے کسی کے لیے جنت اور جہنم کی گواہی نہیں دیتا، سوائے اس کے، جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دے دی ہو، لیکن میں نیک عمل کرنے والے کے لیے اچھی امید رکھتا ہوں، اور برے عمل کرنے والے پر خوف رکھتا ہوں، اور میں مسلمانوں میں سے کسی کو، کسی گناہ کی وجہ

سے کافر قرار نہیں دیتا، اور نہ ہی اس کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتا۔

اور میں جہاد کو ہر امام کے ساتھ جائز سمجھتا ہوں، چاہے وہ نیک ہو، یا فاجر ہو، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو بھی جائز سمجھتا ہوں۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے جہاد کا آغاز ہوگیا تھا، جو اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک اس امت کا آخری شخص دجال سے قتال نہ کرلے، جس کو کسی ظلم کرنے والے کا ظلم، اور عدل کرنے والا کا عدل باطل نہیں کرسکتا۔

اور میں ائمۂ مسلمین کی (جائز اور حق) بات سننے اور اطاعت کرنے کو واجب سمجھتا ہوں، خواہ وہ نیک ہوں، یا فاجر ہوں، جب تک کہ وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ کریں، اور جس کو خلافت وحکومت حاصل ہوگئی، اور اس پر لوگ جمع ہوگئے، اور اس سے راضی ہوگئے، اور وہ اپنی تلوار کے ذریعے سے لوگوں پر غالب ہوگیا، یہاں تک کہ وہ خلیفہ بن گیا، تو اس کی (جائز کاموں میں) اطاعت واجب ہے، اور اس کے خلاف خروج حرام ہے۔

اور میں اہلِ بدعت سے ترکِ تعلق اور ان سے علیٰحدگی کا قائل ہوں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں، اور میں ان پر ظاہری اعمال کے اعتبار سے حکم لگاتا ہوں، اور ان کی پوشیدہ چیزوں کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں، اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ دین میں ہر نو ایجاد عمل، بدعت ہے۔

اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت ''قولٌ باللسان وعملٌ بالارکان واعتقاد بالجنان'' ہے، ایمان، نیک عمل سے زیادہ ہوتا ہے، اور گناہ سے کم ہوتا ہے۔ [1]

اور ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں، جن میں سے اعلیٰ شعبہ ''شهادة أن لآ إلٰه

[1] ایمان کے کم یا زیادہ ہونے کا مسئلہ، ائمہ مسلمین میں اختلافی ہے، جبکہ بعض حضرات اس کو صرف نزاعِ لفظی یعنی لفظی اختلاف قرار دیتے ہیں، حقیقی ومعنوی اختلاف نہیں سمجھتے۔ محمد رضوان۔

إلا الله“ ہے، اور ان میں سے ادنیٰ شعبہ ”**إماطة الأذى عن الطريق**“ ہے۔

اور میں ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ کو واجب سمجھتا ہوں، ان چیزوں پر، جن کو شریعتِ محمدیہ طاہرہ نے واجب قرار دیا ہے۔

پس یہ واضح اور مختصر عقیدہ ہے، جس کو میں نے تحریر کر دیا ہے، باوجودیکہ میں اس وقت مصروف ہوں، تاکہ تمہیں میرے عقیدے کی خبر ہو جائے، اور ہم جو بات کہتے ہیں، اللہ اس پر نگران ہے۔

پھر تم پر یہ بات مخفی نہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سلیمان بن سحیم کا رسالہ تمہاری طرف پہنچ گیا ہے، جس کو آپ میں سے بعض دیانت دار اہلِ علم حضرات نے قبول کر لیا ہے، اور اس کی تصدیق کر دی ہے، اور اللہ یہ بات جانتا ہے کہ اس شخص (یعنی سلیمان بن سحیم) نے مجھ پر چند امور میں جھوٹ باندھا ہے، جن کا میں قائل نہیں ہوں، اور ان میں سے اکثر چیزیں میرے دل میں نہیں ہیں۔

ان میں سے سلیمان بن سحیم کا یہ کہنا بھی ہے کہ میں مذاہبِ اربعہ کی کتب کو باطل قرار دیتا ہوں، اور میں یہ کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے درست طریقے پر نہیں ہیں، اور میں اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہوں، اور میں تقلید سے خارج ہوں، اور میں اس بات کا قائل ہوں کہ علماء کا اختلاف نقمت اور زحمت ہے، اور میں نیک لوگوں کے ساتھ وسیلہ پکڑنے والوں کو کافر قرار دیتا ہوں، اور بوصیری کی ان کے اس قول پر تکفیر کرتا ہوں کہ ”**یا اکرم الخلق**“ اور میں یہ بات کہتا ہوں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبے کو منہدم کرنے پر قادر ہو گیا، تو میں اس کو منہدم کر دوں گا، اور میں اگر کعبہ پر قادر ہو گیا، تو میں اس کے میزاب کو نکال دوں گا، اور اس کی جگہ لکڑی کا میزاب قائم کر دوں گا، اور یہ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کو حرام قرار دیتا ہوں، اور یہ کہ میں والدین وغیرہ کی قبر کی زیارت کا انکار

کرتا ہوں، اور یہ کہ میں اللہ کے علاوہ قسم اٹھانے والے کو کافر قرار دیتا ہوں، اور یہ کہ میں ابنِ فارض اور ابنِ عربی کو کافر قرار دیتا ہوں، اور یہ کہ میں ''**دلائل الخیرات** ''اور''**روض الریاحین**'' کو جلادوں، اور اس کا نام''**روض الشیاطین**'' رکھ دوں۔

ان تمام مسائل کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ ''**سبحانک ھٰذا بھتان عظیم** ''اور اس سے پہلے بھی وہ لوگ ہوئے ہیں، جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگایا ہے کہ وہ عیسیٰ بن مریم کو برا بھلا کہتا ہے، اور صالحین (یعنی اولیائے کرام اور بزرگانِ دین) کو برا بھلا کہتا ہے، پس ان لوگوں کے دل جھوٹ باندھنے اور جھوٹی بات کرنے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ''**اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِآیَاتِ اللّٰہِ** ''لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہتان لگایا تھا کہ وہ ملائکہ اور عیسیٰ اور عزیر کو جہنمی بتلاتے ہیں، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ''**اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ** ''اور جہاں تک ان کے علاوہ دوسرے مسائل کا تعلق ہے، جو یہ ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ انسان کا اسلام اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک ''لا الٰہ الا اللہ'' کے معنیٰ کو پہچان نہ لے، اور میں اس کے معنیٰ کی پہچان کراتا ہوں، اس شخص کو جو میرے پاس آتا ہے، اور میں اس کی تکفیر کرتا ہوں، جو اللہ کے علاوہ کسی اور کا تقرب حاصل کرنے کے لیے نذر مانتا ہے، اور اس کی وجہ سے نذر کو لیتا ہے، اور اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کرنا کفر ہے، اور ذبیحہ حرام ہے۔

پس یہ مسائل حق ہیں، اور میں ان کا قائل ہوں، اور میرے پاس ان مسائل پر

www.idaraghufran.org

دلائل ہیں، اللہ کے کلام سے اور رسول کے کلام سے اور علمائے متبوعین سے، جیسا کہ ائمہ اربعہ، اور جب اللہ تعالیٰ سہولت عطا فرمائے گا، تو میں ان شاء اللہ تعالیٰ مستقل رسالے میں تفصیل کے ساتھ ان کا جواب دوں گا۔

پھر تم جان لو، اور تدبر کرو، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں کہ ''یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوْا أَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ '' (عقیدۃ الشیخ)

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کی اپنی مذکورہ تحریر سے واضح ہوا کہ اُن کے بنیادی عقائد و نظریات، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مطابق ہیں، اور ان کی طرف بہت سی باتیں جھوٹ اور بدگمانی پر مبنی منسوب کی گئی ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی کا حوالہ

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

''دنیا کے انقلابات کی حدّ و پایاں نہیں، کس کس طرح زمانہ اپنے پہلو الٹتا پلٹتا ہے، اور بازیگرِ فلک اپنے رنگارنگ کے پردے کس طرح ہر آن بدلتا رہتا ہے، تِلْکَ الْأَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ''یہ زمانہ ہم لوگوں کے درمیان اس کو دست بدست پھراتے رہتے ہیں''۔

عرب کے ریگستانوں نے گو لیل و نہار کے ہزاروں تماشے دیکھے ہیں، مگر شاید اس تماشے سے بڑھ کر کوئی تماشا نہ ہوگا کہ تاریک ذروں نے ایک چمکتے سورج (وجودِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) کے پرتَو سے روشن ہو کر ساری دنیا کی آنکھوں کو اپنی چمک دمک سے روشن کر دیا، اور خود ان کے گوشہ گوشہ کو مطلعِ انوار بنا دیا، اور عین اس وقت جب وہ دشت و جبل، اور بحر و بر کو منور کر چکے، خود ایسے ماند پڑ گئے کہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، یہ کیوں؟ اس لیے کہ ان قوموں نے جو اس نور سے

منور ہوئیں، یہ سمجھا کہ ان ریگستانی ذروں کی تابانی کے مقابلہ میں ان کی چمک اور تابانی نگاہوں کو خیرہ نہ بناسکیں گی، اس لیے ان کا تاریک اور ماند ہی رہنا اچھا ہے۔

اول تو ابومسلم خراسانی کی تلواروں نے عربوں کی سیاسی قسمت کا 132 ہجری میں خاتمہ کردیا، اور گو جوئے سلطنتِ عباسیہ اس کے بل بوتے پر قائم ہوئی، وہ عربی حکومت کے بجائے عجمی شہنشاہی بن گئی، اور رفتہ رفتہ سازش پسند عجمیوں نے سادہ مزاج، لیکن اکھڑ عربوں کو سیاستِ اسلامی کے دائرہ سے خارج ہی کردیا، اس کے بعد معتصم نے ترکوں کو برروئے کار لاکر عربوں کے آزادی پسند، سادہ دل، حریت طلب قبیلوں کو ہمیشہ کے لیے، پھر عراق وشام ومصر کے زرخیز علاقوں سے نکال کر عرب کے صحرا اور یگستان میں واپس جانے پر مجبور کردیا۔

اس عرصہ میں دنیا کی اسلامی قوموں نے بڑے بڑے انقلابات پیدا کیے، بادشاہیاں بنائیں، قصر وایوان تیار کیے، مدرسے اور دارالعلوم تعمیر کیے، کرۂ ارض کے طبقے الٹ پلٹ کیے، سمندروں کے سینے چیرے، پہاڑوں کی چٹانیں گرائیں، توڑیں، یہ سب شور وغل، اور زور وشور، جوش وخروش جزیرہ نمائے عرب کے اردگرد ہوتے رہے، لیکن عرب کا بادیہ نشین، اور شتر بان بدستور اپنے صحرا اور نخلستان میں بے پرواسوتا رہا۔

بالآخر جب دنیا کی دوسری مسلمان قومیں اپنی ان تابانیوں کو جو چاند کی طرح عرب کے سورج سے حاصل کی گئی تھیں، کھوچکیں، اور توحید وسنت کا سر رشتہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور وہ ہر بلند قبہ اور ستون کی طرف جھکنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں ذروں میں ان کی ان روشنیوں کو، جو زیرِ پردہ ہوگئی تھیں، بے نقاب ہو جانے کا حکم دیا۔

Idara Ghufran

مدینہ منورہ کی مسجدِ نبوی جو معلمِ نبوت کے عہد سے آج تک، حق کے پکارنے والوں اور وحیِ الٰہی کے پیغاموں کے دہرانے والوں کے شور وصدا سے معمور رہی ہے، یہیں سے عرب کی نشاۃِ ثانیہ یا دوبارہ زندگی کا سرچشمۂ فیض اُبلا، اور یہیں کی ایک شاخ دلی کے کنارۂ جمنا میں آ کر شامل ہوگئی، اور شاہ ولی اللہ کے خانوادہ نے ہندوستان کے ظلمت کدہ کو دوبارہ مطلعِ توحید سے منور کیا، اور دوسری شاخ آبِ زمزم سے مل کر عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں پھیلی۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نام، مذہبی وجوہ سے زیادہ، سیاسی اسباب سے کم، اسلامی قوموں میں بدنام رہا، یہ شخص حنبلی مذہب کا ایک عالم، نجد کا رہنے والا، اور مدینہ منورہ کا ایک طالبِ علم تھا، 1703 عیسوی میں پیدا ہوا، اور 1791 عیسوی میں وفات پائی۔

حجاز ہمیشہ مصر کے تحت رہا ہے، مصر کے ترکی، چرکسی، کردی اور غلام بادشاہوں کے رسوم ورواجات، اور اثرات سے بدترین قسم کے بدعات میں مبتلا ہوگیا تھا، اور بوجہ اسلام کی مرکزیتِ عامہ کے جو ''بلا'' یہاں پیدا ہوتی ہے، وہ چند ہی سالوں کے بعد تمام دنیائے اسلام کو لپیٹ جاتی ہے، سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ اس خطۂ اقدس کو آلائشوں سے پاک اور آمیزشوں سے مبرا کیا جائے۔

محمد بن عبدالوہاب نے جو دعوت شروع کی، اس کی دفعات صرف یہ ہیں:

(1)......خدا کی تمام صفات، صرف اسی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں، اور ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

(2)......خدا کی ذات وصفات کے متعلق قرآن اور حدیثِ صحیح میں، جو نصوص ہیں، ان پر تاویل کے بغیر اسی طرح ایمان لانا چاہیے، جس طرح ان کے الفاظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ظاہر کرتے ہیں، ان کی حقیقت طلبی کے ہم درپے

نہ ہوں۔

(3)......تمام پیغمبر بشر ہیں، اور صفاتِ ربانی سے خالی ہیں۔

(4)......اولیائے الٰہی کی ایسی تعظیم اور ان کے متعلق ایسی عقیدت نہ رکھنی چاہیے، جو صرف پیغمبروں کے لیے، یا خاص خدا کے لیے مخصوص ہیں۔

(5)......مقابر اور مزارات کی ایسی تعظیم نہ کی جائے، جو بت پرستانہ ہو۔

(6)......ان چیزوں کو جو خدا کی قدرت میں ہیں، غیرِ خدا سے طلب نہ کیا جائے، اور نہ مُردوں سے دعائے استعانت مانگی جائے۔

(7)......قبروں پر قبے، گنبد وغیرہ عمارتیں، یا پختہ چبوترے نہ بنوائیں جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے، اور ان کے ذریعہ سے قبر پرستی پیدا ہوتی ہے۔

غرض یہ اور اسی قسم کے چند امور ہیں، جن کی دعوت وتبلیغ میں اس حنبلی عالم نے اپنی عمر صرف کی۔

اس کی دعوت وتبلیغ پر لبیک کہنے والوں میں نجد کے ایک مقام ''درعیة'' کے ایک شیخِ قبیلہ محمد بن سعود تھے، اور جن کی نسبت سے ابنِ سعود کا یہ خاندان پیدا ہوا ہے، ابنِ سعود کے عَلَم کے نیچے نجد کے تمام قبائل جمع ہو گئے، اور ترکوں، انگریزوں اور شریفِ مکہ، تینوں کے لیے یہ خطرۂ عظیم بن گئے، ترکوں کے لیے اس طرح کہ یہ عراق پر حملہ آور ہوئے، اور انگریزوں کے لیے یوں کہ انہوں نے بحرِ عرب اور خلیجِ فارس کے سواحل اور شہروں پر جو انگریزوں کی فوجی اور تجارتی ضرورتوں کے لیے مفید تھے، قبضہ کرلیا، اور شریفِ مکہ کے مقابلہ میں تو انہوں نے اس لیے کہ حرمین محترمین کو اپنے قبضہ میں لاسکیں، خونریز حملہ کیا اور کامیابیاں حاصل کیں، ترکی کی طرف سے مصر کے خدیو محمد علی پاشا اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لیے نامزد ہوئے،

خدیو محمد علی پاشا کی فوج کے ساتھ ساتھ انگریز اور فرانسیسی افسرانِ فوج اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے متعدد افسر شامل ہو گئے۔

اور اس طرح نجدی وہابیوں کی سیاسی اور فوجی قوت کا قلع قمع کیا گیا۔

اور یہی وہ اسباب ہیں، جن کی بنا پر وہابیوں کو ہندوستان، مصر، عرب اور ترکی میں ہر طرح بدنام کرنے کے لیے پرزور پروپیگنڈا کیا گیا۔

ہندوستان میں اسی کے کچھ عرصہ کے بعد مولانا شاہ اسماعیل شہید کی سپہ سالاری میں مجاہدین کی فوج قائم ہوئی، جس نے سکھوں سے جنگ کی، چونکہ مولانا شہید کی دعوت بھی اسی قسم کی تھی، اور وہی جذبات کام کر رہے تھے، اس لیے انگریزوں کو خاص طور سے وہابیوں کو بدنام اور رسوا کرنے کی حاجت تھی، چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ غدر کے بعد ہندوستان میں وہابی اور باغی دونوں برابر کے لفظ تھے (ماہنامہ معارف، ص ۳۲۹ تا ۳۳۲، بعنوان: سلاطینِ نجد اور ان کا مذہب، مجلد چہاردہم، ماہِ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ مطابق ماہِ نومبر ۱۹۲۴ء، مطبوعہ: اعظم گڑھ)

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ حوالہ سے معلوم ہوا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک متبعِ سنت اور نیک صالح عالم تھے، جن کو مخالفین نے خوامخواہ بدنام کیا، اور ہندوستان میں اسی طرح کی تحریک مولانا شہید کی سپہ سالاری میں قائم ہوئی تھی، جس کو یہاں انگریزوں کی کوششوں سے بدنام کیا گیا۔

فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں ایک مقام پر ہے کہ:

''اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبعِ سنت اور دیندار کو کہتے ہیں'' (فتاویٰ رشیدیہ مشمولہ ''تالیفاتِ رشیدیہ'' صفحہ ۱۰۹۔ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی کے زمانے اور علاقے میں وہابی دراصل متبعِ سنت اور دین دار شخص کو کہا جاتا تھا، یعنی جو شخص سنت پر عمل کرتا تھا، اور دین پر چلتا تھا، اس کو ''وہابی'' کہا جاتا تھا۔

''فتاویٰ رشیدیہ'' ہی میں ایک اور مقام پر ہے کہ:

''محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا، سُنا ہے کہ مذہبِ حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت وشرک سے روکتا تھا، مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی (فتاویٰ رشیدیہ مشمولہ ''تالیفاتِ رشیدیہ'' صفحہ ۲۴۱و۲۴۲۔ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن عبدالوہاب کو ''وہابی'' کہا جاتا ہے، اور یہ اچھے شخص تھے، اور مولانا گنگوہی صاحب نے جو کچھ ان کے متعلق سنا تھا، اس کے مطابق شیخ محمد بن عبدالوہاب، فقہ حنبلی سے تعلق رکھتے تھے، حدیث پر عمل کیا کرتے تھے، اور شرک وبدعت سے روکتے تھے، لیکن ان کے مزاج میں تشدید اور سختی تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرک وبدعات سے روکنے میں تشدید اور سختی سے کام لیا کرتے تھے۔

''فتاویٰ رشیدیہ'' ہی میں ایک اور موقع پر ہے کہ:

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ اُن کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ہیں، اُن میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے (فتاویٰ رشیدیہ مشمولہ ''تالیفاتِ رشیدیہ'' صفحہ ۲۴۲۔ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور)

مطلب یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے متبعین کے مزاج میں شدت تھی، مگر مجموعی طور پر اُن کے عقائد ایسے غلط نہ تھے کہ ان کو کافر یا علی العموم سب کو گمراہ قرار دیا جائے، البتہ بعض لوگ ان میں حد سے آگے بڑھ گئے تھے اور ان میں فساد آ گیا تھا، تو ان لوگوں کے طرزِ

www.idaraghufran.org

فکر یا طرزِ عمل کو قابلِ نکیر و قابلِ ملامت قرار دیا جاسکتا ہے۔

اور عقائد سب اہل السنۃ والجماعۃ کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے۔

کفایتُ المفتی کا حوالہ

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

فرقۂ وہابیہ کی ابتداء محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ہوئی۔ یہ شخص حنبلی مذہب رکھتے تھے، مزاج میں سختی تھی۔ ان کے خیالات اور اعتقادات کے متعلق مختلف روایات سنی جاتی ہیں، حقیقتِ حال خدا تعالیٰ کو معلوم ہے۔

مگر ہندوستان کے بعض مبتدعین (یعنی اہلِ بدعت) نے تو آج کل متبعِ سنت کا نام وہابی رکھ دیا ہے۔ یہ ان مبتدعین کی اصطلاحِ جدید (یعنی نئی اصطلاح) ہے۔

علمائے دیوبند، یا ان کے ہم خیال علما کو جو شخص وہابی یعنی متبعِ نجدی کہے، وہ خود وہابی یعنی سخت گیری میں متبعِ نجدی ہے، علمائے دیوبند نہایت عمدہ اور پاکیزہ عقیدے والے حضرات ہیں، ان کا مذہب اور عقیدہ وہی ہے، جو سلفِ صالحین وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا تھا، ان کو وہابی کہنا گویا صحابہ وتابعین کو وہابی کہنا ہے (کفایتُ المفتی مدلّل مکمل مع عنوانات، جلد ا صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴۔ مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، طباعت: جولائی ۲۰۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی، شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو حنبلی مذہب کا متبع اور مزاج کا سخت سمجھتے تھے، اور ان کو شیخ موصوف کے عقائد وافکار کے متعلق مختلف قسم کی روایات پہنچی تھیں، جس کی بناء پر انہوں نے شیخ موصوف کے عقائد وافکار کے متعلق حتمی فیصلہ نہیں فرمایا، البتہ علمائے دیوبند کے عقائد وافکار سے وہ چونکہ اچھی طرح واقف تھے، اس لیے ان کے متعلق انہوں نے اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مطابق ہونے کا حتمی

فیصلہ فرمایا۔

ایک فتوے میں مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

آج کل مبتدعین (یعنی اہلِ بدعت) کی اصطلاح (وزبان) میں متبعینِ سنت کو (عداوتاً) وہابی کہا جاتا ہے (ایضاً صفحہ ۲۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مفتی صاحب موصوف کے زمانے میں اہلِ بدعت کی طرف سے عداوت کے طور پر متبعِ سنت کو ''وہابی'' کہا جاتا تھا۔

ایک اور فتوے میں مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وہابی اصل میں وہ لوگ تھے، جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو تھے، مگر ہندوستان میں یہ لفظ غلط معنیٰ میں استعمال کیا جانے لگا، جو لوگ محمد بن عبدُالوہاب نجدی کے پیرو (کار) نہیں ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہیں اور بدعتوں سے منع کرتے ہیں، ان کو وہابی کہہ دیا جاتا ہے، اور لوگوں کو ان سے متنفر کرنے کے لئے یہ ایک چلتا ہوا جادو ہے۔ جہاں وہابی کہا، بس پھر کیا تھا۔ وہ مرُدود وملعون وہابڑا، لہابڑا، سب کچھ ہوگیا ''نعوذ باللہ من ذٰلک'' (ایضاً ص ۲۰۹و۲۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ ''وہابی'' کا لفظ بنیادی طور پر محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں کے لیے تھا، لیکن ہندوستان میں یہ لفظ غلط معنیٰ میں استعمال ہونے لگا، اور سنت پر عمل کرنے اور بدعات سے منع کرنے والوں کے لیے، اس لفظ کا نفرت دلانے کے لیے استعمال ہونے لگا۔

نیز کفایتُ المفتی ہی میں سلطان بن عبدالعزیز کے زمانے میں رونما ہونے والے حالات کے سلسلہ میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے:

سوال......: آج کل سلطان عبدالعزیز ابن سعود سلمہ اللہ نے مکہ مکرمہ کے قبے وغیرہ گرادیئے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ اور حدیث میں جو آیا ہے کہ نجد میں

زلزلے اور فتنے ہوں گے، اور وہاں ''قرنُ الشیطان'' ہوگا، وہ کون سا نجد ہے؟

جواب ھو الموفق ......: اونچی اونچی قبریں بنانا، قبروں کو پختہ بنانا، قبروں پر گنبد اور قبے اور عمارتیں بنانا، غلاف ڈالنا، چادریں چڑھانا، نذریں ماننا، طواف کرنا، سجدہ کرنا، یہ تمام امور منکراتِ شرعیہ میں داخل ہیں، شریعتِ مقدسہ اسلامیہ نے ان امور سے صراحتاً منع فرمایا ہے، احادیثِ صحیحہ میں اس قسم کے امور کی ممانعت وارد ہے، جو شرک یا مفضی الی الشرک (یعنی شرک کی طرف پہنچانے والی) ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارواحنا فداہ نے مرضِ وفات میں آخری وصایا میں نہایت اہتمام سے یہ ارشاد فرمایا:

''لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا''

یعنی ''خدا لعنت کرے، یہود و نصاریٰ پر، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا''

اور کتبِ حدیث میں وہ حدیثیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت (گنبد و قبہ) بنانے اور چراغ جلانے سے منع فرمایا، بکثرت موجود ہیں، فقہ حنفی میں صراحتاً یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قبر کو پختہ نہ بنایا جائے، نہ اس پر کوئی عمارت بنائی جائے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۂ مجتہدین، سلفِ صالحین کا طرزِ عمل اسی کے موافق تھا، قرونِ اولیٰ میں اس کی کوئی سند موجود نہیں کہ قبروں پر قبے بنائے جاتے تھے، یا قبروں کی کوئی ایسی تعظیم کی جاتی تھی، جو اَب کچھ زمانے سے مروج ہے، نذر اور طواف اور سجدہ تو عبادات ہیں، اور غیرُ اللہ کے لیے عبادت کی نیت سے ان افعال کو کرنا تو یقیناً شرک ہے، اور نیتِ عبادت نہ بھی ہو، تاہم حرام ہونے میں کوئی تردد نہیں۔

سلطان ابنِ سعود نے قبے ڈھا دیئے، تو ان کے نزدیک چونکہ قبے بنانا، ناجائز اور

منکرِ شرعی تھا، اس لیے انہوں نے بموجبِ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ رَأیٰ مِنکُمْ مُنکَرًا (الحدیث) "اس کا ازالہ کیا۔

معترضین اگر زیادہ سے زیادہ زور لگا کر بعض متاخرین کے قول سے اس کی اباحت پیش کر دیں، تاہم حدیثِ صریح اور تصریحاتِ سلف کے مقابلے میں اول تو یہ اقوال قابلِ التفات نہ ہوں گے، دوسرے پھر بھی ابنِ سعود کو سب وشتم کرنا اور ہدفِ ملامت بنانا جائز نہیں ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فرمانا ہے "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فِسْقٌ (بخاری)"

نجد یا اس کا کوئی حصہ اگر موضعِ زلازل وفتن ہو، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے "قَرْنُ الشَّیْطَانِ" کے نکلنے کی خبر بھی دی تھی، تاہم اس سے یہ استدلال کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کہ تمام نجدی اس کے مصداق ہیں، تو کیا نجد میں آج تک کوئی صالح، دین دار نہیں ہوا، سب اسی حدیث کے موافق "قرن الشیطان" میں داخل ہیں؟ معاذ اللہ! جبکہ ایسا نہیں، تو لامحالہ اہلِ نجد کے اعمال واقوال ہی اس امر کے لیے معیار ہوں گے کہ وہ اس حدیث کے اندر داخل ہیں یا نہیں؟ لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا نہیں چاہیے کہ ابنِ سعود نجدی ہیں، یا یمنی، حجازی ہیں، یا شامی، بلکہ ان کے اعمال واقوال وعقائد کو دیکھنا چاہیے، اور اس کے موافق ان کے بارے میں رائے قائم کرنی چاہیے۔

ہمیں جہاں تک معلوم ہوا ہے، ابنِ سعود کے عقائد واعمال میں کوئی ایسی بات نہیں ہے، جو اِن کو قابلِ مذمت قرار دے، صرف نجدی ہونے سے ان پر ملامت کی بوچھاڑ کرنا اہلِ دین کا کام نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ، مدرسہ امینیہ، دہلی

www.idaraghufran.org

الجواب صحیح

بندہ احمد سعید واعظ دہلوی

محمد میاں عفی عنہ (مدرس: مدرسہ حسین بخش، دہلی)

شفاعتُ اللہ عفی عنہ (مدرس: مدرسہ حسین بخش، دہلی)

(کفایت المفتی، ج۴ص۸۲،۸۳، کتاب الجنائز، فصل ہفتم: بناء علی القبور، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے اس تفصیلی فتوے سے معلوم ہوا کہ وہ سلطان عبدالعزیز بن سعود کے عقائد واعمال کو قابلِ مذمت نہیں سمجھتے تھے، اور وہ اہلِ نجد کے قبروں کی بدعات اوران پر مبنی عمارات کے انہدام کے فعل کو موافقِ شریعت قرار دیتے تھے۔

تسہیلُ المواعظ کا حوالہ

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں کہ:

ایک جماعت، بدعتیوں میں سے ایسی ہے، جو ہم لوگوں کو ''وہابی'' کہتی ہے، لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہ آئی کہ ہم کو کس مناسبت سے وہابی کہا گیا، کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں، جو کہ ابنِ عبدالوہاب کی اولاد میں ہیں، اس کے مذہب پر چلتے ہیں، ابنِ عبدالوہاب کے حالات، کتابوں میں لکھے ہیں، ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کرسکتا ہے کہ وہ نہ مذہب کے اعتبار سے ہمارے بزرگوں میں ہیں، نہ نسبت کے اعتبار سے۔

البتہ آج کل جو لوگ چاروں اماموں میں سے کسی کو نہیں مانتے، ان کو ایک اعتبار سے ''وہابی'' کہنا درست ہوسکتا ہے، کیونکہ ان کے اکثر خیالات ابنِ عبدالوہاب سے ملتے جلتے ہیں، البتہ ہم لوگوں کو حنفی کہنا چاہئے، کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ چار امام ہیں، یعنی:

www.idaraghufran.org

(۱) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۳) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (۴) امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ۔

ان اماموں کے مذہب سے باہر ہونا جائز نہیں، بلکہ اپنے ملک میں ان چاروں اماموں میں سے جن کے مذہب کا رواج ہو، اسی کا تابع رہنا واجب ہے، تو چونکہ ہندوستان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کا رواج ہے، اس لئے ہم اِن ہی کے مذہب پر چلتے ہیں، تو پھر ہم وہابی کیسے ہو سکتے ہیں؟

اور اگر اس پر بھی ہمیں وہابی کہا جائے، تو ہم لوگ اس سے برا نہیں مانتے، لیکن اتنا ضرور کہے دیتے ہیں کہ قیامت میں اس بہتان لگانے کی تم کو سزا ملے گی۔

آج کل کے فقیروں نے جو بدعتیں کر رکھی ہیں، میں ایک ایک کر کے تمہیں بتلاتا، مگر وقت میں گنجائش نہیں، اور عالموں نے پوری طرح کتابوں میں لکھ دیں، انہیں پڑھوا کر سن لینا۔

البتہ ایک پہچان بدعت کی بتلائے دیتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن، حدیث، فقہ میں سے، کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو، اس کو ثواب کا کام سمجھ کر کیا جاوے، وہ بدعت ہے۔

اس کی پہچان کے بعد دیکھ لیجیے کہ ہمارے بھائیوں کے جو کام ہیں، جیسے عرس کرنا، فاتحہ دلانا اور مُردوں کو ثواب پہنچانے کے لیے دن مقرر کرنا، یہ قرآن، حدیث، فقہ کسی سے ثابت نہیں، لیکن پھر بھی ان کو دین کی بات سمجھ کر کرتے ہیں، اگر چہ سمجھدار آدمیوں کا عقیدہ، ان مسئلوں میں خراب نہیں، لیکن ان کے کرنے سے عوام کا عقیدہ تو خراب ہو جاتا ہے (تسہیل المواعظ، جلد اول، صفحہ ۲۶۴، ۲۶۵، نام وعظ ''کجی کی درستگی''، مطبوعہ: وقار پبلشرز، اردو بازار، لاہور)

مذکورہ عبارت میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی نہ تو

تکفیر کی، اور نہ ہی تفسیق وتضلیل کی، البتہ یہ بتلادیا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، نسبت اور مسلک کی رُو سے ان کے بزرگوں میں داخل نہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے مشائخِ دیوبند بزرگوں کا نسبی تعلق نہیں، اور اسی طرح مشائخِ دیوبند کا تعلق فقہاء وصوفیاء کے جس طبقے سے ہے، شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ان سے تعلق نہیں، کیونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا تعلق فقہ حنبلی سے ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی کا حوالہ

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھنوی اپنے رسالے ''شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق'' میں لکھتے ہیں کہ:

> اصولی درجہ میں اس توافق اور طرزِ فکر میں اس یکسانیت اور یگانگت کے باوجود بعض نظریات ومسائل میں ہمارے اکابر شاہ اسماعیل شہید اور علمائے دیوبند وغیرہ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت کے نقطۂ نظر اور رویہ میں کچھ فرق واختلاف بھی ہے، مثلاً وہ (اہلِ نجد) حضرات، زیارتِ نبوی کو مستحب ومسنون بلکہ ''افضلِ اعمال'' ماننے کے باوجود مشہور حدیث ''لاتشد الرحال.... الخ'' کی بنیاد پر خاص زیارت کے لیے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنا جائز نہیں سمجھتے، جو کہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ وابنِ القیم وغیرہ کا مشہور مسلک ہے، ان کے نزدیک سفر مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کی نیت سے کرنا چاہیے، پھر وہاں پہنچ کر زیارت کی سعادت اور اس کا ثواب بھی حاصل کرے، یا مسجد شریف میں ادائے نماز کی نیت کے ساتھ ضمنی طور پر زیارت کی بھی نیت کرلے (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب کے رسالے کے حوالے سے نقل کیا جاچکا ہے) لیکن

ہمارے اکابر کے نزدیک زیارتِ نبوی کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا بھی از قبیلِ حسنات وقربات اور باعثِ اجر وثواب ہے، اس لیے وہ یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ مدینہ منورہ جانے والے حضرات، زیارتِ نبوی اور مسجد شریف میں ادائے نماز دونوں کی مستقل نیت کریں، حدیث ''لاتشد الرحال.... الخ'' کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ اس ممانعت کا تعلق صرف مساجد کے لیے سفر کرنے سے ہے (تفصیل شروحِ حدیث میں دیکھی جاسکتی ہے)

اسی طرح دعا میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اور توسل بالصالحین کو شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے متبعین بالکل جائز نہیں سمجھتے، اور ہمارے اکابر کے نزدیک وہ ناجائز نہیں ہے، کیونکہ وہ فی الحقیقت ''توسل باعمالهم الصالحة''ہی کی ایک صورت ہے (اور توسل بالاعمال الصالحة بالاتفاق جائز اور ثابت ہے) ہاں! اگر کوئی جاہل اور گمراہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ کے کسی اور مقبول وفات یافتہ بندے کے وسیلہ سے دعا کرے، اور یہ سمجھے کہ اس وسیلہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر معاذ اللہ کوئی بوجھ اور دباؤ پڑے گا، اور وہ قبول ہی کرلیں گے، یا یہ سمجھ کر وسیلہ سے دعاء کرے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس وسیلہ کے بغیر دعاء قابلِ سماعت نہ ہوگی، تو بے شک یہ عقیدہ سخت گمراہانہ اور یہ فعل حرام ہوگا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر سلام عرض کرنے کے ساتھ آپ سے شفاعت کے سوال کو شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے متبعین ناجائز بلکہ ''ایک طرح کا شرک'' کہتے ہیں، جیسا کہ شیخ عبداللہ بن محمد کے حوالہ سے نقل کیا جاچکا ہے (اس بارے میں ان کا ایک خاص نقطۂ نظر ہے، جو اِن حضرات کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے) لیکن ہمارے اکابر اس اصولی عقیدہ اور یقین میں ان سے متفق ہونے کے باوجود کہ ''قیامت اور آخرت میں کوئی نبی یا

ولی یا فرشتہ، اللہ تعالیٰ کے اذن و اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا، اور صرف اسی بندے کے حق میں شفاعت ہو سکے گی، جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت ہوگی' زائر کے لیے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے کے ساتھ آپ سے شفاعت اور استغفار کی استدعا کو بھی صحیح سمجھتے ہیں، ہمارے نزدیک ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے، اور اس طرح کی شفاعت کی ہرگز یہ بنیاد نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کے معاملہ میں ''خود مختار'' سمجھتے ہیں، ایسا سمجھنا بلاشبہ سخت گمراہی ہے، کسی مخلوق کو بھی بارگاہِ خداوندی میں بطورِ خود شفاعت کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور نہ ہوگا (''قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا .... مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنِهٖ)

اسی طرح کا ایک اختلاف ان حضرات کے اور ہمارے اکابر کے رویہ میں یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اشعار وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے استعانت اور استغاثہ کے انداز میں ندا اور خطاب کرتے ہیں، ان کے بارے میں ہمارے اکابر کا موقف یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر اور عالمُ الغیب و متصرف سمجھ کر ایسا خطاب اور استمداد و استغاثہ کیا جائے، تو بلاشک وشبہ قطعاً شرک ہے، لیکن اگر کسی شخص کا عقیدہ صحیح ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ حاضر و ناظر سمجھتا ہے، نہ عالمُ الغیب اور متصرف سمجھتا ہے، بلکہ ایسا سمجھنے کو شرک جانتا ہے، لیکن شوقیہ طور پر حاضر فی الذہن سے خطاب کر رہا ہے (جیسا کہ اشعار میں بکثرت ہوتا ہے) یا اس امید پر خطاب کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا یہ پیام آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے گا، اور آپ ان شاء اللہ دعاء فرمائیں گے، تو یہ ہرگز شرک نہیں ہے، اور اسی بنا پر صاحبِ قصیدۂ بردہ بوصیری اور مولانا جامی وغیرہ کے اس طرح کے اشعار کو اسی پر محمول کرتے ہیں، اور یہ ہرگز ''زبردستی کی تاویل''

www.idaraghufran.org

نہیں ہے، شاعری میں اور محبت میں غائبین سے اس طرح کا خطاب شائع ذائع ہے، ہاں! اسی کے ساتھ ہمارے اکابر یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ عوام کے عقیدہ کی حفاظت کے لیے اس طرح کی تعبیرات سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ ایہامِ شرک سے خالی نہیں ہے، ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ میں اس مسئلہ کے بارے میں یہی وضاحت وتفصیل کی گئی ہے (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ اول، صفحہ ۸۴)

لیکن شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے متبعین اس مسئلہ میں یہ تفصیل نہیں کرتے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بھی وفات یافتہ بزرگ سے اس طرح کے خطاب کو بہر حال ''شرک'' قرار دیتے ہیں (حالانکہ عقیدہ کی بنیاد پر حکم میں فرق ہونا، ہمارے نزدیک بدیہی بات ہے)

ان مسائل میں ان حضرات کا جو موقف اور رویہ ہے، غالباً اسی کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتوے میں ''مزاج کی شدت'' سے تعبیر کیا ہے۔

تارکینِ صلاۃ (مسلمان کہلانے کے باوجود نماز نہ پڑھنے والوں) کی تکفیر وعدمِ تکفیر کا مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے، جن میں ان حضرات کا اور ہمارے اکابر کا موقف مختلف ہے، وہ حضرات تارکِ صلاۃ کو قطعی کافر قرار دیتے ہیں، اور ہمارے اکابر انتہائی درجہ کا گناہ گار اور انتہائی درجہ کی سزا کا مستحق قرار دینے کے باوجود اس کو کافر اور خارج از ملت قرار نہیں دیتے۔

اس مسئلہ کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے، اور یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ ائمۂ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل اور بعض دوسرے ائمۂ سلف بھی تارکِ صلاۃ کو کافر، مرتد قرار دیتے ہیں۔ [1]

بہر حال ان تمام مسائل میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے، جس کی وجہ سے کسی بھی

---

[1] تاہم امام احمد ہی سے تارکِ صلاۃ کی عدمِ تکفیر کی روایت بھی مروی ہے، جس کو خود بعض حنابلہ نے راجح قرار دیا ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ قدامہ نے ''المغنی'' میں وضاحت کی ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

فریق کو اسلام یا دائرہ اہلِ سنت سے خاج قرار دیا جاسکے۔

ان مسائل کا ذکر اس موقع پر صرف اس غرض سے کیا گیا ہے کہ دونوں جماعتوں کے مسلکی اختلاف کی نوعیت اور اس کا درجہ سامنے آ جائے، اور کم از کم اہلِ علم اور اربابِ دانش کو معلوم ہو جائے کہ ان میں کوئی مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے، جس کی بناء پر کوئی فریق خدا ترسی کے ساتھ کتاب وسنت کی روشنی میں دوسرے فریق کی تکفیر، تفسیق یا تضلیل کر سکے۔

رہا دلائل اور علمی بحث مباحثہ کا معاملہ، تو ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ، ان کے تلامذہ اور ان کے بالمقابل ان کے معاصر، امت کے جلیل القدر عالم شیخ تقی الدین سبکی شافعی اور ان کے حلقہ کے اہلِ علم سے لے کر ہماری اس چودھویں صدی کے آغاز میں شیخ احمد زینی دحلان مکی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، نواب صدیق حسن خان ، اور مولانا عبدالحیئ فرنگی محلی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے سلسلہ کے درجنوں علماء ومصنفین اور ہمارے پاس، دور تک دونوں مسلکوں کے عرب وعجم کے اہلِ علم واصحابِ قلم نے قریباً سات سو سال کی طویل مدت میں ان مسائل پر جو بے گنتی کی کتابیں لکھی ہیں، اگر ان کا صرف ایک ایک نسخہ لیا جائے، تو اچھا خاصہ کتب خانہ بن جائے گا۔

راقمِ سطور کے نزدیک اس کے بعد بالکل ضرورت نہیں ہے کہ ان مسائل کو علمی بحث ومباحثہ کا موضوع بنایا جائے، جیسا کہ لکھا جاچکا ہے، یہ سب اس قسم کے مسائل ہیں، جن میں اہلِ سنت کے مختلف طبقات میں مسلک وموقف کا اختلاف رہا ہے، اور رہے گا، اور یقین ہے کہ اس اختلافِ رائے کی وجہ سے دونوں میں سے کوئی فریق بھی جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا۔

طرزِ فکر کے فرق اور بعض مسائل میں اختلافِ رائے کا یہ ذکر تو جملہ معترضہ کے طور

IdaraGhufran

پردرمیان میں آگیا، اب ہم اور ناظرین پھر اصل موضوع پر آجائیں۔

واقعہ یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے سلسلہ کے اکابر علماء کی کتابیں دیکھنے کے بعد یہ حقیقت بغیر کسی شک وشبہ کے سامنے آجاتی ہے کہ ان کی اصل دعوت، اخلاصِ توحید واتباعِ سنت کی اور ہر قسم کے شرک وبدعت کے خلاف حسبِ استطاعت جہاد اور اسلام کو اس کی اصل شکل میں پیش کرنے کی تھی، اور بنیادی طور پر ان کا پیغام وہی تھا، جو ''تقویۃ الایمان'' کے ذریعہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ہندوستان کے بگڑے ہوئے مسلمانوں کو دیا تھا۔

بعد میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی اسی دعوت اور پیغام کی علمبردار جماعتِ دیوبند کے اکابر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور ان کے خلفاء وتلامذہ بھی رہے، اور اسی جرم میں بدایوں، بریلی وغیرہ کے شرک وبدعت کے حامی مولویوں، مفتیوں نے ان کو وھابی قرار دے کر ہر جگہ کے جاہل عوام کو ان کے خلاف بھڑکایا، کیونکہ وہابیوں (یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت) کے خلاف اس زمانہ کی کئی ایک حکومتوں نے (جو اِن کی جماعت کے جذبۂ جہاد اور ان کی بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت کو اپنے لیے خطرہ سمجھتی تھیں) اور ان کے ساتھ مل کر قبر پرستی وغیرہ مشرکانہ اعمال اور بدعات کے حامی علمائے سوء نے اپنے پورے وسائل سے کام لے کر امکانی حد تک پوری اسلامی دنیا میں ایسا پروپیگنڈا کیا تھا کہ قریباً ہر جگہ کے مسلمان، صرف عوام ہی نہیں، بلکہ وہ علماء اور خواص بھی جو حقیقتِ حال سے واقف نہیں تھے، ان نجدی وہابیوں کو یہود ونصاریٰ اور مجوس وہنود سے بھی بدتر سمجھتے تھے۔

اس لیے عام طور سے صحیح العقیدہ مسلمان بھی ان کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے، اور ان سے بے تعلقی اور برأت ظاہر کرنا، بلکہ نفرت وعداوت کا اظہار کرنا

Idara Ghufran

ایمان واسلام اور اللہ ورسول کی محبت کا تقاضا سمجھتے تھے۔

اس صورتِ حال کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم نے بھی (جو ہندوستان میں مسلکِ اہلِ حدیث کے اولین اور پر جوش داعیوں میں تھے، اور بلاشبہ جن کا حصہ ہندوستان میں اس مسلک کی اشاعت اور فروغ میں دوسرے سب لوگوں سے زیادہ ہے) شیخ محمد بن عبدالوہاب اوران کی دعوت ومسلک سے اپنی اور جماعتِ اہل حدیث کی برائت ظاہر کرنا، اوران کو مطعون ومجروح کرنا، اور''فسادی'' تک قرار دینا ضروری سمجھا، ان کی کتاب ''ترجمان وہابیہ'' کا یہی مقصد اور موضوع ہے (شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق، ص ۶۸ تا ۷۶، بعنوان: ''شیخ محمد بن عبدالوہاب اوراکابر جماعت دیوبند کے طرزِ فکر میں بعض جزوی اختلافات'' مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اوران کے متبعین، خواہ وہ سعودیہ کے حکمران ہوں، یا اس سلسلے کے علمائے کرام، یا پھر عوام، ان کے بنیادی عقائد وافکار ایسے نہیں کہ جن کی بنا پران کو اسلام، یا اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دے دیا جائے، بلکہ ان کے اصل عقائد وافکار اہلُ السنۃ والجماعۃ کے موافق ہیں، اور جن فکری وعملی مسائل میں ان کا دوسروں اور بالخصوص مشائخِ دیوبند سے اختلاف ہے، وہ اجتہادی، وفقہی اور فروعی نوعیت کا ہے، جس طرح کا اختلاف خود متکلمینِ اہلُ السنۃ والجماعۃ اور فقہاء ومجتہدین اوران کے متبعین کے درمیان ہے۔

البتہ ہر فرقہ وجماعت اور ہر سلسلہ میں کچھ ایسے لوگوں کا وجود ممکن ہے، جو افراط یا تفریط کا شکار ہوگئے ہوں، حنفیہ کے نام اور نسبت سے بھی کئی اہلِ بدعت فرقے وجود میں آئے، اور اب بھی ہیں، لیکن ان کی وجہ سے اصل مسلک اور صاحبِ مسلک کو غلط قرار نہیں دیا جاتا۔

اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق بہت سی باتیں مخالفین ومعاندین کی طرف سے جھوٹی اور

بہتان والزام تراشی پر مبنی پھیلائی گئیں، جن میں ان کو دائرہ اسلام یا اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج، اور گستاخِ رسول وغیرہ کہا گیا، لیکن وہ باتیں بے بنیاد، بہتان والزام تراشیوں پر مبنی ثابت ہوئیں، اگرچہ ان غلط فہمیوں میں دین دار لوگ بھی دوسروں کی باتوں سے متأثر ہوئے۔

اور پھر ایک مہم کے طور پر توحید کے داعی اور سنت پر عمل کرنے اور شرک و بدعات سے روکنے والوں سے نفرت پیدا کرنے کے لیے ''وھابیت'' کا لفظ ایجاد واستعمال کیا گیا، جس سے مسلمانوں میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلیں، جن کا حقیقت سے تعلق نہ تھا۔

اس قسم کی غلط فہمیوں سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے۔

اور بعض دوسرے اہلِ علم کی طرح شروع میں بعض مشائخِ دیوبند کو بھی محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے متبعین کے متعلق بہت سے باتیں متضاد یا ایسی پہنچی تھیں کہ جو واقعی اختلافِ شدید اور ان باتوں کے مرتکب کے گمراہ وفاسق ہونے کا باعث تھیں، جس کی وجہ سے انہوں نے پہلے اسی کے مطابق سخت حکم لگایا، لیکن بعد میں جب اہلِ نجد کے علماء وحکمرانوں وغیرہ سے بالمشافہ ملاقات کرنے یا ان کی مستند ومعتبر کتب ومضامین ملاحظہ کرنے کے بعد سابقہ کئی باتوں کا خلافِ حقیقت ہونا معلوم ہوا، تو ان حضرات نے اس کی وضاحت فرمائی، اور سابق سخت موقف سے رجوع فرمالیا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس قول سے رجوع کرلیا جائے، وہ منسوخ شمار ہوتا ہے۔

البتہ جن مسائل میں ان کا محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے متبعین سے اجتہادی وفروعی نوعیت کا اختلاف موجود ہو، اس کو تسلیم کرنا چاہیے، قطع نظر اس سے کہ کس کے نزدیک کون سا قول راجح اور کون سا قول مرجوح ہے، یہ الگ معاملہ ہے۔

ماقبل میں ان باتوں کو باحوالہ بیان کردیا گیا ہے، جس کے بعد اس بات کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ ان فروعی مسائل کی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوا جائے اور

ایک دوسرے کے خلاف گمراہی وضلالت کے فتوے صادر کیے جائیں اور آپس میں بدگمانی و بدزبانی کا ارتکاب کر کے وحدتِ امت کو نقصان پہنچایا جائے۔ [1]

(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری مفصل و مدلل کتاب ''محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد وافکار'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

---

[1] محمد بن عبدالوہاب نجدی اور وہابیہ کے متعلق اس سے پہلے زیادہ تحقیق کا موقع حاصل نہیں ہوسکا تھا، اب تحقیق کے بعد جو موقف قائم ہوا، اس کا خلاصہ مندرجہ بالا عبارت میں ذکر کر دیا گیا ہے، اگر کسی صاحب کو مزید تفصیل وتحقیق مطلوب ہو، تو وہ بندہ کی مندرجہ بالا کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

(باب نمبر 5)

اتحاد کی ضرورت اور اختلاف سے بچنے کا راستہ

اس وقت پوری امتِ مسلمہ جس داخلی اور خارجی انتشار اور خلفشار کا شکار ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں، ان حالات میں ضرورت تھی کہ پوری امتِ مسلمہ، اسلام کے اصولوں پر مضبوطی سے قائم رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کرتی۔

لیکن بدقسمتی سے شیطان اور کفار نے مسلمانوں کو آج مختلف فرقوں میں بانٹ کر رکھ دیا ہے۔

قرآن وحدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی اصولوں کے مطابق اتحاد واتفاق دین ودنیا کے لحاظ سے، بہت اہم اور ضروری چیز ہے، اور اس کے مقابلہ میں غیر شرعی اختلاف اور تفرقہ بازی دین ودنیا کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس تفرقہ بازی کی بنیادی وجہ قرآن وسنت سے ہٹنا اور دین میں اپنی طرف سے نئی نئی چیزیں داخل وپیدا کرنا ہے، اگر دین میں نئی باتیں اور بدعتیں شامل کرنے سے بچا جائے، تو یقیناً یہ اختلاف دور ہو جائے۔

مگر جب تک ہر شخص اور ہر فریق کو اس سلسلہ میں آزاد چھوڑا جائے گا، تو ہر ایک اپنی اپنی مرضی کے مطابق دین میں نئی باتیں شامل کر کے مختلف فرقوں کی شکل اختیار کرتا چلا جائے گا، اور دین میں نئی باتیں پیدا کرنے کی ایک اہم وجہ مال وجاہ کی محبت ہے۔

کیونکہ علماء دو قسم کے ہیں:

(1)......آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے والے (یعنی علمائے حق)

(2)......اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے (یعنی علمائے سوء)

پس جبکہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے، تو ان میں بھی اختلاف لازم ہے۔

اس کا حل تو یہی ہے کہ علمائے سوء کے کارناموں کی حوصلہ شکنی کی جائے، اور اُن کو بدعت چھوڑ کر اہلِ حق کے ساتھ اتفاق پر آمادہ کیا جائے۔ ؎

اور یہ اتفاق بظاہر تو اہلِ حق کے ساتھ ہوگا، لیکن درحقیقت بدعت چھوڑ کر سنت کے ساتھ اتفاق ہوگا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ سنت، کسی فریق کی خودساختہ اور متنازع چیز نہیں، بلکہ ہر مسلمان کی مشترکہ اور مسلّمہ ضرورت ہے۔

؎ والناس فی زماننا هذا أسراب كالطير ، يتبع بعضهم بعضا لو ظهر لهم من يدعى النبوة مع علمهم بأن رسول الله صلى الله عليه وسلم خاتم الأنبياء ، أو من يدعى الربوبية ، لوجد على ذلك أتباعا وأشياعا ، فقد ذكرت ما حضرني من الآيات التي عاب الله فيها المختلفين ، وذم بها الباغين ، وأنا الآن أذكر لك الآيات من القرآن التي حذرنا فيها ربنا وتعالى من الفرقة والاختلاف ، وأمرنا بلزوم الجماعة والائتلاف ، نصيحة لإخواننا وشفقة على أهل مذهبنا (الإبانة الكبرى لابن بطة، ج ا ص ۲۷۲،۲۷۳، الكتاب الاول:الإيمان،باب ذكر ما نطق به الكتاب نصا فى محكم التنزيل بلزوم الجماعة والنهى عن الفرقة)

ثم اعلموا رحمنا الله تعالى وإياكم أن الله تعالى قد أعلمنا وإياكم فى كتابه أنه لا بد من أن يكون الاختلاف بين خلقه ليضل من يشاء ، ويهدى من يشاء جعل الله عز وجل ذلك موعظة يتذكر بها المؤمنون ، فيحذرون الفرقة ، ويلزمون الجماعة ويدعون المراء والخصومات فى الدين ، ويتبعون ولا يبتدعون ، فإن قال قائل :أين هذا من كتاب الله تعالى ؟ قيل له :قال الله تعالى فى سورة هود :ولو شاء ربك لجعل الناس أمة واحدة ولا يزالون مختلفين إلا من رحم ربك ولذلك خلقهم وتمت كلمة ربك لأملأن جهنم من الجنة والناس أجمعين وكلا نقص عليك من أنباء الرسل ما نثبت به فؤادك وجاءك فى هذه الحق وموعظة وذكرى للمؤمنين ثم إن الله تعالى أمر نبيه صلى الله عليه وسلم أن يتبع ما أنزله إليه ، ولا يتبع أهواء من تقدم من الأمم فيما اختلفوا فيه ، ففعل صلى الله عليه وسلم ، وحذر أمته الاختلاف والإعجاب واتباع الهوى ، قال الله تعالى فى سورة حم الجاثية :ولقد آتينا بنى إسرائيل الكتاب والحكم والنبوة ورزقناهم من الطيبات وفضلناهم على العالمين وآتيناهم بينات من الأمر فما اختلفوا إلا من بعد ما جاء هم العلم بغيا بينهم إن ربك يقضى بينهم يوم القيامة فيما كانوا فيه يختلفون ثم جعلناك على شريعة من الأمر فاتبعها ولا تتبع أهواء الذين لا يعلمون إنهم لن يغنوا عنك من الله شيئا ، وإن الظالمين بعضهم أولياء بعض ، والله ولى المتقين ، ثم قال الله تعالى :هذا بصائر للناس وهدى ورحمة لقوم يوقنون (الشريعة للآجرى، ج ا ص ۲۷۰،باب ذكر الأمر بلزوم الجماعة والنهى عن الفرقة بل الاتباع وترك الابتداع)

www.idaraghufran.org

دین میں تفریق ڈالنے اور فرقے بن جانے سے مراد یہ ہے کہ دین کے اصول کی اتباع کو چھوڑ کر اپنے خیالات اور خواہشات کے مطابق یا شیطانی چالبازیوں میں، مبتلا ہوکر، دین میں کچھ نئی چیزیں بڑھادی یا گھٹادی جائیں، اورالغرض دین میں بدعات شامل کرلی جائیں۔

قرآن وسنت میں اتحادواتفاق اورسنت کی اتباع پر انتہائی اہمیت کے ساتھ زور دیا گیا ہے، اورتفرقہ بازی وبدعت سازی سے منع کیا گیا ہے،جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

مسلمانوں کو باہمی اتحادواتفاق کاحکم

قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ.

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَأُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورة آل عمران،رقم الآيات ١٠٣ الیٰ ١٠٥)

ترجمہ:اور مضبوط پکڑلو تم سب مل کر اللہ کی رسی کو اور نہ تفرقہ بازی کرو تم،اور یاد کرو تم اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی، جب تھے تم،ایک دوسرے کے دشمن، پھرالفت پیدا کردی، اللہ نے تمہارے دلوں کے درمیان، پھر ہوگئے تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی،اور تھے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر، پھر بچالیا اللہ نے تم کو اس

www.idaraghufran.org

سے، اسی طرح بیان کرتا ہے، اللہ تم پر اپنی نشانیاں، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اور ہونی چاہئے تم میں سے ایک جماعت، جو دعوت دے خیر کی طرف، اور حکم کرے اچھے کام کا، اور منع کرے برے کام سے، اور یہ لوگ ہی کامیابی پانے والے ہیں۔

اور مت ہوجاؤ تم ان لوگوں کی طرح، جنہوں نے تفرقہ بازی کی، اور اختلاف کیا، بعد اس کے کہ آ چکیں ان کے پاس واضح دلیلیں، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے ہے عذابِ عظیم (سورہ آلِ عمران)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضٰى لَكُمْ: أَنْ تَعْبُدُوْهُ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ (مسلم، رقم الحديث ١٧١٥ "١٠"

كتاب الحدود، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة، والنهي عن منع وهات، دار احياء التراث العربي، بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند فرماتا ہے، اور تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے، پس تمہارے لئے اس چیز کو پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوط پکڑ لو، اور تفرقہ بازی نہ کرو، اور تمہارے لئے قیل وقال (چہ می گوئیوں) کو ناپسند فرماتا ہے، اور کثرت سے سوال کرنے کو، اور مال ضائع کرنے کو ناپسند فرماتا ہے (مسلم)

احادیث وروایات کی رُو سے قرآن مجید کی گزشتہ آیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں

اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے۔ [1]

اور بعض حضرات نے جو اللہ کی رسی سے اللہ و رسول کی اطاعت اور مسلمانوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق وغیرہ کا مراد ہونا بیان فرمایا ہے، یہ بھی اس کے مخالف نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں اصولی طور پر اللہ کے رسول کی اطاعت اور اتحاد و اتفاق وغیرہ کا حکم بھی موجود ہے۔ [2]

بہر حال تمام مسلمانوں کو اللہ کی رسی، یعنی قرآن وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہے، جس کی برکت سے تفرقہ بازی ختم ہوتی ہے، اور مسلمانوں کے مابین اتفاق واتحاد قائم ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(سورة الانعام، رقم الآية ۱۵۳)

ترجمہ: اور بے شک یہ میرا راستہ ہے سیدھا، پس اتباع کرو تم اس کی، اور نہ اتباع

---

[1] عن زيد بن أرقم قال :دخلنا عليه فقلنا له :لقد رأيت خيرا صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم وصليت خلفه فقال :نعم وإنه صلى الله عليه وسلم خطبنا فقال: "إنى تارك فيكم كتاب الله هو حبل الله من اتبعه كان على الهدى ومن تركه كان على الضلالة(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۲۳،ذكر إثبات الهدى لمن اتبع القرآن والضلالة لمن تركه)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابنِ حبان)

عن أبي وائل، قال :قال عبد الله " :إن هذا الصراط محتضر، تحضره الشياطين ينادون :يا عباد الله، هذا الطريق فاعتصموا بحبل الله، فإن حبل الله القرآن (سنن الدارمي، رقم الحديث ۳۳۶۰)

[2] عن عبد الله ، قال :الزموا هذه الطاعة والجماعة ، فإنه حبل الله الذى أمر به ، وأن ما تكرهون فى الجماعة خير مما تحبون فى الفرقة (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۳۸۴۹۲)

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، قال: الزموا هذه الطاعة والجماعة فإنه حبل الله الذى أمر به، وأن ما تكرهون فى الجماعة خير مما تحبون فى الفرقة (مستدرك حاكم، رقم الحديث ۸۶۶۳)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

و قال الذهبى فى التلخيص: على شرط البخارى ومسلم.

www.idaraghufran.org

کرو تم مختلف راستوں کی، پس وہ ہٹا دے گا تم کو اس (صراطِ مستقیم کے) راستے سے، یہ وصیت کرتا ہے تم کو (اللہ) اس کی، تا کہ تم متقی بن جاؤ (سورہ انعام)

مذکورہ آیت میں اللہ نے تمام لوگوں کو ایک صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم فرمایا، اور مختلف راستوں پر چلنے سے منع فرمایا اور اس کا یہ نقصان بیان فرمایا کہ اس سے صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ (سورة الانفال، رقم الآية ۴۶)

ترجمہ: اور اطاعت کرو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی، اور آپس میں نزاع نہ کرو تم، پس بزدل ہو جاؤ گے تم، اور چلی جائے گی تمہارا ہوا، اور صبر کرو تم، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ انفال)

اس آیت میں پہلے تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر اتفاق کرنے کا حکم دیا گیا، اور اس کے بعد اختلاف سے منع کیا گیا، اور پھر اختلاف کا دنیاوی نقصان ذکر کیا گیا۔

پس تمام مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر جمع ہو جانا چاہیے اور آپس میں نزاع واختلاف نہیں ڈالنا چاہیے، کیونکہ اس سے بزدلی اور کم ہمتی پیدا ہوتی ہے۔

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ. اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۵۹)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں، اور ہو گئے وہ کئی گروہ، نہیں ہے آپ کا ان سے کسی چیز میں تعلق، بس ان کا معاملہ اللہ کی طرف ہے، پھر خبر دار کرے گا اُن کو (اللہ، آخرت میں) اُن چیزوں سے، جو یہ کرتے رہے (سورہ انعام)

Idara Ghufran

مذکورہ آیت سے دین میں تفرقہ بازی پیدا کرنے کی برائی معلوم ہوگئی کہ ایسا فعل کرنے والے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق نہیں اور اس پر اللہ کی ناراضگی آتی ہے۔

سورہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مُنِيبِينَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا. كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (سورة الروم، رقم الآيات ٣١، ٣٢)

ترجمہ: رجوع کرتے ہوئے اُس (اللہ) کی طرف، اور ڈرو تم اس سے، اور قائم کرو تم نماز کو، اور نہ ہو جاؤ تم مشرکین میں سے، اُن میں سے جنہوں نے تفریق پیدا کی اپنے دین میں اور ہو گئے وہ کئی گروہ، ہر جماعت اس چیز کے ساتھ جو اس کے پاس ہے، خوش ہے (سورہ روم)

اس سے معلوم ہوا کہ دین میں تفرقہ بازی ڈالنا، مشرکوں کا طریقہ ہے، اس سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ

(سورة الشورىٰ، رقم الآية ١٣)

ترجمہ: جاری کیا اس (اللہ) نے تمہارے لیے، اس دین کو کہ وصیت کی اس کی نوح کو، جس کی وحی کی ہم نے آپ کی طرف، اور وہ کہ وصیت کی ہم نے ابراہیم، اور موسیٰ اور عیسیٰ کو، اس بات کی کہ قائم کرو تم دین کو، اور نہ تفرقہ ڈالو تم اس میں

(سورہ شوریٰ)

معلوم ہوا کہ دین میں تفرقہ بازی اتنی بری چیز ہے کہ اس سے بچنے کی اللہ نے اپنے کئی جلیل

www.idaraghufran.org

القدر نبیوں کو وصیت کی ہے۔

مذکورہ آیات میں دین کے اندر اپنی ذاتی آراء اور خواہش سے اختلاف وتفرقہ بازی ڈالنا اور اسی طرح ایک دوسرے سے تعصب وعناد کی وجہ سے اختلاف وتفرقہ بازی اختیار کرنا، سب داخل ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا عُمَرُ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ: يَآ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا فَقَالَ: أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتّٰى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ، وَيَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ، أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانَ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢١٦٥، ابواب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ٣٨٧) [2]

ترجمہ: ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ مقام پر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو

---

[1] ولا تتفرقوا فيه باتباع الآراء الأهواء او بالتعصب والعناد فان افتراق امة محمد صلى الله عليه وسلم الى ثلاث وسبعين فرقة انما نشأ باتباع الآراء والأهواء (التفسير المظهرى، ج٨، ص ٣١٢، سورة الشورى)

[2] قال الترمذی:

هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه وقد رواه ابن المبارک، عن محمد بن سوقة، وقد روى هذا الحديث من غير وجه عن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، فإني لا أعلم خلافا بين أصحاب عبد الله بن المبارک فى إقامة هذا الإسناد عنه، ولم يخرجاه وله شاهدان، عن محمد بن سوقة قد يستشهد بمثلهما فى مثل هذه المواضع، أما الشاهد الأول.

میں تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے نائب) کی حیثیت سے موجود ہوں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے صحابہ کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہوں، پھر جو لوگ ان سے ملے ہوئے ہیں، پھر جو لوگ ان سے ملے ہوئے ہیں، پھر اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا، یہاں تک کہ آدمی قسم کھائے گا، حالانکہ اس سے قسم طلب نہیں کی جائے گی اور گواہی دینے والا گواہی دے گا، حالانکہ اس سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی، خبردار ہو جاؤ جو کوئی آدمی بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے، تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے، تم جماعت کے ساتھ چمٹے رہو اور اپنے آپ کو تفرقے بازی سے بچاؤ، کیونکہ شیطان دراصل تنہاء کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو لوگوں سے دور ہوتا ہے، جو شخص جنت کے رزق کو چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑ لے (ترمذی، حاکم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢١٦٦، ابواب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٤٥٧٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے (ترمذی، ابنِ حبان)

اللہ کا ہاتھ ہونے سے مراد، اللہ کی مدد و نصرت اور رحمت ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الترمذی:
هذا حديث حسن غريب لا نعرفه من حديث ابن عباس إلا من هذا الوجه.
و قال شعيب الارنؤوط:
اسناده صحيح (حاشية صحيح ابن حبان)

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۷۵۸، كتاب السنة، باب فى قتل الخوارج، المكتبة العصرية، بيروت) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جماعت میں ایک بالشت بھی تفریق پیدا کی، تو اس نے اسلام کے ذمہ کو اپنی گردن سے نکال دیا (ابوداود، مسند احمد)

ان احادیث میں جماعت کو لازم پکڑنے کی تاکید کی گئی ہے، اور جماعت سے الگ ہونے پر وعید سنائی گئی ہے۔

جماعت سے مراد اہلِ سنت ہیں، جس کی سب سے پہلی مصداق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے، اور جماعت سے نکلنے کی وعید میں اجماعِ امت سے نکلنا بھی داخل ہے، اور اس وعید میں سنت کو چھوڑنا اور بدعت کو اختیار کرنا بھی داخل ہے۔ ۲

---

۱ قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابى داؤد)
و قال ايضاً: صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة خالد بن وهبان (حاشية مسند احمد)

۲ (وعن أبى ذر قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم: (من فارق الجماعة شبرا) أى: ولو ساعة، أو ولو فى قليل من الأحكام. قال الأبهرى: مفارقة الجماعة ترک السنة واتباع البدعة اهـ. والظاهر أن مفارقة الجماعة متاركة إجماعهم، ويؤيده قوله: (فقد خلع) أى: نزع (ربقة الإسلام) أى: ذمته (من عنقه): إلا أن يحمل الإسلام على كماله، أو المراد المبالغة فى التخويف والتنفير عن هذه المفارقة والمخالفة للإعلام بأن المداومة على ذلک تؤدى إلى الخلع الحقيقى. قال الطيبى: الربقة: عروة فى حبل تجعل فى عنق البهيمة أو يدها تمسكها، فاستعيرت لانقياد الرجل واستسلامه لأحكام الشرع وخلعها ارتداده وخروجه عن طاعة الله وطاعة رسوله (مرقاة المفاتيح، ج ا ص ۲۶۹، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

قال أبو شامة: حيث جاء الأمر بلزوم الجماعة فالمراد به لزوم الحق وإتباعه وإن كان المتمسک به قليلا والمخالف كثيرا أى الحق هو ما كان عليه الصحابة الأول من الصحب ولا نظر لكثرة أهل الباطل بعدهم قال البيهقى: إذا فسدت الجماعة فعليک بما كانوا عليه من قبل وإن كنت وحدک فإنک أنت الجماعة حينئذ (فيض القدير شرح الجامع الصغير، حرف السين، تحت رقم الحديث ۴۶۷۲)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

باہمی مصالحت واخوتِ ایمانی کا حکم

قرآن وسنت میں تمام مسلمانوں کو آپس میں اخوتِ ایمانی اور مصالحت کو اختیار کرنے کا حکم بھی آیا ہے۔

اور قرآن وسنت میں آپس میں بھائی چارگی اختیار کرنے اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کرانے اور جھگڑا ونزاع ختم کرانے کی بھی بڑی فضیلت وتاکید آئی ہے۔

اس سلسلہ میں چند آیات اور احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن مجید کی سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (سورة الانفال، رقم الآية ١)

ترجمہ: پس ڈرو تم اللہ سے، اور اصلاح کرو تم اپنے آپس کے درمیان (سورہ انفال)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو تقوے کے ساتھ ساتھ آپس میں مصالحت پیدا کرنے کا بھی حکم ہے۔

سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها في النار إلا واحدة قيل :من يا رسول الله؟ قال: الجماعة) وفي لفظ :(من كان على ما أنا عليه وأصحابي) فقوله :(من كان على ما أنا عليه وأصحابي) يدل على اتباع السنة، واتباع ما كان عليه الرسول صلى الله عليه وسلم، ووصفهم بأنهم جماعة ثم كونه يقول :إنهم أهل سنة وإنهم ليسوا جماعة هذا كلام غير صحيح؛ لأن أهل السنة هم الجماعة، والجماعة وأهل السنة والطائفة المنصورة والفرقة الناجية؛ كل هذه الصفات لفرقة واحدة، وهم من هم على ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، وكونه يصير هناك شيء من الاختلاف والتنافر لأمور دنيوية أو لأمور أخرى هذا لا يؤثر على الاتفاق في العقيدة وعلى ما كان عليه سلف الأمة، فإذا وجد شيء من ذلك لا يقال :إن هذا يقتضي أن يفرق بين السنة والجماعة، وأن السنة شيء والجماعة شيء ، بل أهل السنة هم الجماعة، والجماعة هم أهل السنة، وعقائد أهل السنة فيها ذكر السنة والجماعة معاً فلا يقال :إن هذا شيء وهذا شيء آخر .معنى المنهج وضابطه الصحيح(شرح سنن ابی داؤد لعبدالمحسن العباد، ج١٣ ص ٢٨٢،تحت عنوان الجماعات الاسلامية)

Idara Ghufran

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ.

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسٰى أَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ، وَلَا تَلْمِزُوْا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ.

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ .

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (سورة الحجرات،رقم الآيات ۹ الیٰ ۱۳)

ترجمہ: اور اگر دو گروہ مؤمنوں کے باہم قتل وقتال کریں تو صلح کرادو تم ان کے درمیان، پھر اگر زیادتی کرے ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر، تو قتال کرو تم اس (گروہ) سے، جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ رجوع کرے، وہ اللہ کے حکم (یعنی حق اور امن) کی طرف، پھر اگر وہ رجوع کرلے تو صلح کرادو تم ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اور تم (صلح کرانے میں) انصاف کرو، بے

شک اللہ محبت رکھتا ہے، انصاف کرنے والوں سے۔

بس تمام مومنین بھائی بھائی ہیں، تو صلح کرادو اپنے بھائیوں کے درمیان اور ڈرو تم اللہ سے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اے ایمان والو! تمسخر نہ کرے کوئی قوم کسی قوم سے، ممکن ہے کہ وہ (جن سے کہ تمسخر کیا جارہا ہے) بہتر ہوں ان (تمسخر کرنے والوں) سے اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ (عورتیں کہ جن کا تمسخر کیا جارہا ہے) بہتر ہوں، ان سے (جو کہ تمسخر کرنے والی ہیں) اور نہ عیب لگاؤ اپنے (مومن بھائی) کو اور نہ پکارو ایک دوسرے کو بُرے القاب سے، بہت برا ہے گناہ کا نام رکھنا ایمان کے بعد اور جو توبہ نہیں کرے گا، تو یہی لوگ ظالم ہوں گے۔

اے ایمان والو! بچو تم بہت سے گمان قائم کرنے سے، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، اور تجسس نہ کرو تم، اور غیبت نہ کریں تم میں سے بعض بعض کی، کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی اس بات کو کہ وہ کھائے گوشت کو اپنے مُردہ بھائی کے، پس ناپسند کرتے ہو تم اس کو، اور ڈرو تم اللہ سے، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، رحیم ہے۔

اے لوگو! پیدا کیا ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے اور بنایا ہم نے تم کو مختلف خاندان اور قبیلے، تاکہ پہچان ہو تمہیں آپس میں، بے شک تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا، خوب خبر رکھنے والا ہے (سورہ حجرات)

سورہ حجرات کی مذکورہ آیات میں پہلے تو اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، اور آپس میں تمام مسلمانوں کو مصالحت اور تقوے کو اختیار کرنے کا حکم دے کر رحم کیے جانے کا ذکر فرمایا، اور تمام مومنوں کے بھائی ہونے اور ان میں مصالحت کرانے کا یہ حکم

تمام مسلمانوں اور تمام اسلامی فرقوں کو شامل ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں چند بداخلاقیوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں ایک بداخلاقی ایک دوسرے کا تمسخر اور مذاق اڑانا ہے، اور دوسری بداخلاقی ایک دوسرے کی عیب جوئی وعیب گوئی ہے، اور تیسری بداخلاقی ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارنا ہے۔

اور اس طرح کی بداخلاقیوں کے مرتکب لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توبہ نہ کرنے کی صورت میں ظالم قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ گناہ ہیں، جن سے توبہ ضروری ہے۔

اس کے بعد مومنوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بدگمانی سے منع کیا گیا ہے، اور بدگمانی کو گناہ قرار دیا گیا ہے، اور پھر ایک دوسرے کا تجسس کرنے اور ٹوہ لگانے سے منع کیا گیا ہے، اور پھر ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے ایک خاص انداز میں منع کیا گیا ہے۔

یہ حقوق مسلمانوں کے اخوتِ ایمانی ودینی کے اعتبار سے سب میں مشترک ہیں، اور یہ حقوق، تمام مسلمانوں کے لیے ہیں، خواہ وہ اپنے قبیلے، اپنے خاندان، اپنے علاقے، اپنی زبان، سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی اور سے۔

مذکورہ آیات میں مسلمانوں کے بنیادی اور اہم حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔

احادیث میں مسلمانوں کے حقوق کی مزید تفصیل آئی ہے، جن میں سے کچھ کا ذکر آگے آتا ہے۔ [1]

---

[1] قوله تعالى ":إنما المؤمنون إخوة "أى فى الدين والحرمة لا فى النسب، ولهذا قيل :أخوة الدين أثبت من أخوة النسب، فإن أخوة النسب تنقطع بمخالفة الدين،وأخوة الدين لا تنقطع بمخالفة النسب .وفى الصحيحين عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:) لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تناجشوا و كونوا عباد الله إخوانا (.1وفى رواية:) لا تحاسدوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا ولا يبع بعضكم على بيع بعض و كونوا عباد الله إخوانا، المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره، التقوى ها هنا -ويشير إلى صدره ثلاث مرات -بحسب امرء من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه (لفظ مسلم .وفى غير الصحيحين عن أبى هريرة قال النبى صلى الله عليه وسلم:) المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يعيبه ولا يخذله ولا يتطاول عليه فى البنيان فيستر عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ:رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۱۲۴۰، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، اور مریض کی عیادت کرنا، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الريح إلا بإذنه ولا يؤذيه بقتار قدره إلا أن يغرف له غرفة ولا يشترى لبنيه الفاكهة فيخرجون بها إلى صبيان جاره ولا يطعمونهم منها (.ثم قال النبى صلى الله عليه وسلم :) احفظوا ولا يحفظ منكم إلا قليل (.الثانية -قوله تعالى ":فأصلحوا بين أخويكم "أى بين كل مسلمين تخاصما(تفسير القرطبى، ج۱۶،ص۳۲۳،سورة الحجرات)

إنما المؤمنون إخوة من حيث إنهم منتسبون إلى أصل واحد وهو الإيمان الموجب للحياة الأبدية، وهو تعليل وتقرير للأمر بالإصلاح ولذلك كرره مرتبا عليه بالفاء فقال :فأصلحوا بين أخويكم ووضع الظاهر موضع الضمير مضافا إلى المأمورين للمبالغة فى التقرير والتخصيص، وخص الإثنين بالذكر لأنهما أقل من يقع بينهم الشقاق(تفسير البيضاوى، ج۵،ص۱۳۵ ،سورة الحجرات)

وقوله تعالى :إنما المؤمنون إخوة أى الجميع إخوة فى الدين، كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه وفى الصحيح والله فى عون العبد ما كان العبد فى عون أخيه وفى الصحيح أيضا إذا دعا المسلم لأخيه بظهر الغيب قال الملك آمين ولك مثله والأحاديث فى هذا كثيرة، وفى الصحيح مثل المؤمنين فى توادهم وتراحمهم وتواصلهم كمثل الجسد الواحد، إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر وفى الصحيح أيضا المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وشبك بين أصابعه صلى الله عليه وسلم.

وقال أحمد:حدثنا أحمد بن الحجاج، حدثنا عبد الله، أخبرنا مصعب بن ثابت حدثنى أبو حازم قال : سمعت سهل بن سعد الساعدى رضى الله عنه يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن المؤمن من أهل الإيمان بمنزلة الرأس من الجسد، يألم المؤمن لأهل الإيمان كما يألم الجسد لما فى الرأس تفرد به أحمد ولا بأس بإسناده، وقوله تعالى :فأصلحوا بين أخويكم يعنى الفئتين المقتتلتين واتقوا الله أى فى جميع أموركم لعلكم ترحمون وهذا تحقيق منه تعالى للرحمة لمن اتقاه(تفسير ابن كثير، ج۷،ص۳۲۱،سورة الحجرات)

جنازوں کے پیچھے چلنا، اور دعوت قبول کرنا، اور چھینکنے والے کو (چھینک کا) جواب دینا (بخاری)

چھینک کا جواب ''یَرْحَمُکَ اللّٰہُ'' وغیرہ الفاظ میں دینے کا حکم ہے، جب چھینکنے والا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ: مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: إِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتْبِعْهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۸۸۴۵، مسلم، رقم الحديث ۲۱۶۲ "۵" كتاب الآداب)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ اس سے ملیں، تو اسے سلام کریں، اور جب وہ آپ کی دعوت کرے، تو اس کی دعوت قبول کریں (جبکہ قبول کرنے میں کوئی معقول عذر نہ ہو) اور جب وہ آپ سے خیر خواہی طلب کرے، تو آپ اس کی خیر خواہی کریں، اور جب وہ چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے، تو آپ اُس کو دعا دیں (یعنی یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہیں) اور جب وہ بیمار ہو جائے، تو آپ اس کی عیادت کریں، اور جب وہ فوت ہو جائے، تو آپ اس کے (جنازہ کے) پیچھے چلیں (مسند احمد، مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ مِنَ الْمَعْرُوْفِ سِتٌّ: يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَيَعُوْدُهُ

www.idaraghufran.org

إِذَا مَرِضَ، وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيَشْهَدُهُ إِذَا تُوُفِّيَ، وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ، وَيَنْصَحُ لَهُ بِالْغَيْبِ(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٦٧٣) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر اچھے کاموں میں سے چھ حقوق ہیں، جب ملاقات ہو، تو سلام کرے، جب چھینکے، تو جواب دے، جب بیمار ہو، تو عیادت کرے، جب دعوت دے، تو قبول کرے، جب فوت ہو جائے، تو جنازے میں شرکت کرے، اپنے لیے جو پسند کرتا ہے، اس کے لئے بھی وہی پسند کرے، اور اس کی غیر موجودگی میں اس کا خیر خواہ رہے (مسند احمد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَصْرِ الضَّعِيفِ وَعَوْنِ الْمَظْلُومِ وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٢٣٥، كتاب الاستئذان، باب افشاء السلام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات کاموں کا حکم فرمایا، مریض کی عیادت کرنے کا، اور جنازوں کے پیچھے چلنے کا، اور چھینکنے والے کو جواب دینے کا، اور کمزور کی مدد کرنے کا، اور مظلوم کی حمایت کرنے کا، اور سلام کو پھیلانے کا، اور قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے کا (بخاری)

بعض روایات میں پانچ، بعض میں چھ اور بعض میں سات حقوق، اس لیے بیان کیے گئے کہ حسبِ ضرورت کسی جگہ اختصار سے مقصد حاصل ہو جاتا تھا، کسی جگہ کسی خاص پہلو کو واضح کرنے اور بتانے کی ضرورت تھی، ورنہ یہ تمام حقوق ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، جن

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف الحارث الأعور (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

سب سے مسلمانوں کے باہمی اخوت اور بھائی چارہ والے رشتے کو نباہنے کا طریقہ بتلانا مقصود ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ:اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ .

وَيَقُوْلُ:وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا تَوَادَّ اِثْنَانِ فَفُرِّقَ بَيْنَهُمَا، إِلَّا بِذَنْبٍ يُحْدِثُهُ أَحَدُهُمَا.

وَكَانَ يَقُوْلُ:لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ عَلٰى أَخِيْهِ مِنَ الْمَعْرُوْفِ سِتٌّ:يُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَيَعُوْدُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيَنْصَحُهُ إِذَا غَابَ، وَيَشْهَدُهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُجِيْبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيَتْبَعُهُ إِذَا مَاتَ.

وَنَهٰى عَنْ هِجْرَةِ الْمُسْلِمِ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۵۳۵۷) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے رسوا کرتا ہے، اور فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، جو دو آدمی بھی آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں اور ان دونوں کے درمیان جدائی ہو جائے، تو وہ یقیناً ان میں سے کسی ایک کے گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ہوگی، اور فرمایا کہ ایک مسلمان آدمی پر اپنے بھائی کے چھ حقوق ہیں، چھینک آنے پر اس کا جواب دے، بیمار ہونے پر اس کی عیادت کرے، اس کی غیر موجودگی میں خیر خواہی کرے، ملاقات ہونے پر اسے سلام کرے، دعوت دینے پر قبول کرے، اور فوت ہو جانے پر اس

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، ولهذا إسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کے جنازے میں شرکت کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی رکھنے سے منع فرمایا ہے (مسند احمد)

مذکورہ احادیث وروایات میں مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق بیان کیے گئے ہیں، وہ ایسے ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے آپس میں اخوتِ ایمانی برقرار رہتی ہے، اور باہمی بغض و عداوت سے حفاظت رہتی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُوْنَ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ، إِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ، اِشْتَكٰى كُلُّهٗ، وَإِنِ اشْتَكٰى، رَأْسُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ

(مسلم، رقم الحديث ٦٧ ''٢٥٨٦'' ١٢، كتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مسلمان شخصِ واحد کی طرح ہیں، اگر اُس (جسمِ واحد) کی آنکھ میں تکلیف ہو، تو اس پورے (جسم) کو تکلیف ہوتی ہے، اور اگر اس (جسمِ واحد) کے سر میں تکلیف ہو، تو اس پورے (جسم) کو تکلیف ہوتی ہے (مسلم)

معلوم ہوا کہ تمام مسلمان آپس میں اسی طرح سے بھائی ہیں کہ گویا کہ وہ ایک جسم کی طرح ہیں، خواہ وہ کسی رنگ ونسل اور قبیلہ وعلاقہ اور مسلک ومشرب سے تعلق رکھتے ہوں، اس لئے سب مسلمانوں کو ایک دوسرے کی تکلیف اور دکھ درد کا احساس کرنا چاہئے، آپس کی نااتفاقی سے بچنا چاہئے، اور ایک دوسرے کی ہمدردی اور خیر خواہی کرنی چاہیے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصَّلَاةِ، وَالصِّيَامِ، وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوْا: بَلٰى قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ

www.idaraghufran.org

الْبَيْنِ قَالَ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۷۵۰۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نماز، اور روزہ اور صدقہ سے افضل درجہ کی چیز کی خبر نہ دے دوں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ بے شک! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرادینا (یہ عمل نماز، روزہ اور صدقہ سے افضل ہے) اور لوگوں کے درمیان فساد پھیلانا (دین کو) مونڈنے والی (یعنی دین اور نیکیوں کا صفایا کرنے والی) چیز ہے (مسند احمد)

صلح کرادینے میں اجتہادی وفقہی مسائل میں تشدد وتعصب کو ختم کرادینا بھی داخل ہے، اور فساد پھیلانے میں اجتہادی وفقہی مسائل میں تشدد وتعصب کو پھیلا دینا اور ہوا دینا اور اس کو حق وباطل کا اختلاف قرار دینا بھی داخل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۳۱، ج۱۳ ص۲۰) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ، لوگوں کے درمیان صلح کرادینا ہے (طبرانی)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال المنذری: رواه الطبرانی والبزار وفی إسناده عبد الرحمن بن زياد بن أنعم وحديثه هذا حسن لحديث أبی الدرداء المتقدم (الترغيب والترهيب، ج۳ ص۳۲۱، تحت رقم الحديث ۴۲۵۹، كتاب الادب)

وقال البوصيری: قلت: مدار الإسناد على الأفريقی وهو ضعيف. لكن له شاهد من حديث أبی الدرداء (اتحاف الخيرة المهرة، ج۶ ص۲۶، تحت رقم الحديث ۵۳۵۱ ”۲“، باب فی الإصلاح بين الناس)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى صَدَقَةٍ يُحِبُّ اللّٰهُ مَوْضَعَهَا؟ قَالَ : قُلْتُ : بَلٰى بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ . قَالَ : تُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ يُحِبُّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَوْضَعَهَا (الترغيب و الترهيب للاصبهانی، رقم الحديث ۱۸۰، باب فی الترغيب فی الإصلاح بين الناس) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسے صدقہ کے بارے میں نہ بتاؤں کہ اللہ جس کے مقام کو پسند فرماتا ہے؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بے شک! میرے والدین آپ پر قربان ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کے درمیان صلح کرادو، تو یہ ایسا صدقہ ہے کہ جس کے مقام کو اللہ پسند فرماتا ہے (ترغیب وترہیب)

صلح کرانے میں باہمی بغض وعداوت اور بے جا منافرت اور تعصب وتشدد کو ختم کرا دینا بھی داخل ہے۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوْا : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ . قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ (الترغيب و الترهيب للاصبهانی، رقم الحديث ۱۸۳، باب فی الترغيب فی الإصلاح بين الناس) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دے دوں، جو تمہارے لیے کثرت سے نماز پڑھنے اور صدقہ کرنے سے بہتر ہے، صحابہؓ

---

[1] قال الالبانی: الحديث عندی يرتقی إلی مرتبة الحسن علی الأقل، بمجموع هذه الطرق، لاسيما وفيها ذلک المرسل الصحيح .والله أعلم(سلسلة الأحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث ۲۶۳۴)

[2] قال الالبانی: رجاله كلهم ثقات رجال مسلم غير إسحاق بن إسماعيل -وهو الطالقانی -وهو ثقة، فهو إسناد صحيح، ولكنه مرسل (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۶۳۴)

www.idaraghufran.org

کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ضرور خبر دیجئے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان (بغض وعداوت اور تعصُّب ختم کرا کر) صلح کرادینا (ترغیب وترہیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ شَيْئًا أَفْضَلَ مِنَ الصَّلَاةِ ، وَصَلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَخُلُقٍ حَسَنٍ وَقَالَ لِيْ صَدَقَةٌ(التاريخ الكبير للبخارى، ج ا ص ٦٣، باب المحمدون، تحت ترجمة محمد بن حجاج الدمشقي، رقم الترجمة ١٣٩ ،شعب الايمان، باب فى الإصلاح بين الناس إذا مرجوا وفسدت ذات بينهم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابنِ آدم کا کوئی عمل بھی نماز اور لوگوں کے درمیان (بغض وعداوت اور تعصُّب ختم کرا کر) صلح کرانے اور اچھے اخلاق سے افضل نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ یہ (صلح کرانے کا عمل انسان کی طرف سے) صدقہ (کا درجہ رکھتا) ہے (تاریخ کبیر للبخاری، شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِيْ أَيُّوبَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى تِجَارَةٍ؟ قَالَ: بَلٰى، قَالَ: صِلْ بَيْنَ النَّاسِ إِذَا تَفَاسَدُوْا، وَقَرِّبْ بَيْنَهُمْ إِذَا تَبَاعَدُوْا(كشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٢٠٦٠) [2]

---

[1] قال الالبانى: فالإسناد حسن إن شاء الله تعالى وكأنه لذلك رمز السيوطى لحسنه كما فى "الفيض ."وقد أشار البخارى إلى أن له شاهدا من حديث أبى الدرداء عن النبى صلى الله عليه وسلم، ساق إسناده إلى الأعمش عن عمرو عن سالم عن أم الدرداء عنه .وهذا إسناد صحيح رجاله كلهم ثقات، وسالم هو ابن أبى الجعد، وعمرو هو ابن دينار(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٤٤٨)

[2] قال الالبانى:حسن لغيره (صحيح الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٢٨١٨)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں عظیم تجارت نہ بتادوں؟ انہوں نے عرض کیا کہ بے شک (ضرور بتلایئے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگوں کے درمیان فساد (یعنی اختلاف وانتشار اور کشیدگی) پیدا ہو، تو آپ اُن میں ملاپ کروادیں، اور جب اُن کے درمیان دُوری پیدا ہو، تو آپ اُن میں قُربت (ونزدیکی) پیدا کرادیں (بزار)

مذکورہ احادیث سے مسلمانوں کے درمیان بغض و عداوت اور تنازعہ و جھگڑا ختم کراکر مصالحت کرادینے کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی، جس میں بے جا تعصب و تحزّب اور تشدد کی وجہ سے پیدا ہونے والی منافرت اور بغض وعداوت یا غلط فہمیوں کو دور کرادینا بھی داخل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا

(صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٠٦٦، كتاب الادب، باب: يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، اور تم ایک دوسرے کی باتیں (چھپ کر) نہ سنو، اور تم ایک دوسرے (کے عیبوں) کا تجسس نہ کرو، اور (خرید وفروخت وغیرہ کے معاملات میں) ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو، اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، اور ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو (یعنی اعراض نہ کرو) اور تم اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہوجاؤ (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو آپس میں بغض رکھنا منع ہے، خواہ یہ بغض نفسانی خواہشات

کی بنیاد پر ہو، یا اہلِ حق کے باہمی اجتہادی اختلاف کے فرق کی بنیاد پر ہو، اور اس کے مقابلہ میں تمام مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان ہونے کے، بھائی بھائی ہونے کا حکم ہے۔ ۱؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَخُوْنُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ١٩٢٧، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی شفقة المسلم على المسلم) ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے، نہ

۱؎ (ولا تحاسدوا) أی :لا يتمنى بعضكم زوال نعمة بعض سواء أرادها لنفسه أو لا .قال تعالى : (ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم على بعض) إلى أن قال " :(واسألوا الله من فضله)"أی مثل تلك النعمة أو أمثل منها، وهذا الحسد المحمود المسمى بالغبطة، كما تقدم فی حديث "لا حسد إلا فی اثنتين "الحديث .(ولا تباغضوا) أی :لا تختلفوا فی الأهواء والمذاهب ;لأن البدعة فی الدين والضلال عن الطريق المستقيم يوجب البغض كذا قيل، والأظهر أن النهی عن التباغض تأكيد للأمر بالتحابب مطلقا إلا ما يختل به الدين، فإنه لا يجوز حينئذ التحابب، ويجوز التباغض لأن غرض الشارع اجتماع كلمة الأمة لقوله تعالى :(واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا) ولا شك أن التحابب سبب الاجتماع والتباغض موجب الافتراق، فالمعنى لا يبغض بعضكم بعضا.

وقال بعض المحققين :أی لا تشتغلوا بأسباب العداوة إذ العداوة والمحبة مما لا اختيار فيه، فإن البغض من نفار النفس عما يرغب عنه، وأوله الكراهة، وأوسطه النفرة، وآخره العداوة، كما أن الحب من انجذاب النفس إلى ما يرغب فيه، ومبدؤه الميل، ثم الإرادة، ثم المودة وهما من غرائز الطبع والله أعلم .وقيل :لا توقعوا العداوة بين المسلمين، فيكون نهيا عن النميمة لما فيه من تأسيس الفساد، وهذا إذا لم يكن لمصلحة، فإذا دعت كما لو أخبر أن إنسانا يريد الفتك به، أو بأهله أو بماله، فلا منع، بل قد يكون واجبا .(ولا تدابروا) : بحذف إحدى التاء ين فيه، وفيما قبله من الأفعال الخمسة، ويجوز تشديد التاء وصلا كما قرأ به البزی راوی ابن كثير من نحو :لا تيمموا أی :لا تقاطعوا، ولا تولوا ظهوركم عن إخوانكم، ولا تعرضوا عنهم مأخوذ من الدبر، لأن كلا من المتقاطعين يولی دبره صاحبه وقيل معناه لا تغتابوا(مرقاة المفاتيح، ج٨ص ٣١٣٨، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات)

۲؎ قال الترمذی:هذا حديث حسن غريب وفی الباب عن علی، وأبی أيوب.

تو وہ اس کے ساتھ خیانت کرے، اور نہ اس کے ساتھ جھوٹ بولے، اور نہ اس کی تحقیر (وتذلیل) کرے، ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان پر عزت اور مال اور خون (یعنی قتل) حرام ہے، تقویٰ یہاں (یعنی دل میں) ہوتا ہے، آدمی کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر (وتذلیل) کرے (ترمذی)

مذکورہ حدیث میں بھی ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا گیا ہے، جس میں کسی مسلک ومشرب کی قید نہیں لگائی گئی، اور دوسرے مسلمان کی تحقیر وتذلیل سے منع کیا گیا ہے، اور جب عام مسلمان کی تحقیر وتذلیل جائز نہیں، تو کسی مجتہد وفقیہ یا اس کے متبع کی تحقیر وتذلیل کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

دوسری کئی احادیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے، بلکہ بعض احادیث میں کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلقات کی بھی ممانعت آئی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٠٦٥، كتاب الادب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہ رکھو، اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، اور نہ ایک دوسرے سے اعراض کرو، اور تم اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ، اور مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی رکھے (بخاری)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَّهْجُرَ

IdaraGhufran

أَخَـاهُ فَوْقَ ثَـلَاثِ لَيَـالٍ، يَلْتَقِيَـانِ:فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ (صحيح البخارى،رقم الحديث ٦٠٧٧، كتاب الادب، باب الهجرة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ اس حال میں چھوڑے رکھے، کہ وہ دونوں ملاقات کریں، مگر یہ اُس سے اعراض کرے، اور وہ اِس سے اعراض کرے، اور ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے، جو سلام کی ابتداء کرے (بخاری)

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَإِنْ كَانَ تَصَارَمَا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَإِنَّهُمَا نَاكِبَانِ عَنِ الْحَقِّ مَا دَامَا عَلٰى صُرَامِهِمَا، وَأَوَّلُهُمَا فَيْئًا فَسَبْقُهُ بِالْفَيْءِ، كَفَّارَتُهُ فَإِنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، وَرَدَّ عَلَيْهِ سَلَامَهُ رَدَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ، وَرَدَّ عَلَى الْآخَرِ الشَّيْطَانُ، فَإِنْ مَاتَا عَلٰى صُرَامِهِمَا لَمْ يَجْتَمِعَا فِي الْجَنَّةِ أَبَدًا (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٢٥٧) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے ساتھ تین راتوں سے زیادہ تک قطع تعلقی کئے رکھے، پھر اگر وہ دونوں تین راتوں سے زیادہ قطع تعلقی پر قائم رہیں، تو وہ دونوں حق سے ہٹنے والے شمار ہوتے ہیں، جب تک کہ وہ قطع تعلقی کی حالت پر قائم رہیں، اور ان دونوں میں سے قطع تعلقی کو پہلے ختم کرنے والا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير صحابيه فلم يخرج له سوى البخارى فى "الأدب المفرد "ومسلم، وأصحاب السنن -يزيد الرشك :هو يزيد بن أبي يزيد الضُّبَعي(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

(دراصل) قطع تعلقی کو ختم کر کے اس کا کفارہ کرنے والا ہے، پھر اگر یہ شخص دوسرے کو سلام کر لیتا ہے، اور دوسرا اس کے سلام کا جواب نہیں دیتا، اور اس کے سلام کو رد کر دیتا ہے، تو اس کے سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں، اور دوسرے کو (اس کے فعل سے خوش ہونے کی وجہ سے) شیطان جواب دیتا ہے، پھر اگر یہ (دونوں) قطع تعلقی کی حالت میں ہی فوت ہو جائیں، تو جنت میں کبھی بھی جمع نہیں ہوں گے (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيْهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا (مسلم، رقم الحديث ٢٥٦٥ "٣٥"، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب النهى عن الشحناء والتهاجر).

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں، پھر ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے، جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا، مگر اس آدمی کی مغفرت نہیں کی جاتی کہ اس کے اور اس کے (مسلمان) بھائی کے درمیان عداوت ہو، جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رکھو، یہاں تک کہ یہ صلح کر لیں، ان دونوں کو چھوڑے رکھو، یہاں تک کہ یہ صلح کر لیں، ان دونوں کو چھوڑے رکھو، یہاں تک کہ یہ صلح کر لیں (مسلم)

مذکورہ احادیث و روایات سے مسلمانوں کو آپس میں عداوت رکھنے اور اس کی بناء پر تین دن

سے زیادہ تعلق ترک کردینے کی برائی معلوم ہوئی۔

البتہ اگر دوسرے سے اپنے دین کی حفاظت، یا دوسرے کی اصلاح کے لیے تنبیہ کے طور پر حسبِ ضرورت ترکِ تعلق کرے، اور وہ دین کی خاطر ہو، نفس کی شرارت اور بے جا تعصب و تحزب کی بناء پر نہ ہو، تو الگ بات ہے۔ [1]

حضرت ابوبَرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ قَلْبَهٗ لَا تَغْتَابُوْا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ، وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ فِيْ بَيْتِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٧٧٦، ابو داؤد، رقم الحديث ٤٨٨٠) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ان لوگوں کے گروہ جو اپنی

---

[1] وهذا الحديث وإن كان ظاهره العموم فهو عندي مخصوص بحديث كعب بن مالك حيث أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم أصحابه أن يهجروه ولا يكلموه هو وهلال بن أمية ومرارة بن ربيعة لتخلفهم عن غزوة تبوك حتى أنزل الله عز وجل توبتهم وعذرهم فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم (أصحابه) أن يراجعوهم الكلام وفي حديث كعب هذا دليل على أنه جائز أن يهجر المرء أخاه إذا بدت (له) منه بدعة أو فاحشة يرجو أن يكون هجرانه تأديبا له وزجرا عنها والله أعلم(التمهيد،لا بن عبد البر، ج٦،ص١١٧، ١١٨،باب الميم ،محمد بن شهاب الزهري،الحديث الأول لمحمد بن شهاب عن أنس)

وأجمع العلماء على أنه لا يجوز للمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث إلا أن يكون يخاف من مكالمته وصلته ما يفسد عليه دينه أو يولد (به) على نفسه مضرة في دينه أو دنياه فإن كان ذلك فقد رخص له في مجانبته وبعده ورب صرم جميل خير من مخالطة مؤذية (قال الشاعر ...إذا ما تقضى الود إلا تكاشرا ...فهجر جميل للفريقين صالح)(التمهيد،لا بن عبد البر، ج٦،ص١٢٧،باب الميم محمد بن شهاب الزهري،الحديث الأول لمحمد بن شهاب عن أنس)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

وقال المنذري:

رواه أبو داود عن سعيد بن عبد الله بن جريج عنه ورواه أبو يعلى بإسناد حسن من حديث البراء (الترغيب و الترهيب ، ج٣ص ١٦٩، كتاب الحدود وغيرها الترغيب في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر)

www.idaraghufran.org

زبان سے ایمان لا چکا ہے، لیکن ایمان اس کے دل میں داخل نہیں ہوا، تم مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اور ان کے عیبوں کو تلاش نہ کرو، کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیب کو تلاش کرتا ہے، اللہ اس کے عیب کو تلاش فرماتا ہے، اور جس کے عیب کو اللہ تعالیٰ تلاش فرمائے، تو اس کو اللہ اس کے گھر میں ہی رسوا فرما دیتا ہے (مسند احمد، ابوداؤد)

مذکورہ حدیث سے مسلمانوں کی غیبت کرنے اور مسلمانوں کو رسوا کرنے اور ان کے عیوب کی ٹوہ میں لگنے کی برائی معلوم ہوئی۔

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أُكْلَةً فَإِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَكْسُوهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَّرِيَاءٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُومُ بِهِ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سنن أبی داود، رقم الحديث ۴۸۸۱، كتاب الادب، باب فی الغيبة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کا لقمہ کھایا (یعنی غیبت کی) اللہ قیامت کے دن، اسے اس کی طرح جہنم کا لقمہ کھلائے گا، اور جو کسی مسلمان آدمی کی وجہ سے لباس پہنایا گیا (یعنی مسلمان کی توہین کی) اللہ اسے اس کی طرح جہنم کا لباس پہنائے گا، اور جو کسی آدمی کی وجہ سے شہرت کے مقام پر کھڑا ہوا (یعنی اس کی برائی کو پھیلایا) تو اللہ قیامت کے دن اس کو ریا کاری اور شہرت کے مقام پر کھڑا کرے گا (جس سے اس کی ذلت ہوگی) (ابوداؤد)

مذکورہ حدیث سے مسلمان کی غیبت کرنے، اور مسلمان کی برائی بیان کرنے اور اس کے

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

عیوب کو نشر کرنے کی مذمت معلوم ہوئی۔ ؎

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

؎ (وعن المستورد) أى: ابن شداد يقال: إنه كان غلاما يوم قبض النبى صلى الله عليه وسلم، ولكنه سمع منه وروى عنه جماعة (عن النبى – صلى الله عليه وسلم – قال: من أكل برجل مسلم) أى: بسبب غيبته أو قذفه أو وقوعه فى عرضه أو بتعرضه له بالأذية عند من يعاديه (أكلة) بضم أى لقمة وفى نسخة بالفتح أى مرة من الأكل .

(فإن الله تعالى يطعمه مثلها) أى: قليلا أو كثيرا (من جهنم) أى: من نارها أو من عذابها (ومن كسا): بصيغة الفاعل أى ألبس شخصا (ثوبا برجل مسلم) أى: بسبب إهانته، وفى نسخة بصيغة المفعول، وهو المناسب للقرينة السابقة، وقيل: معنى الأول كسا نفسه ثوبا .ومعنى الثانى اكتسى ثوبا فصار مآلهما واحدا .وفى النهاية: معناه الرجل يكون صديقا ثم يذهب إلى عدوه فيتكلم فيه بغير الجميل ليجيزه عليه بجائزة فلا يبارك الله له فيها .قال الطيبى: فعلى هذا فالباء فى برجل للسببية، والجائزة عامة فى المطعوم والملبوس، وعليه كلام أكثر الشارحين) .فإن الله يكسوه مثله من جهنم، ومن قام برجل) : الباء للتعدية والمراد بالرجل نفسه أو غيره (مقام سمعة ورياء، فإن الله يقوم) أى: منتصرا ومنتقما (له) أى: لأجل إفضاح القائم به (مقام سمعة ورياء يوم القيامة) .وهو كناية عن إفضاحه إياه الناشء عن مقت الله، وقد جاء فى رواية الطبرانى، عن عبد الله الخزاعى مرفوعا: " من قام مقام رياء وسمعة، فإنه فى مقت الله حتى يجلس ."

قال التوربشتى أى: من قام ينسبه إلى ذلك ويشهره به فيما بين الناس فضحه الله وشهره بذلك على رئوس الأشهاد يوم القيامة، وعذبه عذاب المرائين .وقال المظهر: الباء فى (برجل) يحتمل أن تكون للتعدية وللسببية، فإن كانت للتعدية يكون معناه من أقام رجلا مقام سمعة ورياء يعنى من أظهر رجلا بالصلاح والتقوى ليعتقد الناس فيه اعتقادا حسنا، ويعزونه ويخدمونه، ويجعله حبالا ومصيدة، كما يرى فى زماننا لينال بسببه المال والجاه، فإن الله يقوم له مقام سمعة ورياء بأن يأمر ملائكته بأن يفعلوا معه مثل فعله، ويظهروا أنه كذاب، وإن كانت للسببية، فمعناه أن من قام وأظهر من نفسه الصلاح والتقوى لأجل أن يعتقد فيه رجل عظيم القدر كثير المال ليحصل له مال وجاه، كما يقول الناس فى العرف: هذا زاهد الأمير.

قال الطيبى: ومعنى الكناية عن التهديد فى قوله: فإن الله يقوم له كما فى قوله تعالى:(سنفرغ لكم أيها الثقلان)الكشاف: سنفرغ مستعار من قول الرجل لمن يهدده سأفرغ لك أى سأتجرد للإيقاع بك من كل ما يشغلنى عنه حتى لا يكون لى شغل سواه، والمراد التوفر على النكاية فيه والانتقام منه .وقال الأشرف: معنى السببية لا يستقيم فى قوله: ومن كسا ثوبا برجل مسلم فالباء فيه صلة. قلت: وهذا لا يستقيم أيضا إذ يصير التقدير ومن كسا ثوبا رجلا مسلما وهو فاسد المعنى، فالوجه ما قدمناه كما لا يخفى، ثم رأى الطيبى قال: ولعله أراد أن (كسا) متعد إلى مفعولين، وليس هنا إلا مفعول واحد، فيجب أن يكون برجل ثانى مفعوليه، وفيه نظر لما يؤدى إلى فساد المعنى كما لا يخفى، فالواجب أن يقدر من كسا نفسه ثوبا برجل(مرقاة المفاتيح، ج٨ص ٣١٥٩، كتاب الآداب،باب ما ينهى عنه فى التهاجر والتقاطع واتباع العورات)

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا (سنن الترمذی،رقم الحديث ۱۹۱۹، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبيان) ؎۱

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے (ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا (سنن الترمذی،رقم الحديث ۱۹۲۰، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبيان) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے بڑوں کے مرتبہ کو نہ پہچانے (ترمذی)

اور حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا (مسند احمد، رقم الحديث ۶۷۳۳) ؎۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے بڑے کا حق نہ جانے (مسند احمد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ لَّمْ يُجِلَّ

؎۱ قال الترمذی:

وفی الباب عن عبد الله بن عمرو، وأبی هريرة، وابن عباس، وأبی أمامة: هذا حديث غريب وزربی له أحاديث مناكير عن أنس بن مالک وغيره.

؎۲ قال الترمذی:

حدثنا هناد قال: حدثنا عبدة، عن محمد بن إسحاق، نحوه، إلا أنه قال: ويعرف حق كبيرنا.

؎۳ قال شعيب الارنوؤط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

كَبِيْـرَنَـا، وَيَـرْحَـمْ صَغِيْرَنَا، وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا (مسـنـد احمد، رقم الحديث ٢٢٧٥٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص میری امت میں سے نہیں، جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے عالموں کو نہ پہچانے (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد درج ذیل الفاظ میں مروی ہے کہ:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يُوَقِّرِ الْكَبِيْرَ، وَيَرْحَمِ الصَّغِيْرَ وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٢٩) [2]

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بڑے کی عزت نہ کرے، اور چھوٹے پر رحم نہ کرے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے (مسند احمد)

مذکورہ روایت کے الفاظ سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ دوسرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، اس کی عزت، یا رحم کرنے کے خلاف نہیں۔ [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، دون قوله: " ويعرف لعالمنا "، وإسناد هذا الحديث رجاله ثقات إلا أن أبا قبيل –وهو حيي بن هانء بن ناضر– لم يسمع من عبادة(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف ليث بن أبي سليم (حاشية مسند احمد)

[3] (ليس منا) أي ليس مثلنا (من لم يرحم صغيرنا) لعجزه وبرائته عن قبائح الأعمال وقد يكون صغيرا في المعنى مع تقدم سنه لجهله وغباوته وخرقه وغفلته فيرحم بالتعليم والإرشاد والشفقة (ويوقر كبيرنا) لما خص به من السبق في الوجود وتجربة الأمور (ويأمر بالمعروف وينهى عن المنكر) بحسب وسعه بيده أو بلسانه أو بقلبه بشروطه المعروفة قال تعالى (أنجينا الذين ينهون عن السوء) فجعل النجاة للناهين والهلكة للتاركين(فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ٧٦٩٣)
ليس منا من لم يرحم صغيرنا، ويوقر كبيرنا، ويأمر بالمعروف وينه عن المنكر .(حم ت) عن ابن عباس (ح) ."(ليس منا من لم يرحم صغيرنا، ويوقر كبيرنا ويأمر بالمعروف وينهى عن المنكر) قرن هذين بذينك مشعر بوجوبهما كإيجاب الأخيرين وإن كانت دلالة الاقتران فيها مقال إلا أنه لا كلام في تأكده(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعاني، تحت رقم الحديث ٧٦٧٤)

www.idaraghufran.org

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ. وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ (سورة النحل، رقم الآیة ۱۲۵، ۱۲۶)

ترجمہ: اپنے رب کے راستے (یعنی دین اور اس کے احکام) کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت سے بلائیے اور لوگوں سے احسن (وعمدہ) طریقہ سے بحث کیجئے، بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی خوب جانتا ہے۔ اور اگر بدلہ لو تم، تو بدلہ لو اس کے مثل جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی، اور اگر صبر کرو تم، تو یقیناً وہ بہتر ہے، صبر کرنے والوں کے لیے (سورہ نحل)

مذکورہ آیات میں دین کی دعوت دینے والے کو خاص طور پر حکمت اور احسن طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ دوسرے کی تحقیر وتذلیل کرنا اس کے خلاف ہے۔

اور احادیث میں بھی ان چیزوں کا ذکر آیا ہے، بطورِ خاص نرمی اختیار کرنے کا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الرِّفْقَ لَا یَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ إِلَّا زَانَهٗ، وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ إِلَّا شَانَهٗ (مسلم، رقم الحدیث ۲۵۹۴ "۷۸" کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً نرمی جس چیز میں بھی آتی ہے، تو اُسے زینت والی (اور خوبصورت) بنادیتی ہے، اور نرمی جس چیز سے بھی نکال لی جاتی ہے تو اُسے عیب دار (وبدصورت) بنادیتی ہے (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَ الرِّفْقُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٥٥١، كتاب البر والاحسان، باب الرفق، ذكر الأمر بلزوم الرفق فى الأشياء إذ دوامه عليه زينته فى الدنيا والآخرة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نرمی جس چیز میں بھی آتی ہے، اُسے زینت والی (اور خوبصورت) بنادیتی ہے، اور فُحش و بدگوئی جس چیز میں بھی آجاتی ہے، اُسے عیب دار (و بدصورت) بنادیتی ہے (ابنِ حبان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِيْ عَلٰى مَا سِوَاهُ (مسلم، رقم الحديث ٢٥٩٣ ''٧٧'' كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نرمی اختیار کرنے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا، اور نرمی پر وہ (نعمتیں) عطا فرماتا ہے، جو نہ تو سختی (وتُرشی) پر عطا فرماتا اور نہ ہی نرمی کے علاوہ کسی اور چیز پر عطا فرماتا (مسلم)

نرمی میں نرم بات کرنا بھی داخل ہے، جس کی مذکورہ احادیث میں فضیلت بیان کی گئی ہے، اور اس کے مقابلہ میں سخت گوئی اور فحش کلامی کی برائی بیان کی گئی ہے، جس کے مبلّغ، معلّم، مدرّس، مقرّر، مصنف اور مناظر سب مخاطب ہیں۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ (بخاری، رقم الحدیث ۲۴۵۷، کتاب المظالم و الغصب، باب قول الله تعالى :وهو ألد الخصام)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند وہ آدمی ہے جو بہت جھگڑالو ہو (بخاری)

جھگڑالو شخص کیونکہ سخت طبیعت کا انسان ہوتا ہے، اور رِفق ونرمی کی نعمت سے محروم ہوتا ہے، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

اس میں وہ مقتدا بھی داخل ہیں، جن کی دین کی خدمت کا دائرہ ہی مناظرہ بلکہ مجادلہ کرنے تک محدود ہے، اور وہ رات دن اپنی تحریر وتقریر میں مرغانِ جنگی کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابنِ ہانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ أَبُوْشُرَيْحٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ يُوْجِبُ لِيَ الْجَنَّةَ قَالَ طِيْبُ الْكَلَامِ وَبَذْلُ السَّلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۵۰۴، كتاب البر والاحسان، باب إفشاء السلام وإطعام الطعام) [1]

ترجمہ: حضرت ابوشریح (یعنی حضرت ہانی رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جو میرے لئے جنت واجب کردے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاکیزہ کلام کرنا، اور سلام کو عام کرنا، اور (لوگوں کو) کھانا کھلانا (یہ جنت واجب کرنے والے اعمال ہیں) (ابنِ حبان)

پاکیزہ کلام جس طرح زبان سے ہوتا ہے، اسی طرح قلم سے بھی ہوتا ہے، اور جس طرح عام حالات میں ہوتا ہے، اسی طرح تقریر، تحریر، تصنیف اور تبلیغ کے دوران بھی ہوتا ہے، سب جگہ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد (حاشية ابن حبان)

حکم برابر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ (مسلم، رقم الحديث ۲۵۸۸ ”۶۹“ كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، اور جو بندہ بھی درگزر کرتا ہے، اللہ اس کی عزت کو زیادہ فرماتا ہے، اور جو کوئی بھی اللہ کے لئے تواضع (وعاجزی) کو اختیار کرتا ہے، اللہ اس کو بلند فرماتا ہے (مسلم)

اس سے درگزر کرنے کی بھی فضیلت معلوم ہوئی۔

تعصب سے بچنے اور حق کا ساتھ دینے کا حکم

قرآن وسنت میں اس بات پر بھی بڑا زور دیا گیا ہے کہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیا جائے، اور کسی جماعت یا مسلک وغیرہ کی بے جا حمایت نہ کی جائے، جس میں مسلکی عصبیت بھی داخل ہے، اور اس میں آج بہت ابتلا ہے، جس سے طرح طرح کے فتنے رونما ہو رہے ہیں، اکثر وبیشتر اہلِ علم ومقتدا حضرات کا دین وتحقیق کے میدان میں طرزِ عمل اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلط، بالفاظِ دیگر اپنی دہی کو میٹھی اور دوسرے کی دہی کو کھٹی قرار دینے والا ہے، خواہ دلیل سے دوسرے کی بات حق یا راجح نظر آ رہی ہو۔

اس طرزِ عمل کو اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، جس کے متعلق کچھ آیات واحادیث ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ نسآء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى

www.idaraghufran.org

أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ إِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ أَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى أَنْ تَعْدِلُوْا وَإِنْ تَلْوُوْا أَوْ تُعْرِضُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (سورة النساء، رقم الآية ۱۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہوجاؤ تم قائم کرنے والے انصاف کو، گواہ بنو اللہ کے لئے ، اگرچہ تمہارے خلاف ہو، یا والدین کے، اور اقرباء کے، اگر ہے، وہ غنی یا فقیر، تو اللہ ان دونوں کے مقابلہ میں اولیٰ (ومقدم) ہے، پس خواہش کی اتباع نہ کرو تم، عدل وانصاف کرنے میں، اور اگر تم زبان لپیٹو گے (یعنی غلط بیانی کر کے ناانصافی کرو گے) یا (عدل وانصاف سے) اعراض کرو گے، تو اللہ تمہارے اعمال سے خوب خبر دار ہے (جس کا تم کو حساب دینا پڑے گا) (سورہ نساء)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کے اپنا قریبی وتعلق دار یا ہم مسلک وغیرہ ہونے کی بنیاد پر اس کی بے جا طرفداری اور حمایت جائز نہیں، بلکہ یہ عدل وانصاف کے بجائے، خواہش کی پیروی اور بے جا تعصب وتحزب میں داخل ہے، جو عنداللہ، قابلِ مؤاخذہ ہے۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہوجاؤ تم قائم کرنے والے اللہ کے لئے انصاف کے ساتھ گواہی کو، اور ہرگز آمادہ نہ کرے تم کو کسی قوم کی عداوت، اس پر کہ تم عدل نہ کرو، تم عدل کرو، یہی زیادہ قریب ہے تقویٰ کے، اور ڈرو اللہ سے، بے شک اللہ خوب خبردار ہے، تمہارے اعمال سے (سورہ مائدہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عدل وانصاف کا تقاضا، دوسری قوم یا اس کے موقف کو برحق

تسلیم کرنے کا ہو، تو اس کو تسلیم کرنا چاہیئے، اور اس سلسلہ میں تعصب و تحزب اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔

سورہ مائدہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ۴۲)

ترجمہ: اور اگر فیصلہ کریں آپ، تو فیصلہ کریں، ان کے درمیان عدل (وانصاف) کے ساتھ، بے شک اللہ محبت رکھتا ہے، عدل (وانصاف) کرنے والوں سے (سورہ مائدہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے بہر حال عدل وانصاف والا فیصلہ کرنے کا حکم ہے، اور یہی طرزِ عمل اللہ کو پسند ہے۔

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (سورة الانعام، رقم الآية ۱۵۲)

ترجمہ: اور جب کہو تم، تو انصاف کرو، اگرچہ ہو وہ رشتہ دار (سورہ انعام)

مفسرینِ عظام نے "بالقسط" کی تفسیر "بالعدل" کے ساتھ کی ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے عدل وانصاف کو قائم کرنے کا حکم ہر شخص کے لیے ہے، خواہ وہ اپنی جماعت ومسلک سے تعلق رکھتا ہو، یا غیر سے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمِنَ

---

[1] (يأيها الذين آمنوا كونوا قوامين) قائمين (بالقسط) بالعدل (شهداء) بالحق(تفسير الجلالين، سورة النساء، تحت رقم الآية ۱۳۵)

يأمر تعالى عباده المؤمنين أن يكونوا قوامين بالقسط أى بالعدل، فلا يعدلوا عنه يمينا ولا شمالا، ولا تأخذهم فى الله لومة لائم ولا يصرفهم عنه صارف(تفسير ابنِ كثير، ج۲ص ۳۸۳، سورة النسآء)

www.idaraghufran.org

الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ؟ قَالَ : لَا، وَلٰكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٦٩٨٩) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آدمی کا اپنی قوم (یعنی اپنی برادری یا خاندان وقبیلہ وغیرہ) سے محبت رکھنا بھی تعصّب میں داخل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ تعصب تو یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کے ظلم (یعنی ناحق چیز) پر مدد کرے (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

قَالَ: مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ، فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِیْ رُدِّیَ، فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ (سنن أبی داود،رقم الحديث ٥١١٧، كتاب الادب، باب فی العصبيه) [2]

ترجمہ: جس شخص نے اپنی قوم کی ناحق مدد کی، تو وہ اس اونٹ کی طرح ہے، جو کنویں میں گر پڑا، اب وہ اپنی دم سے کھینچ کر نکالا جائے گا (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی قوم کی ناحق مدد و بے جا طرف داری، انسان کو دنیا وآخرت کے اندر مشکل میں پھنسانے کا سبب ہے، اور اس کا رات دن اپنی آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے، اور اس کے نقصانات کا رات دن مسلمان سامنا کرتے ہیں۔ [3]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن(حاشية سنن ابی داؤد)

[3] (مثل الذی يعين قومه علی غير الحق مثل بعير تردی وهو يجر بذنبه) لفظ رواية أبی داود كمثل بعير تردی فی بئر فهو ينزع منها بذنبه اه قال بعضهم :معنی الحديث أنه قد وقع فی الإثم وهلک كالبعير إذا تردی فی بئر فصار ينزع بذنبه ولا يقدر علی الخلاص(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ٨١٤٢)

www.idaraghufran.org

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۵۱۳۰، کتاب الادب، ابواب النوم، باب فی الھوی)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے (ابوداؤد)

اس حدیث کی سند کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، البتہ اس روایت کے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے، خواہ وہ کوئی انسان ہو، یا غیر انسان، تو وہ انسان، عادتاً وہ اس چیز کے عیوب سے اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے، اور حق و باطل کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔

تعصب میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات کسی چیز سے محبت بھی تعصب کا باعث بن جاتی ہے۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح موقوفاً، وهذا إسناد ضعيف لضعف أبي بكر بن عبد الله بن أبي مريم، وبقية —وهو ابن الوليد— وإن كان ضعيفاً قد توبع (حاشية سنن ابی داؤد، تحت رقم الحديث ۵۱۳۰)

[2] "حبك الشيء يعمي ويصم." (حم تخ د) عن أبي الدرداء، والخرائطي في اعتلال القلوب عن أبي برزة، وابن عساكر عن عبد الله بن أنيس.

(حبك الشيء) عام في كل حيوان وجماد وعرض وجوهر .(يعمى) أي عن معائب ما يحبه أو عن كل شيء سواه إذا تمكن في القلب (ويصم) عن سماع كل ما ليس في معناه أي يصيره كالأعمى والأصم لا ينتفع بحاسيته والحديث تحذير عن الإيغال في المحبة لأي محبوب سوى ما يحبه الله ورسوله فإن تخصيصه معلوم من قاعدة الشرع .(حم تخ د) عن أبي الدرداء) قال الحافظ العراقي: إسناده ضعيف وقال الزركشي: روى من طرق في كل منها مقال وقال المصنف في الدرر: الوقف به أشبه، (والخرائطي في اعتلال القلوب عن أبي برزة)، (وابن عساكر عن عبد الله بن أنيس) قد أشار المصنف بتعدد طرقه ومخرجيه إلى دفع زعم الصغاني وضعه وقوله فيه ابن أبي مريم كذوب أبطله الحافظ العراقي بأنه لم يتهمه أحد بكذب (التنوير شرح الجامع الصغير، ج۵ ص ۳۲۴، ۳۲۵، تحت رقم الحديث ۳۶۵۸، باب الحاء الموحدة)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُوْمًا، أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ قَالَ: تَحْجُزُهُ، أَوْ تَمْنَعُهُ، مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۶۹۵۲، كتاب الكراهة، باب بلاترجمة بعد باب إذا استكرهت المرأة على الزنا فلا حد عليها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنے بھائی کی مدد کریں، خواہ وہ ظالم ہو، یا مظلوم ہو، ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہوگا تو میں اس کی مدد کروں گا، لیکن جب وہ ظالم ہوگا، تو آپ کی رائے میں اس کی مدد کیسے کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کو ظلم سے روک دو، یا اس کو ظلم سے منع کردو، تو یہ اس کی مدد کرنا ہے (بخاری)

اس سے پہلے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرنے کا تعصب ہونا معلوم ہوگیا، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دوسرے کو ظلم سے روکنا بھی اپنے مسلمان بھائی کی نصرت ومدد کرنے میں داخل ہے، لہٰذا اگر کسی مسئلہ میں دوسرے مسلمان بھائی کا خطاء پر ہونا ظاہر ہوگیا، تو اس سے اس کو آگاہ کرنا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہوگا، اور اس کو آگاہ نہ کرنا بلکہ تعصب وغیرہ کی بنیاد پر اس کو خطاء پر قائم رکھنا یا دوسرے کو اس پر قائم رہنے کی دعوت دینا، یہ اس کی نصرت ومدد میں داخل نہیں ہوگا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ، وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَعْطَى لِلّٰهِ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ (سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۴۶۸۱، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه)[1]

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناده حسن (حاشية سنن ابی داوٗد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اور اللہ کے لیے بغض رکھا، اور اللہ کے لیے دیا، اور اللہ کے لیے منع کیا، تو اس نے ایمان کو کامل کرلیا (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَجِدَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ، فَلْيُحِبَّ الْعَبْدَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحديث ١٠٧٣٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ ایمان کے ذائقے کو چکھے، تو وہ بندے سے محبت کرے، اس سے محبت صرف اللہ عزوجل ہی کے لیے کرے (مسند احمد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَوْثَقَ عُرَى الْإِيْمَانِ أَنْ تُحِبَّ فِي اللّٰهِ، وَتُبْغِضَ فِي اللّٰهِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٨٥٢٤) [2]

ترجمہ: ایمان کا سب سے مضبوط حلقہ یہ ہے کہ آپ، اللہ ہی کی خاطر محبت رکھیں، اور اللہ ہی کی خاطر بغض رکھیں (مسند احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ٤٥٩٩، كتاب السنة، باب مجانبة أهل الأهواء وبغضهم) [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن بشواهده، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

[3] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال میں سب سے زیادہ افضل عمل، اللہ کی خاطر محبت رکھنا اور اللہ کی خاطر بغض رکھنا ہے (ابوداؤد)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں درجِ ذیل الفاظ ہیں:

إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۳۰۳) [1]

ترجمہ: اللہ کے نزدیک اعمال میں سب سے زیادہ محبوب عمل، اللہ کی خاطر محبت رکھنا اور اللہ کی خاطر بغض رکھنا ہے (مسند احمد)

کسی سے اللہ کے لیے محبت رکھنا، مثلاً اس انسان کے مومن یا نیک صالح ہونے کی وجہ سے، اور اللہ کے لیے بغض رکھنا، مثلاً اس انسان کے کفر یا گناہ کی وجہ سے، تو یہ ایمان کے کامل ہونے کی نشانی ہے۔ [2]

سنت کی اتباع، بدعت سے اجتناب، باہمی اتحاد کا ذریعہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسلم، رقم الحديث ۸۶۷ "۴۳" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب تخفيف الصلاة وقصرها)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

[2] (من أحب لله) أحب إنسانا لأجل أن الله أمر بحبه لكونه من صالحى عباده لم يحبه إلا لذلك، لا لطمع، ولا رغبة، ولا رهبة (وأبغض لله) لكفر من يبغضه أو عصيانه (وأعطى لله) احتسابا لما وعده من الإثابة (ومنع لله) فلم يعط زكاته غنيا ولا هاشميا ولا نحو ذلك (فقد استكمل الإيمان) أحاط بأطرافه وكمل لديه أوصافه (التنوير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۸۲۸۹، حرف الميم)

ترجمہ: اما بعد! پس بے شک سب سے بہترین بات کتاب اللہ ہے، اور بہترین طریقہ محمد کا طریقہ ہے، اور تمام کاموں میں بدترین کام، نئے پیدا کئے ہوئے (یعنی بدعت والے) کام ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسلم)

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَمَنُ اِقْتَدٰى بِیُ فَهُوَ مِنِّیُ، وَمَنُ رَغِبَ عَنُ سُنَّتِیُ فَلَیُسَ مِنِّیُ، إِنَّ لِکُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً ثُمَّ فَتُرَةً، فَمَنُ کَانَتُ فَتُرَتُهُ إِلٰى بِدُعَةٍ فَقَدُ ضَلَّ، وَمَنُ کَانَتُ فَتُرَتُهُ إِلٰى سُنَّةٍ فَقَدُ اهُتَدٰى (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٤٧٤، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: جس نے میری اقتداء کی، تو وہ مجھ میں سے ہے، اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ میں سے نہیں ہے، بے شک ہر عمل کے لئے ایک جذبہ اور پھر سکون ہوتا ہے، پس جس کا سکون بدعت کی طرف ہو، تو وہ گمراہ ہوگیا، اور جس کا سکون سنت کی طرف ہو، تو اس نے ہدایت حاصل کی (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَلُقَصُدُ فِی السُّنَّةِ خَیُرٌ مِنَ الاجُتِهَادِ فِی الُبِدُعَةِ (سنن الدارمی، رقم الرواية: ٢٢٣، المقدمة، باب فی کراهية أخذ الرأی) [2]

ترجمہ: سنت کو اختیار کرنا، بدعت کی جدوجہد کرنے سے بہتر ہے (دارمی)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال حسين سليم أسد الدارانی: إسناده جيد (حاشية سنن الدارمی)

وقال الدكتور مرزوق بن هياس الزهرانی:

سنده حسن، موسى بن خالد أبو الوليد الحلبی، قال ابن حجر: مقبول.

قلت: وهو أفضل من ذلک، روى له مسلم، أخرجه أبو شامة (حاشية القطوف الدانية فيما انفرد به الدارمی عن الثمانية، تحت رقم الحديث ٢٢٤ "١٥٤" باب فی کراهية أخذ الرأی)

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو ابنِ عبدالبر نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے درجِ ذیل الفاظ میں روایت مروی ہے کہ:

اَلاِقْتِصَادُ فِی السُّنَّةِ، أَحْسَنُ مِنَ الاِجْتِهَادِ فِی الْبِدْعَةِ (المستدرک للحاکم، رقم الروایة: ۳۵۲، کتاب العلم)

ترجمہ: سنت کا قصد و ارادہ (اور اس کو اختیار) کرنا، بدعت میں کوشش کرنے سے بہتر ہے (حاکم)

اور معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے درجِ ذیل الفاظ میں روایت مروی ہے کہ:

اِقْتِصَادٌ فِیْ سُنَّةٍ، خَیْرٌ مِّنَ اِجْتِهَادٍ فِیْ بِدْعَةٍ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۰۴۸۴، ج۱۰ ص۲۰۷) [2]

ترجمہ: سنت پر عمل کرنا بہتر ہے، بدعت میں غور وفکر کرنے سے (طبرانی)

مذکورہ حدیث تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ ''مرفوع'' سند کے ساتھ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے طور پر بھی مروی ہے۔

چنانچہ حضرت حسن رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَمَلٌ قَلِيْلٌ فِيْ سُنَّةٍ، خَيْرٌ مِنْ عَمَلٍ كَثِيْرٍ فِيْ بِدْعَةٍ، وَمَنِ اسْتَنَّ بِيْ فَهُوَ مِنِّيْ، وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ

---

[1] عن عبد الرحمن بن یزید، عن عبد الله بن مسعود، قال: القصد فی السنة خیر من الاجتهاد فی البدعة (جامع بیان العلم و فضله، رقم الحدیث: ۲۳۳۴، باب الحض علی لزوم السنة والاقتصار علیها)

[2] قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الکبیر، وفیه محمد بن بشیر الکندی، قال یحیی: لیس بثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۸۰۴)

www.idaraghufran.org

فَلَيُسَ مِنِّىُ (مصنف عبد الرزاق ، رقم الحديث : ٢٠٥٦٨، كتاب الجامع لمعمر بن راشد، باب الرخص فى الأعمال والقصد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنت کے مطابق تھوڑا عمل کرنا، بدعت کے مطابق بہت زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے، اور جس نے میری سنت کو اختیار کیا، تو وہ مجھ سے تعلق رکھتا ہے، اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ سے تعلق نہیں رکھتا (عبدالرزاق)

لیکن اس مرفوع روایت کی سند میں چونکہ ارسال پایا جاتا ہے، یعنی حضرت حسن رحمہ اللہ جو کہ تابعی ہیں، انہوں نے کسی صحابی کے واسطے کے بغیر، اس کو براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، جس کی وجہ سے بعض حضرات نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] قال الألبانى :

وخلاصة القول فى هذا الحديث: صحته مقطوعا على الحسن، وموقوفا – بنحوه – على ابن مسعود، وضعفه مرفوعا، والله أعلم .(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، تحت رقم الحديث : ٣٩١٧)

وقال سعد بن ناصر الشَّثرى :

وقال مسدد: حدثنا حفص عن الأعمش، عن مالك بن الحارث، عن عبد الرحمن بن يزيد قال: قال رسول الله –صلى الله عليه وسلم–:" القصد فى السنة خير من الاجتهاد فى البدعة .

2981– تخريجه:

ذكره البوصيرى فى الإتحاف /1)ق 48ب) .الحكم عليه:

الحديث بهذا السند ضعيف، وعلته الإرسال لأن عبد الرحمن تابعي.

والصواب أنه من قول عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، موقوفا عليه لا من قول النبى –صلى الله عليه وسلم– فرواه الحاكم فى المستدرك فى العلم (1/ 103)من طريق محمد بن كثير.

ورواه أيضا من طريق عبد الله بن نمير.

ورواه الدارمى فى سننه (1/ 63)من طريق عيسى بن يونس.

ورواه ابن بطة فى الإبانة (1/ 357: 246)من طريق روح بن مسافر.

ورواه ابن بطة فى الإبانة أيضا (1/ 358: 247)من طريق سفيان خمستهم عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث وروایات سے سنت پر قائم رہنے کی تاکید اوراس کے مقابلہ میں بدعت میں مبتلا ہونے کی وعید معلوم ہوئی۔

حضرت ابوبَرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ مِمَّا أَخْشٰی عَلَیْکُمْ شَهَوَاتِ الْغَيِّ فِيْ بُطُوْنِكُمْ وَفُرُوْجِكُمْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأعمش، عن مالك بن الحارث، عن عبد الرحمن بن يزيد، قال: قال عبد الله بألفاظ متقاربة.

ورواه المروزى فى السنة (ص 30:89) من طريق العلاء بن المسيب، عن المسيب، عن عبد الله به بلفظه.

ورواه ابن بطة فى الإبانة (245 :357 /1)من طريق عبد الوهاب، قال حدثنا سعيد عن قتادة قال: قال ابن مسعود فذكره بنحوه.

ورواه ابن بطة أيضا فى الإبانة (178 :329 /1)من طريق معشر، عن سعيد المقبرى قال: قال عبد الله (قصد فى سنة خير من اجتهاد فى بدعة) . وله طرق أخرى عن ابن مسعود كلها أوقفت الحديث عليه .

الحكم عليه:

هذا الأثر صحيح عن ابن مسعود وقال الحاكم: صحيح الإسناد على شرطهما ولم يخرجاه ووافقه الذهبى.

وقد روى الحديث مرفوعا من وجوه لا تصح، منها ما رواه ابن بطة فى الإبانة (151 :315/1) من طريق إسماعيل بن علية، عن يونس بن عبيد، عن الحسن قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-:" عمل قليل فى سنة خير من كثير فى بدعة."

قلت: وهذا مرسل ومن مرسل الحسن وهى من أضعف المراسيل.

وأعاده ابن بطة (357 /1)من طريق يحيى بن جعفر الواسطى، قال حدثنا عبد الوهاب، حدثنا عوف، عن الحسن به بلفظه الأول وزاده "وكل بدعة ضلالة."

ورواه ابن بطة فى الإبانة أيضا (243 :357 /1)من طريق محمد بن عمرو الطيالسى قال حدثنا بهز بن أسد عن فضالة، عن الحسين قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-:" عمل قليل فى سنة خير من عمل كثير فى بدعة."

ومحمد بن عمر الطيالسى غير معروف.

وعلى أى حال فالحديث لا يصح مرفوعا إلى النبى -صلى الله عليه وسلم- بل هو صحيح من قول ابن مسعود رضى الله عنه، كما سبق بطرق كثيرة عنه.(حاشية المطالب العالية محققا، تحت رقم الرواية : ٢٩٨١ ، كتاب الايمان والتوحيد ، باب التحذير من البدع)

www.idaraghufran.org

وَمُضِلَّاتِ الْفِتَنِ(مسند أحمد رقم الحديث ۱۹۷۷۲) ؎1

ترجمہ: جن چیزوں کا مجھے تم پر خوف ہے، ان میں سے تمہارے پیٹوں اور شرم گاہوں میں گمراہی کی شہوتیں ہیں اور گمراہ کن فتنے ہیں (مسند احمد)

کیونکہ بدعت بھی ایک فتنہ اور عظیم فتنہ ہے، اور وہ عام طور پر پیٹ یا شرمگاہ کی شہوت پرستی سے وجود میں آتا ہے، اس لئے وہ بھی اس میں داخل ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَا أَتٰی عَلَی النَّاسِ عَامٌ إِلَّا أَحْدَثُوْا فِيْهِ بِدْعَةً، وَأَمَاتُوْا فِيْهِ سُنَّةً، حَتّٰی تَحْيَى الْبِدَعُ، وَتَمُوْتَ السُّنَنُ(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۶۱۰، ج۱۰ ص۲۶۲، مكتبة ابنِ تيمية القاهرة) ؎2

ترجمہ: لوگوں پر جو سال بھی آتا ہے اس میں وہ ایک بدعت کو پیدا کرتے ہیں اور ایک سنت کو مار دیتے ہیں، یہاں تک کہ بدعات زندہ ہوجاتی ہیں اور سنتیں مرجاتی ہیں (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ بدعت کے ذریعہ سے سنت سے محرومی ہوجاتی ہے، اور سنت ہی ہدایت واتفاق کا ذریعہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهٗ سَيَلِيْ أَمْرَكُمْ مِنْ بَعْدِي رِجَالٌ يُطْفِئُوْنَ السُّنَّةَ، وَيُحْدِثُوْنَ بِدْعَةً، وَيُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ عَنْ

؎1 قال شعيب الارنؤوط: رجاله ثقات رجال الشيخين غير على بن الحكم البنانى، فمن رجال البخارى (حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمي: رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۳۴۸، باب فيما يكون من الفتن)

؎2 قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله موثقون(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۹۴، باب فى البدع والاهواء)

www.idaraghufran.org

مَوَاقِيْتِهَا، قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ بِيْ إِذَا أَدْرَكْتُهُمْ؟ قَالَ: لَيْسَ يَا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ طَاعَةٌ لِمَنْ عَصَى اللّٰهَ. قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (مسند أحمد، رقم الحديث ٣٧٩٠، مؤسسة الرسالة، بيروت)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد تم سے ایسے لوگ ملیں گے، جو سنت کو بجھائیں گیاور بدعت کو پیدا کریں گے اور نماز کو اپنے اوقات سے مؤخر کریں گے۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول جب میں ان لوگوں کو پاؤں (جو بدعت کا ارتکاب اور نمازوں کو اپنے وقت سے مؤخر کریں گے) تو کیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابنِ امِ عبد (یعنی ابنِ مسعود) جو اللہ کی نافرمانی کرے، اس کا کہنا نہیں مانا جائے گا، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی (مسند احمد)

اس تفصیل سے جنت میں جانے والی جماعت کی یہ پہچان اور معیار معلوم ہوا کہ وہ ایسی جماعت ہے کہ جو سنت اور صحابہ کے طریقہ پر کاربند ہو۔

اس معیار کو سامنے رکھ کر تمام باطل فرقوں کو بآسانی پہچانا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ جو کام رسول

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن عند من يصحح سماع عبد الرحمن من أبيه عبد الله، وهو ضعيف عند من يقول: إنه لم يسمع من أبيه إلا اليسير، فقد توفي أبوه وعمره ست سنوات. وباقي رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن عثمان بن خثيم فمن رجال مسلم، وغير القاسم بن عبد الرحمن فمن رجال البخاري. محمد بن الصباح: هو الدولابي، وإسماعيل بن زكريا: هو ابن مرة الخلقاني الأسدي. وأخرجه البيهقي في "دلائل النبوة ٣٩٦/٦" وفي "السنن ١٢٧/٣" من طريق محمد بن الصباح، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن ماجه (٢٨٦٥) والطبراني في "الكبير (١٠٣٦١)" والبيهقي في "السنن ١٢٤/٣" من طريقين عن عبد الله بن عثمان بن خثيم، به. وأخرجه بنحوه الطبراني في "الكبير (٩٤٩٧)" والحاكم ٥١٩/٤، من طريق الأعمش، عن أبي عمار، عن صِلة بن زفر، عن عبد الله بن مسعود، موقوفاً، قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، ووافقه الذهبي. وانظر ٤٢٩٨ (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے قولی وفعلی اصولوں سے ثابت نہیں (جیسا کہ آجکل کی مروَّجہ عام بدعات) ان کو انجام دینے والے فرقے نجات پانے والی جماعت میں شامل نہیں، خواہ وہ تعداد ومقدار میں کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں (معارف القرآن ج۳ص۵۰۳بتغیر)

پس اتفاق واتحاد، جس کی اسلام نے تاکید بیان کی ہے، اور اس کی موجود دور میں بہت اشد ضرورت ہے، اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ سنت اور صحابۂ کرام کی جماعت کو لازم پکڑا جائے، اور بدعات سے بچا جائے، اور اس طریقہ کو اختیار کرنے والے لوگ ہی ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' کہلاتے ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ اہلِ بدعت، اس اصول سے ہٹنے کے باوجود اپنے آپ کو ''سنی'' یا ''اہلِ سنت'' اور اپنے مقابلہ میں ان حضرات کو جو اس طریقہ پر قائم وکاربند ہیں، دوسرا، مثلاً وہابی وغیرہ کا نام دیتے ہیں، اور ان پر اختلاف وتفریق پیدا کرنے کا الزام عائد کرتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

یہ اہلِ بدعت ہمیشہ اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور یونہی اڑنگ بڑنگ ہانکتے رہتے ہیں۔ ایک سب انسپکٹر میرے ایک وعظ میں شریک تھے۔ وعظ کے بعد انہوں نے مجھ سے گیارہویں کے متعلق سوال کیا، میں نے کہا کہ بدعت ہے۔ کہنے لگے آپ اس کو بدعت کہتے ہیں اور فلاں مولوی صاحب اس کو اچھا بتلاتے ہیں، تو ہم کیا کریں؟ میں نے کہا کہ جیسے ہم سے سوال کیا جاتا ہے، کبھی ان سے بھی تو یہ سوال کیا ہوتا کہ تم اچھا کہتے ہو اور فلاں اس کو بدعت کہتے ہیں، ہم کیا کریں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں (گیارہویں) کرنے کی خواہش ہے (اس لئے گیارہویں کرنے والوں پر اعتراض نہیں کرتے) اور دوسروں کو آڑ بناتے ہو۔ پھر کچھ نہیں بولے (الافاضات الیومیہ ج۴ص۴۰، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

ایک اور موقع پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لوگ آج کل اتفاق اتفاق تو پکارتے ہیں، مگراس کی حدود کی رعایت نہیں کرتے، بس اتنایادکرلیاہے کہ قرآن میں حکم ہے "لَاتَفَرَّقُوْا" افتراق نہ کرو۔مگراس سے پہلا جملہ نہیں دیکھتے"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا" کہ اس میں اللہ کے راستہ پرقائم رہنے کا پہلے حکم ہے،اس کے بعدارشاد ہے کہ "حَبْلِ اللّٰہِ"(اللہ کی رسی) پرمتفق ہوکراس سے تفرق (علیٰحدگی) نہ کرو،تواب مجرم وہ ہے، جوحبلُ اللہ سے الگ ہو،اور جوحبلُ اللہ پرقائم ہے۔وہ ہرگز مجرم نہیں،گواہلِ باطل سے اس کوضروراختلاف ہوگا ۔پس یادرکھو کہ نہ اختلاف مطلقاً مذموم (یعنی ہرحال میں برا) ہے،جیسا کہ ابھی ثابت کیا گیا،اورنہ اتفاق مطلقاً محمود (ہرحال میں اچھا) ہے، بلکہ اتفاق محمود (اچھا اتفاق) وہ ہے جوحبلُ اللہ کے اعتصام (یعنی اللہ کی رسی کومضبوط پکڑنے) پرہو (وعظ"اصلاح ذات البین" خطباتِ حکیم الامت ج۱۹، المسمیٰ "آداب انسانیت"،ص۳۳۴و۳۳۵)

اورایک دوسرے مقام پرحضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ایک بارمیرا اتفاق کانپور(شہر) جانے کا ربیع الثانی میں ہوا۔میں نے وعظ میں گیارہویں کا بدعت ہونا بیان کیا، بعدوعظ ایک سب انسپکٹرصاحب نے مجھ سے کہا کہ ایسے مسائل وعظ میں بیان نہیں کرنے چاہئیں،اس سے مسلمانوں میں تفریق ہوتی ہے،میں نے کہا کہ بانیِ تفریق (یعنی تفریق کی بنیاد ڈالنے والے) تو وہ لوگ ہیں،جنہوں نے یہ بدعت ایجادکی،کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ اس (گیارہویں کی رسم) کی اصل کتاب وسنت سے ثابت نہیں، یہ فعل بعدہی کوایجاد ہوا ہے،تو جنہوں نے اس کوشروع کیا،انہوں نے دراصل تفریق ڈالی، وہی لوگ ذمہ داراس تفریق کے ہیں،نہ کہ منع کرنے والے،نہ آپ اس رسم کونکالتے ،نہ ہم منع کرتے،اب آپ لوگ اس کوکرنا چھوڑ دیجئے،ہم لوگ منع کرنا چھوڑدیں گے،یہ سن کروہ چپ رہ گئے،کچھ جواب نہ بن پڑا،بہت پوچھنے کے بعدانہوں نے یہ کہا کہ آپ ہی

www.idaraghufran.org

جیسے مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ گیارہویں سے یوں برکت ہوتی ہے، یوں ثواب ہوتا ہے۔اس کا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نہایت لطیف جواب ڈالا۔ میں نے کہا کہ میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کبھی یہ سوال آپ نے ان مولویوں سے بھی کیا (جوگیارہویں کو جائز، ثواب اور برکت کا باعث کہتے ہیں) کہ آپ ہی جیسے مولوی وہ لوگ بھی تو ہیں، جو اس فعل سے منع کرتے ہیں پھر تم (کیسے) جائز کہتے ہو؟ کیا سارے جواب ہمارے ہی ذمہ ہیں، ان کے ذمہ کوئی بھی جواب نہیں (حالانکہ گیارہویں کے مدعی تو اس رسم کو کرنے والے ہیں نہ کہ منع کرنے والے ہیں اور دلیل مدعی کے ذمہ لازم ہوا کرتی ہے) بس اس سے ثابت ہوگیا ہے کہ آپ نے خود ہی پیشتر (پہلے) سے اس (گیارہویں) کا کرنا تجویز کرلیا ہے، ورنہ اگر تردُّد (شک) ہوتا تو جس طرح ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ مولوی ہی لوگ اس کو برکت اور ثواب کا فعل کہتے ہیں۔ اسی طرح ان سے بھی تو کبھی یہ سوال کیا جاتا کہ صاحب وہ بھی تو آخر مولوی ہی ہیں جو اس کو بدعت کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمیں سے سب پوچھا جاتا ہے (اور ہم سے ہی ان کے عمل کے غلط ہونے کی دلیل مانگی جاتی ہے، حالانکہ بدعت کے ناجائز ہونے کی دلیل صرف یہی کافی ہوا کرتی ہے کہ وہ عمل شریعت سے ثابت نہیں اور جو عمل کررہا ہے، اس کے ذمہ اس عمل کے ثبوت کی دلیل لازم ہوتی ہے) پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے اس اصول پر کہ ”تفریق نہ ڈالنی چاہئے“ خود بہت آسانی کے ساتھ عمل کرسکتے ہیں، کیونکہ اس (گیارہویں کے) فعل کو آپ فرض اور واجب تو سمجھتے ہی نہیں، محض برکت اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور منع کرنے والے اس کو بدعت سمجھ کر روکتے ہیں، اس صورت میں آپ تو مستحب کو چھوڑ سکتے ہیں (کیونکہ مستحب کو چھوڑنا گناہ نہیں) اور (ہم) واجب یعنی منع کرنے کو نہیں چھوڑ سکتے (کیونکہ بدعت سے رکنا اور بدعت سے منع کرنا واجب ہے) ہاں جب آپ (اس بدعت کو) ترک

کر دیں گے پھر (ہمیں) منع (کرنے) کی بھی ضرورت نہ رہے گی (حسن العزیز ملفوظ نمبر ۵۸، مشمولہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۱۶ ص ۵۸، ۵۹، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، لاہور)

نیز ایک مقام پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بعض لوگ اس اختلاف کو دیکھ کر علماء کو رائے دیتے ہیں کہ سب مولویوں کو متفق ہو جانا چاہئے، نا اتفاقی بری چیز ہے، تو میں پوچھتا ہو کہ کیا نا اتفاقی علی الاطلاق (یعنی بغیر کسی قید اور شرط کے) جرم ہے؟ یا اس کے لئے کوئی قید بھی ہے؟ اگر نا اتفاقی علی الاطلاق (بغیر کسی قید اور شرط کے) جرم ہے اور اس کی وجہ سے ہر فریق مجرم ہو جاتا ہے، تو عدالت کو چاہئے کہ جب اس کے پاس کوئی مدعی، دعویٰ پیش کرے، تو قبل تحقیقِ مقدمہ (یعنی مقدمہ کی تحقیق سے پہلے) ہی مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو سزا کر دیا کرے، کیونکہ دعوے اور انکار سے دونوں میں نا اتفاقی کا ہونا ثابت ہو گیا (کہ ایک فریق ایک چیز کا دعویٰ کر رہا ہے اور دوسرا فریق اس کا انکار کر رہا ہے اور دونوں کے بیان ایک دوسرے سے مختلف ہیں) اور (آپ کے نزدیک) نا اتفاقی علی الاطلاق (بغیر کسی قید اور شرط کے) جرم ہے، تو مدعی اور مدعا علیہ (یعنی دعویٰ کرنے والا اور جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے) دونوں مجرم ہوئے، اگر عدالت ایسا کرے تو سب سے پہلے آپ ہی (اس فیصلہ کے) مخالف ہونگے، اور دنیا بھر میں شور وغل مچا دیں گے کہ یہ کون سا انصاف ہے؟ کہ تحقیقِ مقدمہ سے پہلے ہی دونوں کو مجرم بنا دیا گیا۔ اب اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ پھر کیا کرنا چاہئے تھا؟ تو آپ عاقل (یعنی عقل مند) بن کر یہ رائے دیں گے کہ عدالت کو تحقیق کرنا چاہئے تھا، کہ مدعی اور مدعا علیہ میں جو باہم مخالفت ونا اتفاقی ہے، تو ان میں سے حق پر کون ہے اور ناحق پر کون ہے؟ جو حق پر ہوتا اس کی حمایت کی جاتی اور جو ناحق پر ہوتا اس کو سزا دی جاتی، لیجئے آپ ہی کے فیصلے سے ثابت ہو گیا کہ نا اتفاقی علی الاطلاق (یعنی ہر حال میں) جرم نہیں بلکہ نا اتفاقی وہ

جرم ہے جو ناحق ہو، اور جو نااتفاقی بحق (حق کی وجہ سے) ہو وہ جرم نہیں، اور اگر کسی معاملہ میں دو فریق ہو جائیں تو ہر فریق کو مجرم نہیں کہا جا سکتا، بلکہ جس کی مخالفت ناحق ہو وہ مجرم ہے، اور جو بحق (حق کی وجہ سے) ہو وہ مجرم نہیں، پس علماء کی باہم نااتفاقی اور اختلاف سے آپ کا سب (علماء) کو مجرم بنانا اور ہر فریق سے یہ کہنا کہ دوسرے سے اتفاق کرلو، غلط رائے ہے، بلکہ اول آپ کو تحقیق کرنا چاہئے کہ حق پر کون ہے، ناحق پر کون ہے؟ پھر جو ناحق پر ہو، اُسے مجرم بنایئے اور اس کو اہلِ حق کے ساتھ اتفاق کرنے پر مجبور کیجئے، ورنہ اہلِ حق کو دوسروں کے ساتھ اتفاق پر مجبور کرنے کے تو یہ معنٰی ہوں گے کہ وہ حق کو چھوڑ کر، ناحق طریق (غلط راستہ) اختیار کرلیں اور اس کو کوئی عاقل (یعنی عقل مند) تسلیم نہیں کرسکتا، تو اتنی شکایت آپ کی رہ گئی کہ آپ قبل از تحقیق (یعنی تحقیق کرنے سے پہلے) ہی سب کو متفق ہو جانے کی رائے دیتے ہیں اور مولویوں کی شکایت ہم کو بھی ہے، مگر صرف ان کی جو ناحق پر ہیں، اور اگر یہ کہا جائے کہ صاحب دوسرا فریق (یعنی جو غلطی پر ہے) بھی اتفاق سے مجبور ہے کیوں کہ ان کی سمجھ میں یوں ہی آیا وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں، جواُن کی سمجھ میں آیا ہے، تو جناب ائمہ اربعہ (چاروں فقہ کے اماموں) میں سمجھ ہی کا تو اختلاف ہے، مگر اس کے ساتھ پھر سب متفق ہیں۔ کوئی ایک دوسرے پر ملامت وطعن نہیں کرتا، بلکہ ہر ایک کو حق پر سمجھتا ہے (لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سنت وبدعت کا اختلاف) اگر ایسا اختلاف ہوتا (جیسا کہ چاروں فقہاء کے درمیان ہے اور وہ حق ہے) تو مسلمانوں کو آج یہ پریشانی نہ ہوتی جو آنکھوں سے نظر آرہی ہے، بلکہ یہ (سنت وبدعت کا) اختلاف تو روٹیوں کا ہے (یہی وجہ ہے کہ دونوں فریق ایک فقہ کے مدعی ہیں، لیکن یہ بدعات اس فقہ سے ثابت نہیں بلکہ ان کا بدعت ہونا ثابت ہے) میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اہلِ حق کے پاس کافی روپیہ ہو، اور وہ ان سب فرقوں کی تنخواہیں مقرر کردیں تو سارا

اختلاف ایک دن میں مٹ جائے، یہ سارا اختلاف پیٹ کی وجہ سے ہے، کہ کوئی مولود (میلادُ النبی) پر زور دیتا ہے، کوئی (مروَّجہ) فاتحہ (ودرود اور گیارہویں) پر، کوئی (مرنے کے بعد) تیجے، دسویں پر، ایک عالم صاحب سے جو بدعات کے بڑے حامی ہیں، کسی نے سوال کیا کہ تم مولود (میلادُ النبی) و (مروَّجہ) فاتحہ کو سنت کہتے ہو اور ان پر بہت زور دیتے ہو اور جو اِن سے منع کرے، اس کو بُرا بھلا کہتے ہو، پھر یہ کیا وجہ کہ تمہاری مستورات (وخواتین) بہشتی زیور پڑھتی ہیں؟ (جو کہ ہماری کتاب ہے، اور اس میں اس قسم کی بدعات پر رد بھی ہے) تو انہوں نے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ''یہ سارا اختلاف تو اس کی خرابی ہے ورنہ حق وہی ہے، جو بہشتی زیور میں لکھا ہے''

میں نے ایک دفعہ لکھنؤ (شہر) میں دیکھا کہ ہر کھانے پر الگ الگ فاتحہ دی جا رہی ہے پھر وہاں بیان کی فرمائش ہوئی، تو میں نے اس بیان میں کہا کہ فاتحہ ومولود (مروّجہ فاتحہ وختم اور میلاد) کے سنت اور بدعت ہونے کا امتحان بہت آسانی سے اس طرح ہوسکتا ہے کہ جو مولوی صاحب مولود پڑھیں یا فاتحہ دیں ان کو (اس پر) کچھ نہ دیا جائے، ان سے خوب مولود پڑھواؤ اور الگ الگ ہر رکابی (وبرتن) پر فاتحہ دلواؤ، مگر (اس کا) نذرانہ کچھ نہ دو، نہ مٹھائی کا دوہرا حصہ دو۔ پھر دیکھنا وہ خود ہی اس کو فضول اور بدعت کہنے لگیں گے، چنانچہ بعض لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسی روز شام کو آکر ایک فاتحہ خواں صاحب کہنے لگے کہ ''واقعی یہ تو ایک فضول سا قصہ معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ فاتحہ ہو، ایک ہی کافی ہے'' میں نے جی میں کہا کہ اب تو معلوم ہو ہی جائے گا۔ صاحبو! میں سچ کہتا ہوں کہ ان کی (ان رسموں اور بدعتوں کی) آمدنی بند کردو، تو وہ خود ہی کہنے لگیں گے کہ یہ سب فضول قصہ ہے۔ یہ ساری باتیں روٹیاں کھانے کی ہیں (مستفاد از اشرف الجواب، حصہ دوم، ص ۲۴۳ تا ۲۴۵، بعنوان ''کثیر

www.idaraghufran.org

الوقوع اغلاط کی تردید" مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، سنِ طباعت: اکتوبر ۱۹۸۸ء، و "اسباب الفتنہ")

خلاصہ یہ کہ اختلاف سے بچنا اور اتحاد کا پیدا کرنا بہت ضروری ہے، اور اختلاف سے بچنے کا راستہ سنت اور صحابہ کے طریقہ پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا ہے۔

لہٰذا جو لوگ مختلف بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کو بدعات چھوڑ کر سنت پر عمل کرنا چاہئے، جو اتحاد و اتفاق کا صحیح طریقہ و معیار ہے۔

اللہ تعالیٰ سنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ .

محمد رضوان خان

08/ شعبان المعظم/ 1440ھجری 14/ اپریل/ 2019ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran

(خاتمہ)

ماہِ ربیع الآخر کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود، ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۱ ھ: میں نہاوند کا معرکہ پیش آیا (تقویم تاریخی ص ۷)

ایرانی کفار ہر سابقہ شکست پر نئے عزم وشدت پسندی کے ساتھ مذہبِ حق اور اہلِ اسلام کو صفحۂ ہستی سے کچل دینے کی غرض سے آئندہ کیلئے بھرپور طریقہ پر جنگ کی تیاری کرتے، چنانچہ اس مرتبہ دو لاکھ کے قریب فوج ''نہاوند'' میں جمع ہوئی، جس کے مقابلہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے تیس، چالیس ہزار کے لگ بھگ مسلمانوں کی تشکیل ہوئی، تین دن کی ہولناک لڑائی کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی، ایک لاکھ سے زائد ایرانی شکست کھا کر بھاگتے ہوئے دھکم پیل کے نتیجہ میں، گھوڑوں تلے آ کر اور اپنی ہی خندقوں میں گر گر کر ہلاک ہوئے، میدانِ جنگ میں قتل ہونے والے مذکورہ تعداد کے علاوہ تھے، مسلمان تقریباً تین ہزار شہید ہوئے، اس لڑائی کے بعد ایرانیوں کی کمر ٹوٹ گئی تھی اس لئے اسے ''فتح الفتوح'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

(البداية والنهاية، ج۷ص۱۲۰،وقعة نهاوند،المنتظم لابن الجوزی، ج۴ص۲۶۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۳۲ ھ: میں صحابیٔ رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۸)

آپ کا اصل نام عویمر یا عامر تھا، ابتداء میں آپ کا شغل معاش تجارت تھا، مگر جب عبادت، تفسیر، حدیث اور فقہ کی اشاعت میں محو ہوئے اور خشیتِ الٰہی کا غلبہ ہوا، تو فرماتے اب تو

www.idaraghufran.org

موجودہ حالات کے مقابلہ میں ایسی تجارت بھی پسند نہیں، جس میں روزانہ نفع ہو، اور وہ سارے کا سارا صدقہ کردیا کروں، اور نماز بھی قضاء نہ ہو کہ حساب کا خوف دامن گیر ہے، ان کا شمار فقہاءِ صحابہ میں تھا وہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر پوچھا کہ اس قدر عسرت سے زندگی گزارنے کا سبب کیا ہے؟ تو کہنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں مسافر کی طرح سامان رکھنا چاہیے، اور ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا سے کیا ہوگئے، اس پُر اثر فقرے پر دونوں بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی، بوقتِ موت گریہ وزاری کی حالت طاری تھی، اور کہتے تھے نہ معلوم گناہوں سے چھٹکارہ ہوسکے گا یا نہیں (الاصابة فی تمییز الصحابة، ج۴ص۷۴۷، باب العین بعدھا الواو)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۵۰ھ: میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص۱۳)

حضرت کعب غزوہ تبوک میں جانے والے ان تین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تھے، جن کی شان میں سورہ توبہ کی یہ آیتیں ''وَعَلَى الثَّلاَثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا'' نازل ہوئی تھیں، ان حضرات نے اپنی غلطی سچ سچ بیان کردی تھی، اور منافقین کی طرح تاویلات اور بہانے نہیں کئے تھے، اسی سچ کو پرکھنے کیلئے اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسے امتحان میں مبتلا ہوئے، جس کی نظیر تاریخِ اسلام میں بہت کم ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۰ یوم تک خود بھی ان سے ناراض رہے اور صحابہ کو بھی ان سے بائیکاٹ کا حکم فرمایا، حتیٰ کہ مذکورہ آیت نازل ہوئی اور جب آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو معافی کی وجہ سے چہرۂ انور خوش وخرم تھا، عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے معاف کردیا، فرمایا اللہ نے بھی معاف فرمایا۔

(العبر فی خبر من غبر، ج۱ص۳۹، المنتظم لابن الجوزی، ج۵ص۲۳۷، الاصابة فی تمییز الصحابة، ج۵ص۶۱۱، باب الکاف بعدھا العین، سیر الصحابہ ج۳ص۱۳۶، انصار دوم)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۶۸ھ: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا۔

www.idaraghufran.org

آپ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے ہونے کی وجہ سے اکثر ان کے ہاں رہ لیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے بارہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور تہجد میں اقتداء کا شرف حاصل ہوا، ایک مرتبہ اقتداء میں بالکل پیچھے کھڑے ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا اپنے برابر کرنا چاہا، تو بوجہ تواضع کے تذبذب میں مبتلا ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ہوا؟ تو عرض کیا، آپ تو اللہ کے رسول ہیں بھلا آپ کے برابر کھڑا ہونا کس کے لائق ہوسکتا ہے، چونکہ عمر اس وقت ۱۲،۱۳ برس ہی تھی، اس کفایت شعاری، خدمت اور غایتِ ادب کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں موقع بموقع بہت دعائیں دیں، انہی دعاؤں کا نتیجہ اور ثمرہ تھا کہ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ ان سب علوم میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا، جس سے پوری امت نے استفادہ کیا، آپ کی وفات پر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج ایسی شخصیت کا انتقال ہوا کہ مشرق ومغرب والے علم میں اس کے محتاج ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج۳ص ۳۵۹، ۳۶۰، البدایۃ والنہایۃ، ج۸ ص ۳۲۵، ۳۳۷، العبر فی خبر من غبر، ج۶ ص ۷۴، سیر الصحابۃ ج۲ص ۲۳۵)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۷۰ھ: میں حضرت عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۸)

آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں پیدا ہو گئے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر دو سال تھی، آپ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے نانا تھے، آپ بہت خوش اخلاق تھے، مدینہ سے باہر ''ربذہ'' کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر، ج۱ ص۵۷، البدایۃ والنہایۃ ج۸ص ۳۱۳، الاصابہ، حرف العین، العین بعدھا الالف)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۷۴ھ: میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی

(تقویمِ تاریخی ص۱۹)

کم سنی ہی سے پیدل دوڑنے میں ممتاز تھے، گھوڑے سے مقابلہ کرتے تو آگے نکل جاتے

تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر تین مرتبہ موت پر بیعتِ رضوان کی تھی، غزوات میں شریک رہے، فتح خیبر سے اس شان سے واپس ہوئے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہاتھ دیئے ہوئے تھے، آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اللہ کا واسطہ دے کر جو بھی سوال کرتا تو اسے خالی ہاتھ نہ بھیجتے تھے، ۸۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۶۲، البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۶، المنتظم لابن الجوزی ج ۶ ص ۱۴۶، سیر الصحابۃ ج ۲ ص ۱۹۸، مہاجرین حصہ ۲)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۸۰ھ: میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کا وصال ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۲۰)

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، والد کی شہادت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر دعا فرمائی تھی، اور فرمایا تھا کہ عبداللہ صورتاً اور سیرتاً میرے مشابہ ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی اس ارشاد کی عملی تصدیق تھی، جب یہ فوت ہوئے تو اس زمانے کے گورنر ابان بن عثمان رحمہ اللہ نے خود غسل دے کر کفن پہنایا اور نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے کہہ رہے تھے، اللہ کی قسم! آپ بہترین آدمی تھے، آپ میں کوئی شر نہ تھا، آپ صلۂ رحمی کرتے تھے، آپ نیک تھے، ۹۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ مسلمانوں میں ان کی طرح کا کوئی سخی نہیں تھا۔

(المنتظم لابن الجوزی، ج ۶ ص ۲۲۰، البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۳۴، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۶۷، سیر الصحابۃ ج ۴ ص ۱۲۴، حصہ ۷)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ ربیع الآخر ۱۰۴ھ: میں عباسی تحریک کے بانی ابوابراہیم محمد کے ہاں عبداللہ سفاح ابوالعباس پیدا ہوا۔

ابوابراہیم محمد نے بنو امیہ سے حکومت، بنوعباس میں منتقل کرنے کے لئے مستقل طور پر بہت

مضبوط اور دوررس نتائج کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خفیہ طور پر ایک تحریک شروع کی تھی، ابھی چند سال ہی اس تحریک کو ہوئے تھے کہ ابوابراہیم کے ہاں عبداللہ سفاح پیدا ہوا، تو ابوابراہیم محمد اس نومولود کو اپنے ارکانِ تحریک کے مجمع میں لایا، اور کہا کہ یہ وہ شخص ہے، جس پر تمہاری تحریک کی آزادی مکمل ہوگی، اور حکومت، بنوامیہ کے بجائے ہمارے خاندان بنوعباس میں منتقل ہوجائے گی، اور یہ نومولود پہلا شخص ہوگا جو بنوعباس کی طرف سے تم پر حکومت کرے گا، چنانچہ ہوا بھی اسی طرح کہ ابوالعباس سفاح اپنے والد کی وفات کے بعد قائد مقرر ہوا، اور کارکنانِ تحریک کی مدد سے ۲۶ سال کی عمر میں حکومتِ بنوامیہ کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے بادشاہ کی حیثیت سے برسرِ اقتدار رہا (تاریخِ ملت ج ا، تاریخِ اسلام اکبری ج ۲، الکامل ج ۴ ص ۳۶۳)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۱۲۵ھ: میں اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۳۲)

ہشام بن عبدالملک بنوامیہ کے ان تین ممتاز ترین حکماء وبادشاہوں میں سے تھا، جنہوں نے اپنے تدبر اور سیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کردیا (۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، جنہوں نے حکومتِ بنوامیہ کی داغ بیل ڈالی (۲) عبدالملک بن مروان (۳) ہشام بن عبدالملک، علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہشام باتدبیر، کفایت شعار، تیزفہم بادشاہ تھا، سلطنت کے چھوٹ چھوٹے معاملات بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھے، بردباری وتحمل مزاجی امتیازی خصوصیات تھیں، اخلاق وعادات کے لحاظ سے بھی بہت عمدہ مزاج تھا، شاہانہ غرور اور تمکنت اس کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی، ایک مرتبہ کسی شخص کو نازیبا الفاظ کہہ بیٹھا، اس شخص نے بگڑ کر کہا کہ خلیفۂ وقت ہوکر ایسے الفاظ کہتے ہوئے شرم نہیں آئی، ہشام سخت شرمندہ ہوا، اور کہا تم مجھ سے بدلہ لے لو، اس نے کہا یعنی میں بھی تمہاری طرح کمینہ ہوجاؤں؟ تو ہشام نے کچھ مال دینا چاہا تو اس نے قبول نہ کیا، اس پر ہشام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھے معاف کردے، تو اس شخص نے کہا ہاں! اللہ تعالیٰ کے واسطے تمہیں معاف کرتا ہوں، اس کے

www.idaraghufran.org

بعد ہشام نے شرم کے مارے گردن جھکالی اور ندامت سے کہاواللہ! آئندہ ایسی حرکت نہ ہوگی۔
(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۲۲، تاریخِ ملت ج۵ ص ۷۹۶ و ج ۱ ص ۶۹۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۱۲۵ھ: میں اموی خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان تختِ حکومت پر متمکن ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۳۲)

جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے پہلے سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بعد ترتیب وار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو پھر اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کو ولی عہد منتخب کیا تھا، اسی طرح یزید نے ترتیب وار اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک پھر اپنے کمسن بیٹے ولید بن یزید کو ولی عہد منتخب کیا تھا، ولید اپنے باپ سے زیادہ عیش پسند، آوارہ مزاج اور نغمہ شیریں و بادِ رنگین میں مست نوجوان تھا، ہشام بن عبدالملک نے اسے پہلے تو درست کرنے کی کوشش کی تھی، مگر کوشش کامیاب نہ ہوئی، تو اسے ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانا چاہا، مگر چند ناعاقبت اندیش اور اہلِ اسلام کی جمعیت کے شیرازے سے کھیلنے والے وزراء جو یزید کی حکومت میں اپنی ناجائز خواہشات اور شیطانی ارادوں کی تکمیل دیکھ رہے تھے، انہوں نے مسلمہ کی ولی عہدی پر زبردست مخالفت کی، اسی دوران اچانک ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوگیا، ولید کو جب ہشام کی موت یعنی اپنی بادشاہت کی خبر ملی تو اس نے ہشام یعنی اپنے حقیقی چچا کی تمام ملکیت، جائیداد و مال ومتاع کو ضبط کرنے اور تمام گھر والوں کو نظر بند کرنے کا حکم جاری کیا، تمام مخالفین ارکانِ دولت سے سختی کے ساتھ انتقام لیا، خصوصاً ہشام کے بیٹوں یعنی اپنے چچازاد بھائیوں اور ان کے خاندان کے افراد کے ساتھ تو بہت ہی ناروا سلوک کیا، بعضوں کو قید، بعض کو سو، سو کوڑے لگوائے، اور بعض کو کوڑے بھی لگوائے اور جلاوطن بھی کیا (البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۲، تاریخِ ملت ج ۱ ص ۶۹۹)

□......ماہِ ربیع الآخر ۱۵۰ھ: میں حضرت عبدالملک بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۳۸)

آپ ابنِ جریج رومی کے نام سے مشہور تھے، آپ امیہ بن خالد بن اسید کے غلام تھے، آپ

کا شمار مشہور علماء میں ہوتا ہے، آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔

(وفیات الاعیان لابنِ خلکان ج ۲ ص ۷۸، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۶۳)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۱۵۴ھ: میں افریقہ میں اباضیوں کا استیصال ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۳۹)

اباضی خارجیوں کا ایک فرقہ ہے، جس کا بانی عبداللہ بن اباض تھا، اس فرقے کا آغاز ۶۵ھ میں ہوا، عبداللہ بن اباض نے خارجیوں کے انتہاء پسند فرقے ازرقیہ سے علیٰحدہ ہوکر اس فرقے کی بنیاد ڈالی، اباضی اپنے تمام مخالفین کو کافر سمجھتے ہیں، البتہ غیر اباضیوں سے نکاح کی اجازت دیتے ہیں، آج کل اس فرقے کے لوگ مشرقی افریقہ، لیبیا، اور جنوبی الجزائر کے علاوہ عمان میں پائے جاتے ہیں (اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۴۶)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۱۷۱ھ: میں اندلس میں اموی حکومت کے بانی عبدالرحمٰن الداخل بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک کی وفات ہوئی۔

عباسیوں نے جب عراق کے علاقوں میں اموی سلطنت کا تختہ الٹ دیا، تو انہوں نے آئندہ اموی سلطنت بننے کے خوف سے کسی اموی کو زندہ رہنے کا موقع نہیں دیا، چنانچہ آخری اموی خلیفہ مروان کو تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے شہزادوں کو تلاش کرکے قتل کیا، اس قتل وغارت گری میں جس شہزادے کو جہاں سر چھپانے کا موقع ملا، تو وہ وہاں روپوش ہوگیا، ان شہزادوں میں اندلس میں اموی حکومت کا بانی عبدالرحمٰن الداخل بھی تھا، عبدالرحمٰن الداخل کی پیدائش دمشق یا تدمیر کے نواح میں علیاء کے مقام پر ۱۱۳ھ میں ہوئی، امویوں کو جس وقت ہلاک کیا جارہا تھا، اس وقت مغرب میں اندلس اور افریقہ ہی ان کی پناہ کا مرکز تھا، عبدالرحمٰن الداخل بھی عباسیوں کی نظروں سے چھپتا چھپاتا افریقہ پہنچ گیا، لیکن جب افریقہ میں بھی امویوں پر حالات تنگ کردیئے گئے تو عبدالرحمٰن اندلس پہنچ گیا، اور آہستہ آہستہ ایسے حالات پیدا کئے کہ عبدالرحمٰن الداخل اندلس کا امیر بن گیا، اور یہاں پر امویوں کی حکومت قائم ہوگئی، اور اندلس کی سرزمین امویوں کے لئے مامون ہوگئی، اور اموی جہاں جہاں بے کسی کے عالم میں پناہ لئے ہوئے تھے، سب نے اندلس کی راہ لی، عبدالرحمٰن الداخل نے ۵۸ سال

کی عمر میں وفات پائی، اوراس کے بیٹے عبداللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قرطبہ کے محل میں تدفین ہوئی (تاریخِ اندلس ۲۰۹تا۳۰۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۱۹۰ھ: میں حضرت عبداللہ بن عمر بن غانم الرعینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی، احادیث امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں اور اپنے زمانہ میں افریقہ کے قاضی بھی رہے ہیں (المنتظم لابن الجوزی ج۹ ص ۱۸۶)

□......ماہِ ربیع الآخر ۱۹۴ھ: میں بصرہ کے قاضی حضرت ابوالمثنیٰ معاذ بن معاذ العنبری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ حضرت حمید الطّویل رحمہ اللہ اوران کے طبقہ سے روایت کرتے ہیں، امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بصرہ، کوفہ اور حجاز میں آپ سے زیادہ علم وعمل میں کوئی مضبوط نہ تھا (العبرفی خبرمن غبرج ا ص ۲۴۹، المنتظم لابن الجوزی ج ۱۰ ص ۳۵)

□......ماہِ ربیع الآخر ۱۹۹ھ: میں حضرت ہشام بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معاویہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے امام مالک رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی اور عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھے (المنتظم لابن الجوزی ج ۱۰ ص ۸۱)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۰۶ھ: میں حضرت ابوخالد یزید بن ہارون بن وادی بن ثابت سلمی واسطی بخاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: سلیمان تیمی، حمید طویل، عاصم احول، اسماعیل بن ابوخالد اور ابو مالک اشجعی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرددرج ذیل ہیں: بقیہ بن ولید، آدم بن ابی

ایاس، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی رحمہم اللہ، آپ بہت عبادت گزار تھے اور بڑے خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے تھے، صلاۃ الضحیٰ ۱۶ رکعت پڑھتے تھے، آخری عمر میں آپ نابینا ہوگئے تھے، احمد بن سنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ جیسا عالم کہیں نہیں دیکھا، آپ ایسے نماز پڑھتے تھے جیسے کہ آپ ستون ہوں، دن اور رات کی نمازوں سے آپ تھکتے نہیں تھے، آپ اور ہشیم رحمہما اللہ لمبی نماز پڑھنے میں مشہور تھے، امام یحییٰ بن یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عراق میں چار حفاظِ حدیث ہیں ان میں یزید بن ہارون بھی ہیں، علی بن شعیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ مجھے چوبیس ہزار احادیث سندوں کے ساتھ یاد ہیں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں، ان کی مجلس میں ۷۰ ہزار افراد شریک ہوتے تھے، آپ کی ولادت ۱۱۷ھ میں ہوئی، عاصم بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور یزید بن ھارون، حضرت قیس بن الربیع رحمہ اللہ کے پاس تھے، یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے عشاء کی نماز پڑھی اور رات بھر نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اشراق کی نماز تک برابر قیام میں رہے، اسی وضو کے ساتھ اور یہ معمول آپ کا چالیس سال سے زیادہ عرصے تک رہا، حضرت ابونافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل کے پاس بیٹھا ہوا تھا، امام احمد کے پاس اس وقت دو آدمی موجود تھے، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرمائی اور میری قدر افزائی فرمائی، اور مجھ پر اس وجہ سے عتاب فرمایا کہ کیا تم نے حریز بن عثمان سے حدیث کی تعلیم حاصل کی؟ تو میں نے عرض کیا اے میرے رب میں نے اس میں خیر دیکھی اس لیے اس سے حدیث حاصل کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے، دوسرے شخص نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس منکر نکیر آئے تھے، یزید بن ھارون نے فرمایا، ہاں

اللہ کی قسم! وہ آئے تھے اورانہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے، تمہارا دین کیا ہے؟ تو میں نے جواب میں کہا: کہ میں دنیا کی زندگانی میں رب اور دین کی معرفت اور علم میں اور لوگوں سے بہت آگے تھا، تو نکیرین نے کہا ہاں تو سچ کہتا ہے۔

(تهذيب التهذيب ج ١١ ص ٣٢٢، تذكرة الحفاظ ج ١ ص ٣١٨، سير اعلام النبلاء ج ٩ ص ٣٦٩)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۲۱۹ھ: میں حضرت ابوغسان مالک بن اسماعیل بن درہم نہدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ مشہور فقیہ حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے، اسرائیل، ورقاء، عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سلمی، عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سلمی، فضیل بن مرزوق، حسن بن صالح اور حکم بن عبدالملک رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، ابوبکر بن ابی شیبہ، یوسف بن موسیٰ، محمد بن یحییٰ ذہلی، ھارون حمال اور ابواسحاق جوزجانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حضرت محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوغسان ائمہ محدثین میں ایک بڑے محدث تھے (سیر اعلام النبلاء ج ١٠ ص ٤٣١، الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد ج ٦ ص ٤٠٥، مغانى الاخيار ج ٥ ص ٤)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۲۱۹ھ: میں حضرت قاضی ابوعبداللہ اسد بن الفرات الحرانی المغربی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت حرّان کے مقام پر ۱۴۴ھ میں ہوئی، امام مالک رحمہ اللہ سے آپ نے مؤطا روایت کی ہے، یحییٰ بن ابی زائدہ، جریر بن عبدالحمید، ابویوسف القاضی اور محمد بن حسن رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، آپ ایک بہت بڑی علمی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شہسوار اور بہادر آدمی بھی تھے، ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک لڑائی میں اسد کو دیکھا، ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا تھا اور وہ سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے، پھر آپ نے لشکر کے ساتھ شامل ہو کر دشمن کو ہزیمت دکھائی، اور میں نے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ خون آپ کے اٹھائے ہوئے جھنڈے اور پہنے ہوئے زرہ پر بہہ رہا تھا (سیر اعلام النبلاء ج ١٠ ص ٢٣٧)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۲۲۴ھ: میں حضرت ابوایوب سلیمان بن حرب الواشحی رحمہ اللہ کی وفات

www.idaraghufran.org

ہوئی۔

امام شعبہ، محمد بن طلحہ، ابنِ مصرف، وھیب بن خالد اور حوشب بن عقیل رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام بخاری، ابوداؤد، احمد بن سعید الدارمی، اسحاق بن راھویہ اور حسن بن علی الخلال رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ احادیث کے معاملہ میں ثقہ شمار ہوتے ہیں، پہلے آپ مکہ کے قاضی تھے اس کے بعد آپ معزول کر دیئے گئے، اور آپ بصرہ لوٹ آئے اور یہیں پر ۸۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی، آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ۵۸ سال تک علمِ حدیث کو حاصل کیا اور حماد بن زید رحمہ اللہ کی خدمت میں ۱۳ سال تک رہا، آپ کی ولادت ۱۴۰ھ میں ہوئی۔

(تهذيب التهذيب ج۴ص ۱۸۰ ،تحت رقم الترجمة ۳۱۱،سير اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۳۴، تحت رقم الترجمة ۳۱، العبر في خبر من غبر للذهبي ج ۱ ص ۳۰۷،وفيات الاعيان لابنِ خلكان ج۲ص ۴۲۰،تهذيب الكمال ج ۱۱ ص ۳۹۲، تحت رقم الترجمة ۲۵۰۲ ،مغاني الاخيار ج ۱ ص ۴۶۲،الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد ج۷ص ۲۱۹، تحت رقم الترجمة ۳۳۵۶)

☐......ماہِ ربیع الآخر ۲۲۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن عبداللہ بن یونس بن عبداللہ بن قیس تمیمی یربوعی کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابراہیم بن سعد، اسرائیل بن یونس اور اسماعیل بن عیاش رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابنِ ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابوزرعہ الرازی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ایک شخص نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں کس سے حدیث روایت کروں؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ احمد بن یونس کی طرف جایئے، اور ان سے تعلیم حاصل کیجئے، کیونکہ وہ شیخ الاسلام ہیں، آپ کی وفات جمعہ کی رات کوفہ میں ہوئی، وفات کے وقت عمر ۹۷ سال تھی، آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں ہوئی۔

(طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۳۳،العبر في خبر من غبر للذهبي ج ۱ ص ۷۵،تهذيب التهذيب ج ۱ ص ۴۴،سير اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۴۵۸،تهذيب الكمال ج ۱ ص ۳۷۸، تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۴۰۱، التعديل والتجريح ج ۱ ص ۳۰۷،مغاني الاخيار ج ۱ ص ۲۲)''وفي قول مات سنة تسع وعشرين ومائتين (التاريخ الصغير ج ۲ ص ۵)''

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۳۲ھ: میں حضرت ابو یعقوب یوسف بن عدی بن زریق بن اسماعیل بن بسطام تیمی کوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

عبید اللہ بن عمرو رقی، مالک بن انس، عبدالرحمٰن بن ابی الزناد اور عثام بن علی عامری رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، آپ کے بیٹے محمد اور امام بخاری، ابوحاتم، ابوزرعہ رازیان اور ابو امیہ طرسوسی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ مصر میں تشریف لائے اور آخری عمر تک یہی سکونت پذیر رہے، آپ کی وفات منگل کے دن ہوئی، آخری عمر میں آپ نابینا ہوگئے تھے، آپ مشہور محدث زکریا رحمہ اللہ کے بھائی تھے، اور وہ آپ سے ۲ سال پہلے فوت ہوئے۔

(تہذیب التہذیب ج۱۱ ص۳۶۷، تہذیب الکمال ج۳۲ ص۴۴۱، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۴۸۶، مغانی الاخیار ج۵ ص۳۰۵)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۳۵ھ: میں حضرت ابوالحارث سریج بن یونس بن ابراہیم بغدادی مروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ہشیم، ولید بن مسلم بن ادریس، مروان بن معاویہ، وکیع اور ابنِ عیینہ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام مسلم، ابوبکر مروزی، ابوزرعہ، ابوحاتم اور عبداللہ بن احمد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حدیث کے معاملے میں امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ آپ کی تعریف کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت ابوالحارث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ رب العزۃ کو خواب میں دیکھا (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی حاجت کا سوال کرو، تو میں نے عرض کیا کہ مجھ پر پورا پورا رحم کیجئے۔

(تہذیب التہذیب ج۳ ص۳۹۸، تہذیب الکمال ج۱۰ ص۲۳۵)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۴۲ھ: میں حضرت ابو اسحاق احمد بن اسحاق بن حصین بن جابر سلمی سرماری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

یعلیٰ بن عبید، عثمان بن عمر بن فارس اور عبداللہ بن موسیٰ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ

www.idaraghufran.org

کے بیٹے ابوصفوان اسحاق بن احمد اور امام بخاری، بکر بن منیر اور عبیداللہ بن واصل رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کے بیٹے ابوصفوان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ (عباسی خلیفہ) مامون نے میرے والد کے لئے تیس ہزار درہم، دس گھوڑے اور ایک لونڈی ہدیہ میں بھیجی، لیکن میرے والد صاحب نے اس کو قبول نہیں کیا، آپ بہت سے معرکوں میں کافروں کے خلاف دادِ شجاعت دیتے رہے، اسی وجہ سے آپ بہادری میں ضرب المثل تھے، عبیداللہ بن واصل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابواسحاق سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ میں نے اپنی اس تلوار سے ہزار کافروں کو قتل کیا ہے، اگر یہ بات بدعت نہ ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ میرے ساتھ میری تلوار کو بھی دفن کیا جائے، آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ:

"لشکر کے امیر کے اندر چند عادتوں اور خصلتوں کا پایا جانا ضروری ہے: (۱) اس کا دل شیر کی طرح ہو کہ اس میں بزدلی نہ ہو (۲) اور بڑائی کے اظہار میں چیتے کی طرح ہو کہ تواضع وخاکساری نہ دکھائے (۳) بہادری میں بھیڑیے کی طرح ہو کہ اپنے جوارح سے سب کو ہلاک کر ڈالے (۴) حملہ کرنے میں خنزیر کی طرح ہو جو آگے بڑھتے ہوئے پیٹھ دکھانا جانتا ہی نہ ہو (۵) لباس میں چٹان کی طرح ہو (یعنی سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہو خَود، زرہ، وغیرہ پہنی ہو) (۶) اور صبر میں گدھے کی طرح ہو (۷) اور تعاقب و پیچھا کرنے میں کتے کی طرح ہو اگر اس کا شکار آگ میں داخل ہوتا ہے، تو وہ کتا بھی اس کے پیچھے آگ میں داخل ہو جاتا ہے (۸) موقع کی تلاش میں مرغ کی طرح ہو۔

(تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۱۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۰، تھذیب الکمال ج ۱ ص ۲۶۳، التعدیل والتجریح ج ۱ ص ۲۹۲)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۴۳ھ: میں حضرت ابوالسری ھناد بن السری بن مصعب التمیمی الدارمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابوالاحوص، شریک بن عبداللہ، اسماعیل بن عیاش اور عبثر رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ھناد

رحمہ اللہ کثرت سے رویا کرتے تھے، ایک دن قرآن مجید کی قرأت سے فارغ ہوئے، اور مسجد تشریف لے گئے، اور زوال تک نماز پڑھتے رہے، اور میں ان کے ساتھ مسجد میں ہی رہا پھر اپنے گھر لوٹ گئے، اور وضو کیا، اور واپس مسجد آئے، اور ہمارے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر اسی کیفیت پر کھڑے ہوگئے اور عصر تک نماز پڑھتے رہے جس میں رونے کی وجہ سے آپ آواز بھی بلند ہو جاتی تھی، پھر ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھی، اور قرآن مجید اٹھا کر تلاوت شروع کردی، یہاں تک کہ آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، میں نے اِن کے بعض پڑوسیوں سے پوچھا کہ یہ کتنی زیادہ عبادت کرتے ہیں، تو ان کے پڑوسیوں نے کہا کہ ان کی دن کی عبادت کا یہ حال ستر سال سے ہے، اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھ لو، تو تمہیں تو بہت تعجب ہوگا، آپ کی ولادت ۱۵۲ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱ ص ۴۶۶، تحت رقم الترجمة ۱۱۸، تهذيب الكمال ج ۳۰ ص ۳۱۳، تحت رقم الترجمة ۶۶۰۳، تهذيب التهذيب ج ۱۱ ص ۴۶۶، تحت رقم الترجمة ۱۱۸)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۴۸ھ: میں عباسی خلیفہ المنتصر باللہ کی وفات ہوئی۔

اس نے ترکوں کے ساتھ مل کر اپنے والد متوکل علی اللہ کو قتل کرادیا تھا اور خود تخت پر قابض ہوگیا تھا، لیکن بعد میں اپنے والد کی موت کے غم میں بہت پریشان رہنے لگا تھا، اور چند ماہ بعد اس کو بھی ترکوں نے طبیب سے ساز باز کرکے زہر میں بجھے ہوئے آلہ سے فصد لگوایا، جس کی وجہ سے یہ فوت ہوگیا، وفات کے وقت عمر ۲۵ سال ۶ ماہ تھی، مدتِ خلافت ۶ ماہ ۲ دن تھی۔

(ولاةِ مصر لكندى ج ۱ ص ۶۲، سير اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۵، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۶۸ تا ص ۳۷۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۴۸ھ: میں عباسی خلیفہ المستعین باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی۔

لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ترکوں سے اختلافات کی وجہ سے اس کو بھی خلافت سے معزول ہوکر جان سے ہاتھ دھونے پڑے، عمر ۳۵ سال تھی، مدتِ خلافت ۳ سال ۸ مہینے اور ۴۸ دن

www.idaraghufran.org

تھی(ولاۃِ مصر لکندی ج ا ص ۲۲ ،سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۶)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۵۰ھ: میں حضرت ابوعمرو نصر بن علی بن نصر بن علی بن صھبان جہضمی بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

قراءۃ کی روایت عرض کے طریق پر (کہ شاگرد پڑھے استاد سنے) اپنے والد رحمہ اللہ سے ،اورعرض کے بغیر سماع کے طریقے پر (کہ استاد پڑھے اورشاگرد سنے) شبل بن عباد اور اسماعیل بن خالد رحمہما اللہ سے کرتے ہیں،ابوموسیٰ محمد بن عیسیٰ الہاشمی ،محمد بن فرج التکری اورحسین بن علی بن حماد ازرق رحمہم اللہ آپ سے فنِ قراءت روایت کرتے ہیں،عباسی خلیفہ مستعین باللہ نے ایک مرتبہ آپ کو قاضی کے عہدے کی پیشکش کی،تو آپ نے فرمایا کہ میں استخارہ کرکے جواب دوں گا، آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اوراس کے بعد کھڑے ہوئے، اورآپ کی وفات ہوگئی۔

(غایۃ النھایہ فی طبقات القراء لابن الجزری ج ا ص ۲۲۵،حرف النون، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۳۶ ،تھذیب الکمال ج ۲۹ ص ۳۶۱،تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۱۹،التعدیل والتجریح ج ۲ص ۸۵۴)"وقیل مات فی سنۃ احدی وخمسین (تھذیب التھذیب ج ۱۰ ص ۲۸۵)"

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۶۰ھ: میں حضرت ابوسلیمان ایوب بن اسحاق بن ابراہیم بن سافری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ یحییٰ بن اسحٰق رحمہ اللہ کے بھائی تھے،رملہ منتقل ہونے کے بعد یہی آپ کا مسکن رہا،اورعلمِ حدیث بھی اسی مقام پر پھیلایا ونشر کیا،محمد بن عبداللہ انصاری، خالد بن محمد قطوانی،موسیٰ بن داؤد ضبی ،معاویہ بن عمر،ابوحذیفہ موسیٰ بن مسعود،عبداللہ بن یفاء اورزکریا بن عدی آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں،اتوار کے دن دمشق میں آپ کی وفات ہوئی(طبقات الحنابلۃ ج ا ص ۴۵)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۶۰ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن بن بشر بن حکم بن حبیب بن مہران نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

۱۸۰ھ کے بعد آپ کی ولادت ہوئی،علمِ حدیث حاصل کرنے کے لئے کئی سفر کئے ،

اور بڑے بڑے علماء سے طلبِ علم کیا، جن میں سے چند بڑے حضرات کے نام یہ ہیں: سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید، وکیع بن جراح، بہز بن اسد، عبدالرزاق بن ہمام، معن بن عیسیٰ، عبداللہ بن ولید العدنی اور حسین بن ولید نیشاپوری رحمہم اللہ، اور جن بڑے بڑے حضرات نے آپ سے طلبِ حدیث کیا، ان حضرات کے نام یہ ہیں: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، ابوبکر بن ابوداؤد، ابنِ خزیمہ، ابنِ صاعد، ابوعوانہ الاسفرائینی، مکی بن عبدان، ابوحامد بن بلال اور ابومحمد جارود رحمہم اللہ، گورنر عبداللہ بن طاہر رات کو خاموشی سے آپ کی مسجد میں تشریف لاتے تھے، تاکہ آپ کی تلاوت سن سکیں، کیونکہ آپ کی تلاوت میں آواز بڑی اچھی تھی۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے اپنی مجلس میں کھڑا کیا اور فرمایا کہ یہ بچہ جو بھی حدیث میری طرف سے بیان کرے، اس کی تصدیق کرو، کیونکہ یہ بچہ عقلمند ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے ''اللہ تعالیٰ کا غصہ ایسی بیماری ہے جس کے لئے کوئی دوا نہیں'' تو میں نے عرض کیا:

اللہ تعالیٰ کے غضب کی دوا سحری کے وقت استغفار کی کثرت کرنا ہے اور سچی توبہ کرنا ہے''

بدھ کی رات آپ کی وفات ہوئی، اور بدھ کے دن بعد نمازِ ظہر نمازِ جنازہ ہوئی، محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۴۴، تهذیب الکمال ج ۱۶ ص ۵۴۸)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۲۶۵ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن ھانی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، عباسی خلیفہ واثق باللہ کے دورِ حکومت میں تین دن آپ کے گھر میں روپوش رہے، حضرت فتح بن شخرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن ہانی نے بتایا کہ:

حضرت احمد بن حنبل میرے گھر میں تین راتوں تک روپوش رہے، اس کے بعد

فرمایا کہ میرے لئے کوئی اور جگہ تلاش کرو، تاکہ میں وہاں منتقل ہوجاؤں، میں نے عرض کیا کہ اے احمد بن حنبل میں آپ کو پناہ دوں گا، تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ہجرت کے وقت غارِ ثور میں تین دن تک روپوشی اختیار کی تھی، پھر وہاں سے منتقل ہوگئے تھے، تو ہمارے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ ہم راحت کی حالت میں تو نبی ﷺ کی اتباع کریں، اور مصیبت کے وقت میں نہ کریں۔

محمد بن عبید، یعلیٰ بن عبید، عبیداللہ بن موسیٰ، عبداللہ بن داؤد الخریبی، ابوالمغیرہ عبدالقدوس، علی بن عیاش، عفان، محمد بن بکار بن بلال اور خلاد بن یحییٰ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوالقاسم البغوی، ابنِ صاعد، ابونعیم بن عدی، ابنِ مخلد، محاملی، اسماعیل الصفار، ابوسعید بن الاعرابی، محمد بن سفیان اور ابنِ ابی حاتم رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، خطیب بغدادی نے آپ کو ابدال میں شمار کیا ہے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر بغداد میں کوئی ابدال ہو، تو وہ ابواسحاق نیشاپوری ہوں گے۔ جب آپ کی وفات کا وقت ہوا، تو آپ نے اپنے بیٹے سے دو مرتبہ فرمایا کہ پردہ اٹھاؤ، بیٹے نے عرض کیا کہ پردہ تو اٹھا ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے پیاس لگی ہوئی ہے، تو آپ کا بیٹا پانی لے کر آ گیا، آپ نے پوچھا کہ کیا سورج غروب ہوگیا، بیٹے نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے پانی واپس لوٹا دیا اور یہ آیت پڑھی:

" لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ "(الصافات ۶۱)

ترجمہ: "ایسی ہی کامیابی کے لئے چاہئے کہ عمل کرنے والے عمل کریں"

اور اسی کے ساتھ آپ کی روح پرواز کرگئی، بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۸، طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۳۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۶۵ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن منصور بن سیار بن معارک الرمادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۸۲ھ میں ہوئی، آپ کو علمِ حدیث میں علم کا سمندر کہا جاتا تھا، آپ کے

www.idaraghufran.org

اساتذہ درجِ ذیل ہیں: عبدالرزاق، ابوداؤد الطیالسی، ہاشم بن القاسم، عبیداللہ بن موسیٰ، اسود بن عامر، عفان، یحییٰ بن ابوبکیر اور ابوعاصم النبیل رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابنِ ماجہ، اسماعیل القاضی، ابنِ ابی الدنیا، ابوالعباس بن سریج، ابونعیم بن عدی، ابنِ ابی حاتم، محاملی، ابنِ مخلد، محمد بن عقیل البلخی، ابوبکر بن زیاد اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ، اسی طرح آپ کو علمِ حدیث میں بڑا مقام حاصل ہونے کی وجہ سے امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے ساتھ برابری کا درجہ دیا جاتا تھا، ابنِ مخلد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت رمادی رحمہ اللہ بیمار ہوتے تو آپ کی شفا اس بات سے ہوتی تھی کہ کوئی آپ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سن لے، ۸۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا، ابراہیم بن ارمہ رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۹۱، تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۹۵)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۲۸۵ھ: میں حضرت ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ بن عبدالملک بن مروان بن عبداللہ الناقد البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

خالد بن خلاشی، فضیل بن عبدالوہاب، احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، محمد بن جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (آپ کے اللہ تعالیٰ پر یقین کا یہ عالم تھا) اگر کوئی آپ سے کہتا کہ اے ابویحییٰ تمہاری کل وفات ہوگی تو ان کے اعمال میں کوئی زیادتی نہ ہوتی، آپ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں نے اللہ تعالیٰ سے چار ہزار قرآن مجید ختم کرنے کے بدلے میں ایک حورِ عین کو خرید لیا، جب میں نے آخری مرتبہ قرآن مجید ختم کیا تو میں نے ہاتفِ غیبی سے آواز سنی کہ تم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا میں وہ حورِ عین ہوں جس کو آپ نے خریدا ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کے کچھ عرصہ کے بعد ان کی وفات ہوگئی، ۲۲/ ربیع الآخر جمعہ کی رات آپ کی وفات ہوئی اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن ہوئے (طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۶۱)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۲۸۷ھ: میں حضرت ابوبکر بن ابی عاصم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بہت بڑے امام تھے، اور کثرت سے تصانیف کیں، آپ کی ولادت شوال ۲۰۶ھ میں

www.idaraghufran.org

ہوئی، آپ اصبہان کے قاضی تھے، جو کچھ ملتا تھا آپ اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردیتے تھے، فرماتے تھے کہ: میں جب سے اصبہان کا قاضی بنا ہوں تو میری آمدن چار لاکھ درہم ہوئی، لیکن میں نے ان سے ایک گھونٹ پانی یا ایک لقمے کے برابر کچھ خرچ نہیں کیا، اسی طرح میں نے اس میں سے کبھی پہننے کے لباس بھی نہیں خریدا، ۱۳ سال تک آپ قاضی کے عہدے پر فائز رہے، منگل کی رات آپ کی وفات ہوئی، آپ کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں: ''المسند الکبیر، الآحاد والمثانی، المختصر من المسند'' ابوالولید الطیالسی، عمرو بن مرزوق، ابوعمر الحوضی، محمد بن کثیر، محمد بن ابوبکر المقدمی، شیبان بن فروخ، ہدبہ بن خالد، محمد بن عبداللہ بن نمیر، ابراہیم بن محمد الشافعی اور یعقوب بن حمید بن کاسب رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ام الضحاک عاتکہ (یہ آپ کی بیٹی ہیں) احمد بن جعفر بن معبد، قاضی ابواحمد العسال، محمد بن اسحاق بن ایوب، عبدالرحمٰن بن محمد بن سیاہ، احمد بن محمد بن عاصم، احمد بن بندار الشعار اور محمد بن معمر بن ناصح رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کے بیٹے حکَم نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص۴۳۵، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۰۱، تاریخِ بغداد ج۵ ص۱۰۷)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۲۸۸ھ: میں ابوالقاسم عبیداللہ بن سلیمان بن وہب کی وفات ہوئی، آپ عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کے وزیر تھے، ولادت ۲۲۶ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص۴۹۷)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۲۹۸ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابوعثمان سعید بن اسماعیل بن سعید بن منصور نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوعثمان الحیر ی کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۳۰ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: محمد بن مقاتل، موسیٰ بن نصیر، حمید بن الربیع اور محمد بن اسماعیل الاحمسی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوعمرو احمد بن نصر، ابوبکر، ابوالحسن (یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں) ابوعمرو بن مطر اور اسماعیل بن نجید رحمہم اللہ، آپ کی دعا کا قبول ہوجانا لوگوں

www.idaraghufran.org

میں مشہور تھا، گورنر ابو صالح نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۶۶)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ ربیع الآخر ۳۰۵ ھ: میں حضرت ابو خلیفۃ فضل بن حباب عمرو بن محمد بن شعیب، جمحی بصری اعمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۰۶ھ میں ہوئی، آپ نے کم عمری ہی میں تحصیلِ علم شروع کر دیا تھا، اور بڑے بڑے مشاہیر سے اکتسابِ فیض کیا، امام قعنبی، مسلم بن ابراہیم، سلمان بن حرب، محمد بن کثیر، عمرو بن مرزوق، ابو الولید طیالسی اور حفص بن عمر حوضی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، محدث ابو عوانہ، ابو بکر صولی، ابو حاتم ابنِ حبان، ابو علی نیشاپوری، ابو القاسم طبرانی، ابو محمد بن عدی اور ابو بکر اسماعیلی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے، اور بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۰)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۳۱۳ ھ: میں حضرت ابو العباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران سراج ثقفی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۱۶ھ میں ہوئی، آپ مشہور محدثین ابراہیم و اسماعیل رحمہما اللہ کے بھائی تھے، اسحاق، قتیبہ بن سعید، محمد بن بکار بن ریان، بشر بن ولید کندی، ابو معمر قطیعی، داؤد بن رشید، محمد بن حمید رازی، محمد بن صباح جرجرائی، عمرو بن زرارہ اور ہناد بن سری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، امام مسلم، ابو حاتم رازی، ابو بکر بن ابی الدنیا، عثمان بن سماک، حافظ ابو علی نیشاپوری، ابو حاتم بستی، ابو اسحاق مزکی اور ابراہیم بن عبد اللہ اصبہانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، بقول خطیب بغدادی آپ حدیث کے معاملہ میں ثقات میں شمار ہوتے ہیں، اور کئی مشہور کتب کے مصنف ہیں، آپ بغداد میں ایک طویل عرصہ تک رہے، اور حدیث کا علم پھیلایا، ماوراء النہر (وسطی ایشیاء) کے شہر نیشاپور میں آپ کی

وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۹۷، وکذافی تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۳۴)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۳۱۸ھ: میں حضرت ابوجعفر احمد بن اسحاق بن بہلول بن حسان بن سنان تنوخی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ اصلاً انبار کے رہنے والے تھے، ۳۲۰ھ میں آپ کو بغداد کا قاضی بنایا گیا، اسحاق بن بہلول، ابراہیم بن سعید جوہری، ابوسعید اشج، مؤمل بن اہاب، ابوہشام رفاعی، محمد بن مثنیٰ یعفری، یعقوب دورقی، سفیان بن محمد مصیصی، سعید بن یحییٰ اموی، عبدالرحمٰن بن یونس رقی، محمد بن زنبور مکی اور ابوعبیدہ بن ابی السفر رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوالحسن جراحی، محمد بن اسماعیل وراق، ابوالحسن دارقطنی، ابوحفص بن شاہین اور محمد بن عبدالرحمٰن مخلص رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۳)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۳۲۴ھ: میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد بن واصل بن میمون نیساپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں، امام مزنی، ربیع، ابن عبدالحکم، محمد بن یحییٰ ذہلی، احمد بن یوسف سلمی، یونس بن عبدالاعلی، احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب، ابوزرعہ رازی، عباس بن ولید عذری اور محمد بن عزیز ایلی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں، موسیٰ بن ہارون حافظ، ابنِ عقدہ، ابواسحاق بن حمزہ، حمزہ بن محمد الکنانی، ابن المظفر، دارقطنی، ابنِ شاہین، ابوحفص کتانی، عبیداللہ بن احمد صیدلانی اور ابراہیم بن عبداللہ بن خرشیذ رحمہم اللہ، آپ نے دین کے دو بنیادی علوم ''حدیث اور فقہ'' میں خوب مہارت حاصل کی، اور اپنے ہمعصر علماء سے سبقت لے گئے، امام حاکم فرماتے ہیں کہ آپ عراق میں فقہ شافعی کے امام تھے، اور فقہ میں سب سے بڑھے ہوئے تھے، نیشاپور، عراق، مصر، شام اور حجاز میں آپ نے طلبِ علم کیا، ابوالفتح یوسف القواس فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابوبکر نیشاپوری رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم اس شخص کو جانتے ہو، جو چالیس سال تک رات کو نہ سویا ہو، اور اس کی خوراک روزانہ

پانچ (گندم) کے دانے ہوں، اور وہ فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتا ہے؟ پھر فرمایا کہ میں ہوں وہ شخص (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۶۶، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۲۰)

□......ماہِ ربیع الآخر ۳۲۹ھ: میں عباسی خلیفہ ابواسحاق احمد بن مقتدر باللہ جعفر بن المعتضد باللہ احمد بن الموفق بن المتوکل ہاشمی عباسی کا انتقال ہوا۔

اس کا لقب الراضی باللہ تھا، ۲۹۷ھ میں ولادت ہوئی، اس کی والدہ روم کی رہنے والی تھیں، مقتدر باللہ نے علمائے عصر سے تعلیم دلوائی، علامہ بغوی رحمہ اللہ سے راضی باللہ نے سماعت کی، ادب اور شاعری سے دلی لگاؤ تھا، بقول علامہ سیوطی ”راضی عقیل، سخی، ادیب، شاعر، فصیح آدمی تھا، علماء کی خدمت کرتا، اور اچھے شعر کہتا“ راضی باللہ علمی اعتبار سے نہایت لائق وفائق تھا، تاریخ، ادب اور شاعری میں صاحبِ کمال تھا، اس کا دیوان بھی ہے، اس کے علاوہ تاریخ میں اس کی معلومات بڑی وسیع تھیں، علماء اور اہلِ کمال کا بہت قدردان تھا، اس کے دربار میں بڑے بڑے اربابِ کمال جمع تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۱۰۴، تاریخِ ملت ج۲ ص ۴۸۱ تا ۴۹۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۳۳۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن سعید بن ابان ضبی بغدادی محاملی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ایک کتاب ”السنن فی الفقہ“ کے نام سے ہے، ۲۳۵ھ کے اوائل میں آپ کی ولادت ہوئی، ابوحذافہ احمد بن اسماعیل سہمی، ابوالاشعث احمد بن مقدام عجلی، عمرو بن علی فلاس، زیاد بن ایوب، ابوہشام رفاعی، یعقوب بن عورقی، محمد بن مثنیٰ عنزی اور عبدالاعلیٰ بن واصل رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، دعلج بن احمد، طبرانی، دارقطنی، ابوعبداللہ بن جمیع، ابنِ شاہین، ابراہیم بن عبداللہ بن خرشیذ، ابومحمد بن بیع اور ابوعمر بن مہدی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ابوبکر الداودی فرماتے ہیں کہ محاملی کی مجلس میں دس ہزار آدمی شریک ہوتے تھے، آپ کچھ عرصہ قاضی بھی رہے، لیکن ۳۲۰ھ میں عہدہ قضاء سے استعفیٰ دے دیا، محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ

اہلِ بغداد سے بلاؤں اور مصیبتوں کو محاملی کی وجہ سے دور فرماتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۶۱، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۲۵)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۳۳۲ھ: میں حضرت ابوالفضل عباس بن محمد بن معاذ نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ قوہیار نیشاپوری کے نام سے مشہور تھے، اسحاق بن عبداللہ بن رزین، محمد بن عبدالوہاب فراء اور علی بن حسن ہلالی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، حافظ محمد بن مظفر، ابوالحسن علوی اور ابوطاہر بن محمش رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات کا یہ واقعہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ آپ حمام تشریف لے گئے، لیکن نائی نے نشہ کی حالت میں استرے سے آپ کے سر میں گہرا زخم کردیا، جس کی وجہ سے آپ کی وفات ہوگئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۳۱)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۳۳۸ھ: میں عباسی خلیفہ ابوالقاسم عبداللہ المستکفی باللہ بن علی المکتفی باللہ بن احمد المعتضد باللہ بن ابی احمد الموفق کی وفات ہوئی۔

یہ المتقی باللہ کے بعد ۴۱ سال کی عمر میں خلیفہ بنے تھے، مستکفی باللہ نے ایک عورت قہرمانہ کو اپنے خزانے کا سیکرٹری بنالیا، اور اس کا نام علم رکھا، لیکن بعد میں معزالدولہ نے اس کی ساری حکومت پر قبضہ کرکے اس کے گزارے کے لئے پانچ ہزار ماہانہ اور تھوڑی سی جاگیر مقرر کردی، صرف خطبہ میں خلیفہ کا نام لیا جاتا، یا بعض احکام وفرامین رسماً اس کے نام سے جاری ہوتے تھے، اور تختِ خلافت پر خلیفہ کے پہلو میں معز الدولہ بیٹھا کرتا تھا، ۳۳۴ھ میں معزالدولہ نے مستکفی کو تخت سے اتار کر قید کردیا، اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں، قید کی حالت میں مستکفی کی وفات ہوئی، کل مدتِ خلافت ایک سال چار ماہ ہے۔

(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص ۱۰)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۳۵۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسن بن یعقوب بن حسن بن مقسم بغدادی عطار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۶۵ھ میں ہوئی، ابو مسلم کجی، محمد بن سلیمان باغندی، جعفر فریابی، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، موسیٰ بن اسحاق اور محمد بن یحییٰ مروزی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ رزقیہ اور ابو علی بن شاذان رحمہما اللہ سمیت بہت سے حضرات نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، علمِ معانی اور علمِ تفسیر میں آپ کی کئی تصانیف ہیں، آپ کی چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

الانوار فی علم القرآن، المدخل الی علم الشعراء، کتاب فی النحو، المصاحف، الوقف و الابتداء، اختیارہ فی القراء ات.

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۱۰۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۳۶۸ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری اندلسی قرطبی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابنِ عبدالبر کے نام سے مشہور تھے، اور کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں، ۳۹۰ھ میں آپ طلبِ علم کے لئے نکلے، اور بڑے بڑے اکابر سے کسبِ فیض کیا، آپ بڑے فقیہ، عابد اور تہجد کی پابندی کرنے والی شخصیت تھے، ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالمؤمن سے سنن ابی داؤد، اسماعیل بن محمد صفار سے امام ابوداؤد کی "ناسخ منسوخ" ابوبکر نجاد سے "مسند احمد" ابنِ سفیان سے "مؤطا" ابو عمر احمد بن محمد بن احمد بن جسور سے "المدونۃ" روایت کرتے ہیں، اس کے علاوہ ابوالمطرف عبدالرحمٰن بن مروان قنازعی، احمد بن فتح بن رسان، ابو عمر احمد بن عبداللہ بن محمد بن باجی، ابو عمر احمد بن عبدالملک بن مکوی، احمد بن قاسم تاہرتی، عبداللہ بن محمد بن اسد جہنی، ابو حفص عمر بن حسین بن نابل اور محمد بن خلیفہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابو محمد بن حزم، ابوالعباس بن دلہاث دلائی، ابو محمد بن ابی قحافہ، ابوالحسن بن مفوز، حافظ ابو علی غسانی، حافظ ابو عبداللہ حمیدی، ابو بحر سفیان بن العاص، محمد بن فتوح انصاری، ابوداؤد سلیمان بن ابی القاسم نجاح اور ابو عمران موسیٰ بن ابی تلید رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابو علی غسانی فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں قاسم بن محمد اور احمد بن خالد جباب جیسی مہارت حدیث میں کسی کو حاصل نہ تھی، اور ابن عبدالبر برابر ان کے ساتھ رہتے، اور ان سے علوم حاصل کرتے

www.idaraghufran.org

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۵۴، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۱۱۲۸)

□......ماہِ ربیع الآخر ۳۷۴ھ: میں حضرت ابوالحسن عبدالرحمٰن بن محمد بن مظفر بن محمد بن داؤد بن احمد بن معاذ داوودی بوشنجی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ نے مسند عبد بن حمید اور مسند دارمی کی سماعت ابومحمد بن حمویہ سرخسی سے بوشنج مقام میں کی، ہرات میں عبدالرحمٰن بن ابی شریح، نیشاپور میں ابوعبداللہ حاکم، ابنِ یوسف، ابنِ محمش، بغداد میں ابن الصلت، ابنِ مہدی فارسی اور علی بن عمر تمار رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ ۳۹۳ھ میں بغداد تشریف لائے، اور طویل مدت تک بغداد میں قیام کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۲۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۳۸۲ھ: میں حضرت ابوعمر محمد بن عباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ بغدادی خزاز بن حیویہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۲۹۵ھ میں ہوئی، ابوبکر محمد بن محمد باغندی، محمد بن خلف بن مرزبان، عبداللہ بن اسحاق مدائنی، ابوالقاسم بغوی، ابنِ ابی داؤد، عبید بن مؤمل، عبیداللہ بن عثمان عثمانی، بدر بن ہیثم، ابوحامد حضرمی اور محمد بن ہارون بن مجدر رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوبکر برقانی، ابوالفتح بن ابی الفوارس، احمد بن محمد عتیقی، ابومحمد خلال، علی بن محسن تنوخی اور ابومحمد جوہری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۴۱۰)

□......ماہِ ربیع الآخر ۳۹۸ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن علی بن احمد بن محمد بن فرج بن لال ہمذانی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۳۰۸ھ میں ہوئی، آپ ابنِ لال کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں، قاسم بن ابی صالح، عبدالرحمٰن جلاب، عبداللہ بن احمد زعفرانی، اسماعیل صفار، علی بن فضل ستوری، ابوسعید بن اعرابی، ابونصر محمد بن حمدویہ مروزی، حفص بن عمر اردبیلی اور عبداللہ بن عمر بن شوذب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: جعفر بن محمد ابہری، محمد بن عیسیٰ صوفی، حمید بن مامون، ابومسعود احمد بن محمد بجلی، احمد بن عیسیٰ بن عباد اور ابوالفرج

www.idaraghufran.org

عبدالحمید بن حسن رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج۷ ص ۷۶)

پانچویں صدی ہجری کے واقعات

□...... ماہِ ربیع الآخر ۴۰۳ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن خلف معافری قروی مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حافظ حمزہ بن محمد کتانی، ابوزید مروزی، ابنِ مسرور دباغ اور دراس بن اسماعیل رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ علمِ اسماءِ الرجال، علمِ فقہ، علمِ اصول اور علمِ کلام میں بہت ماہر شمار کئے جاتے تھے، اوران علوم میں آپ کی کئی تصانیف ہیں، ان میں سے چند مشہور کتب یہ ہیں:

المهد، احكام الديانات، المنقذ من شبه التاويل، المنبه للفطن، ملخص المؤطا، المناسک، الاعتقادات.

آپ کی ولادت ۳۲۴ھ میں ہوئی، اور قیروان شہر میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۱۶۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۴)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۴۱۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن حسین بن عبداللہ بن صالح بن شعیب بن فنجویہ ثقفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ہارون عطار، ابوعلی بن حبش، ابوبکر بن سنی، ابوبکر قطیعی، عیسیٰ بن خامد رخجی، ابوالحسین احمد بن جعفر بن حمدان دینوری اور اسحاق بن محمد نعالی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، جعفر ابہری، عبدالرحمٰن بن مندہ، سعد بن حمد، ابوالفضل قومسانی، ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ، احمد بن محمد بن صاعد، علی بن احمد بن اخرم مؤذن، ابوصالح احمد بن عبدالملک مؤذن اور محمد بن یحییٰ کرمانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے شہر نیشاپور میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۸۴)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۴۲۴ھ: میں حضرت ابوطاہر حمزہ بن محمد بن طاہر بن یونس بن جعفر بن محمد بن صباح دقاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

www.idaraghufran.org

آپ عباسی خلیفہ مہدی کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ کی ولادت ۳٦٦ھ میں ہوئی، محمد بن مظر، ابوبکر بن شاذان، علی بن عمر سکری، ابوالحسن دار قطنی، ابوحفص بن شاہین اور حسن بن احمد بن سعید مالکی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، علی بن حسن بن جدا عکبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوطاہر کو فوت ہونے کے بعد خواب میں دیکھا، اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا، میں نے پوچھا کسی چیز کی وجہ سے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے فضل وکرم سے۔

(تاریخِ بغداد ج۸ص ۱۸۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۳۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن فضل بن نظیف مصری فراء رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت صفر ۳۴۱ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوالفوارس احمد بن محمد بن سندی صابونی، عباس بن نصر رافقی، احمد بن حسن بن اسحاق بن عتبہ رازی، احمد بن محمد بن ابی الموت مکی، ابوبکر احمد بن ابراہیم بن عطیہ حداد، احمد بن محمود شمعی، عبداللہ بن جعفر بن ورد اور محمد بن عمر بن مسرور حطاب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوجعفر احمد بن محمد کاکو، شیخ لوجیہ شحامی، ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی، ابوبکر بیہقی، ابوالقاسم قشیری، ابوالقاسم بن ابی العلاء مصیصی، اور قاضی ابوالحسن خلعی رحمہم اللہ، ۹۰ سال کے قریب عمر پائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۴۷۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۴ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن علی بن محمد بن علی بن احمد بن وھب تمیمی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۵۵ھ میں ہوئی، امام ابوبکر قطیعی رحمہ اللہ سے ان کی مسند، اور ان کی کتاب الزہد اور فضائل الصحابہ کی سماعت کی، ابومحمد بن ماسی، ابوسعید حرفی، ابوالحسن بن لؤلؤ وراق اور ابوبکر بن شاذان رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، خطیب بغدادی، ابن خیرون، ابنِ ماکولا، حسین بن طیوری، علی بن بکر بن حید، علی بن عبدالوہاب ہاشمی، محمد بن مکی بن دوست، ابوطالب

عبدالقادر بن محمد، ابو طاہر عبدالرحمٰن بن احمد یوسفی، ابو غالب عبیداللہ بن عبدالملک شہرزون، ابوالمعالی احمد بن محمد بن بخاری اور ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن محمد بن حصین رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۴۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۵۰ھ: میں حضرت ابو عبداللہ حسین بن محمد بن طاہر بن یونس بن جعفر بن محمد بن صباح رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۷۱ھ میں ہوئی، آپ مشہور شخصیت حمزہ بن محمد بن طاہر رحمہ اللہ کے بھائی تھے، عثمان بن محمد ادمی، ابو حفص بن شاہین، علی بن عمر سکری، ابوالحسن دارقطنی، محمد بن عبداللہ بن اخی میمی، ابو حفص کتانی اور ابو طاہر مخلص رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور بابِ حرب کے مقبرہ میں دفن ہوئے(تاریخِ بغداد ج۸ ص ۱۱۰)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۵۱ھ: میں حضرت ابو عثمان سعید بن محمد بن ابی الحسین احمد بن محمد بن جعفر بن محمد بن بجیر بجیری نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

اپنے دادا ابوالحسین اور زاہر بن احمد سرخسی، ابو عمرو بن حمدان، ابو احمد حاکم، ابو علی حسن بن احمد حیری، ابوالہیثم کشمیہنی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ہبۃ اللہ بن سہل، زاہر بن طاہر، محمد بن فضل فراوی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ نے تین مرتبہ حج کیا، اور ہندوستان اور روم کے جہاد میں حصہ لیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۰۴، تحت رقم الترجمۃ ۴۹)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۶۳ھ: میں حضرت ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری اندلسی قرطبی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ عبدالبر کے نام سے مشہور تھے، اور کئی مشہور کتابوں کے مصنف ہیں۔

آپ کی ولادت ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ 368 ہجری میں ہوئی، 390 ہجری کے بعد طلبِ علم کیا، اور بڑے بڑے مشاہیر سے علوم حاصل کیے، اور طویل عمر پائی، آپ کی سند بہت اونچی شمار ہوتی ہے، اور آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، ابو محمد عبداللہ بن محمد بن

عبدالمومن سے ''سنن ابی داؤد'' کی سماعت کی، اور اسماعیل بن محمد الصفار سے ''الناسخ والمنسوخ'' اورابوبکرالنجاد سے ''مسنداحمد'' سعید بن نصر سے ''الموطأ'' اورابوعمراحمد بن محمد بن احمد بن جسور سے ''المدونۃ'' کی سماعت کی، اس کے علاوہ اور بھی کئی مشاہیر سے علوم حاصل کیے، ابومحمد بن حزم، ابوالعباس بن دلہاث دلائی، ابومحمد بن ابی قحافۃ ابوالحسن بن مفوز، حافظ ابوعلی غسانی، ابوعبداللہ حمیدی، ابوبحر سفیان بن عاص، محمد بن فتوح انصاری، ابوداؤد سلیمان بن ابی القاسم نجاح اور ابوعمران موسیٰ بن ابی تلید رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

ابوعلی بن سکرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالولید باجی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اندلس میں ابوعمر بن عبدالبر جیسا حدیث کا عالم کوئی نہ تھا، اوراہلِ مغرب میں سے بڑے حافظ شمار ہوتے تھے۔
آپ نے امام مالک کی ''الموطأ'' کی شرح ''التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید'' کے نام سے لکھی، اس کے علاوہ آپ کی مندرجہ ذیل کتب ہیں:

''الاستذکار لمذهب علماء الأمصار،الاستیعاب فی أسماء الصحابة،جامع بیان العلم وفضله، الکافی فی مذهب مالک،الاکتفاء فی قراء ة نافع وأبی عمرو ، التقصی فی اختصار الموطأ، الإنباه عن قبائل الرواة،الانتقاء لمذاهب الثلاثة العلماء مالک وأبی حنیفة والشافعی،البیان فی تلاوة القرآن،الأجوبة الموعبة،الکنی،المغازی، القصد والأمم فی نسب العرب والعجم،الشواهد فی إثبات خبر الواحد،الإنصاف فی أسماء الله،الفرائض،أشعار أبی العتاهیة''

جمعہ کی رات میں 95 سال کی عمر میں آپ کو انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۵۹، تحت رقم الترجمة ۸۵ ،تذکرة الحفاظ ج۳ص ۲۱۸ ،طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۳۱)

www.idaraghufran.org

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۷۸ھ: میں امام الحرمین حضرت ابوالمعالی عبدالملک بن امام ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد بن حیویہ جوینی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام الحرمین جوینی کے نام سے مشہور ہیں، 419 ہجری میں آپ کی ولادت ہوئی، ابوعبداللہ فراوی، زاہر شحامی، احمد بن سہل المسجدی رحمہم اللہ، آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں۔

آپ کے والد اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے، والد کے وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۰ سال تھی، اوران کی وفات کے بعد آپ نے ان کی جگہ بیٹھ کر تدریس شروع کی، آپ کی مشہور کتب درجِ ذیل ہیں:

”نهاية المطلب فى المذهب،الإرشاد فى أصول الدين ،الرسالة النظامية فى الأحكام الإسلامية،الشامل فى أصول الدين،البرهان فى أصول الفقه،مدارك العقول،غياث الأمم فى الإمامة،مغيث الخلق فى اختيار الأحق،غنية المسترشدين“

۲۵ ربیع الثانی کو آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۷۶، تحت رقم الترجمة ۲۴۰)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۹۴ھ: میں حضرت ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن احمد بن زاز سرخسی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ فقہ شافعیہ کے بہت بڑے عالم شمار ہوتے ہیں، آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، استاذ ابوالقاسم القشیری، حسن بن علی المطوعی، ابوالمظفر محمد بن احمد تمیمی اور بہت سے حضرات سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، احمد بن محمد بن اسماعیل نیشاپوری، ابوطاہر سنجی اور عمر بن ابی مطیع نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۵۴، تحت رقم الترجمة ۸۰)

www.idaraghufran.org

چھٹی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الآخر ۵۰۳ھ: میں حضرت ابوالفتیان عمر بن عبدالکریم بن سعدویہ بن مہمت دہستانی رواسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۴۲۸ ہجری میں ہوئی، آپ نے اپنے علاقے میں مشہور محدث ابومسعود بجلی رازی سے علمِ حدیث حاصل کیا، اور طویل عرصے تک ان کی صحبت میں رہے، نیشاپور میں ابوحفص بن مسرور، عبدالغافر فارسی اور ابوعثمان صابونی سے، بحران میں مبادر بن علی سے، اور بغداد میں قاضی ابویعلیٰ بن فراء اور ابوجعفر بن مسلمہ سے علوم حاصل کیے، ابوبکر خطیب، ابوحامد غزالی، ابوحفص عمر بن محمد جرجانی، محمد بن عبدالواحد دقاق، فقیہ نصر بن ابراہیم مقدسی، حافظ اسماعیل بن محمد تیمی، محمد بن حسن جوینی اور بہت سے مشاہیر آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

۷۵ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۳۱۹، تحت رقم الترجمۃ ۲۰۲، تذکرۃ الحفاظ ج۴ص ۲۴، طبقات الحفاظ ج ا ص ۴۵۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۵۱۲ھ: میں عباسی خلیفہ ابوالعباس مستظہر باللہ احمد بن مقتدی بامراللہ کا انتقال ہوا۔

اس کی ولادت شوال ۴۷۰ ہجری میں ہوئی، اس کی مدتِ خلافت ۲۵ سال ہے۔

مستظہر کے عہد میں بڑے بڑے حادثات رونما ہوئے، مشرقی ممالک میں فرقہ باطنیہ نے بے حد ظلم ڈھائے، سلجوقیوں کی خانہ جنگی اور صلیبی جنگوں کی وجہ سے پورا ملک میدانِ جنگ بنا رہا۔

علمی اعتبار سے مستظہر فاضل تھا، حسنِ انتظام اور رعایا کے سکون وراحت اور فارغ البالی کے لحاظ سے اس کا دور ممتاز تھا، گو اس کے عہد میں سلجوقی امراء آپس میں برسرِ پیکار تھے، اور فرقہ

باطنیہ کی شورش اپنی جگہ تھی، اور صلیبی جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے، مگر اس کی حسنِ قابلیت کی وجہ سے بغداد محفوظ تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۹۹، تحت رقم الترجمة ۲۳۶، تاریخِ ملت، جلد دوم، صفحہ ۵۶۵ تا ۵۷۵، ملخصاً)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۵۳۳ھ: میں حضرت ابوالقاسم زاہر بن طاہر بن محمد بن محمد نیشاپوری شحامی مستملی شروطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ذوالقعدة ۴۴۶ ہجری میں ہوئی، علی بن محمد بحاثی سے ''صحیح ابنِ حبان'' امام بیہقی سے ان کی ''السنن'' کنجروذی سے ''مسندابی یعلیٰ'' کی سماعت کی، ابوعثمان سعید بن محمد بجیری، محمد بن محمد بن حمدون، ابویعلیٰ بن صابونی، ابوبکر محمد بن حسن مقری، محمد بن علی خشاب، ابوالولید حسن بن محمد دربندی، ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ماواء النہر کے علاقے نیشاپور میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۱۲، تحت رقم الترجمة ۵)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۵۴۳ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عربی اندلسی اشبیلی مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۴۶۸ھ میں ہوئی، آپ کے والد ابومحمد، ابنِ حزم ظاہری کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے، بغداد میں طراد بن محمد زینبی، ابوعبداللہ نعالی، ابوالخطاب ابن البطر، جعفر سراج، دمشق میں فقیہ نصر بن ابراہیم مقدسی اور ابوالفضل بن فرات، بیت المقدس میں مکی بن عبدالسلام رمیلی، حرم شریف میں حسین بن علی طبری، مصر میں قاضی ابوالحسن خلعی اور محمد بن عبداللہ بن داؤد فارسی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، عبدالخالق بن احمد بن یوسفی، قاضی احمد بن خلف اشبیلی، حسن بن علی قرطبی، ابوبکر محمد بن عبداللہ فہری، ابوالقاسم عبدالرحمٰن خثعمی سہیلی، محمد بن ابراہیم بن فخار، محمد بن یوسف بن سعادہ، محمد بن جابر ثعلبی اور بہت سے حضرات نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں:

”عارضة الأحوذی فی شرح جامع أبی عیسی الترمذی، کوکب الحدیث والمسلسلات، الأصناف فی الفقه، أمهات المسائل، نزهة الناظر، ستر العورة، المحصول فی الأصول، حسم الداء فی الکلام علی حدیث السوداء، کتاب فی الرسائل وغوامض النحویین، ترتیب الرحلة، للترغیب فی الملة، الفقه الأصغر المعلب الأصغر.“

(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ص۲۰۳، تحت رقم الترجمة ۱۲۸، تذکرة الحفاظ ج۴ص۶۳، طبقات الحفاظ ج۱ص۴۶۹)

□......ماہِ ربیع الآخر ۵۵۵ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن علی بن مسلم بن موسیٰ بن عمران قرشی یمنی زبیدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۴۶۰ھ میں ہوئی، ابنِ جوزی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”وہ حق بات کرتے تھے، اگرچہ وہ کڑوی ہوتی، اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہ کرتے“ سمعانی فرماتے ہیں کہ آپ کو علمِ نحو میں بڑی مہارت حاصل تھی، اور وعظ وغیرہ کہتے تھے، آپ کے بیٹے اسماعیل فرماتے ہیں کہ ”میرے والد، مرض الموت کے دوران ہررات کو اللہ، اللہ، پندرہ ہزار مرتبہ پڑھتے تھے، اور برابر پڑھتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی روح پرواز کرگئی“

(سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ص۳۱۹، تحت رقم الترجمة ۲۱۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۵۶۱ھ: میں مشہور ومعروف بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا پورا نام ونسب اس طرح:

” شیخ ابومحمد عبدالقادر ابن ابی صالح عبداللہ بن جنکی دوست جیلی حنبلی.

آپ کی ولادت ۴۷۱ھ میں ''جیلان'' کے مقام پر ہوئی، جوانی میں ہی آپ بغداد تشریف لے آئے، ابوغالب باقلانی، احمد بن مظفر بن سوس، ابوالقاسم بن بیان، جعفر بن احمد سراج، ابوسعد بن خشیش اور ابوطالب یوسی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، سمعانی، عمر بن علی قرشی، حافظ عبدالغنی، شیخ موفق الدین بن قدامہ، عبدالرزاق، شیخ علی بن ادریس، احمد بن مطیع باجسرائی، ابوہریرہ محمد بن لیث وسطانی، اکمل بن مسعود ہاشمی اور ابوطالب عبداللطیف بن محمد بن قبیطی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔

سمعانی فرماتے ہیں کہ عبدالقادر، جن کا تعلق ''جیلان'' سے تھا، حنابلہ کے امام تھے، اور اپنے زمانے میں حنابلہ کے شیخ تھے، نیک، صالح فقیہ تھے، کثرت سے ذکر کرتے تھے، ہمیشہ فکرِ آخرت غالب رہتی، اللہ کی یاد میں کثرت سے رونے والے تھے، مخرمی سے تفقہ حاصل کیا، اور شیخ حماد دباس کی صحبت اختیار کی، آپ ''باب الازج'' کے مقام پر موجود مدرسہ میں رہتے تھے، جو آپ ہی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

آپ نے نوے سال کی عمر پائی، آپ کے مریدین اور شاگردوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے، جن کو گننا مشکل ہے، آپ کو آپ کے مدرسے میں ہی دفن کیا گیا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص ۴۳۹ الیٰ ۴۵۰، تحت رقم الترجمة ۲۸۶)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۵۶۶ھ: میں عباسی خلیفہ ابوالمظفر یوسف بن مقتفی لامراللہ محمد بن مستظہر بن مقتدی عباسی کی وفات ہوئی۔

اس کا لقب ''المستنجد باللہ'' تھا، ۵۱۰ھ میں اس کی ولادت ہوئی، عباسی خلیفہ ''مقتفی لامراللہ'' کی وفات کے دن ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں اس کی خلافت کے لیے بیعت ہوئی، علامہ ابنِ خلدون کے بقول ''خلیفہ مستنجد خلفائے بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہے، جس نے استقلال اور استحکام کے ساتھ زمامِ حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لی، اس سے پہلے حکومت وخلافت موصل، واسط، بصرہ اور حلوان میں منتشر ہوگئی تھی، اور حکمرانی کمزور ہوگئی تھی، اس نے اپنی حسنِ تدبیر سے دوبارہ ان علاقوں پر غلبہ حاصل کیا، اور آزادانہ طور پر خلافت کے فرائض

سرانجام دینے لگا۔

مستنجد باللہ نے دس سال خلافت کی، اور ۵۶ سال کی عمر میں وفات ہوئی، مستنجد باللہ عادل اور فیاض تھا، اور مفسدوں فتنہ پردازوں کے لیے نہایت سخت تھا، مستنجد باللہ نے اکابر علماء کو اپنے دربار میں جگہ دی، نظام الملک کے مدرسہ کو ترقی، اس مدرسہ کے صدر المدرس حضرت عبدالقاہر سہروردی تھے، مستنجد کے دس سالہ حکمرانی میں اکابر صوفیاء کا بغداد میں قیام تھا، ان کے علمی فیض سے ان دونوں بغداد فضل وکمال کا مرکز بن گیا تھا، خانقاہیں طالبانِ علم سے بھری ہوئی تھیں، اس کے زمانے میں اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۴۱۸، تحت رقم الترجمۃ ۲۷۴، تاریخِ ملت، ج ۲ ص ۵۹۹ تا ۶۰۴)

□......ماہِ ربیع الآخر ۵۷۶ھ: میں حضرت ابوطاہر احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم اصبہانی جروانی سلفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ''اصبہان'' میں تقریباً ۴۷۲ھ کے لگ بھگ ہوئی۔

ابومطیع محمد بن عبدالواحد صحاف، محمد بن عبدالجبار قوسانی، ابوطالب احمد بن ابی ہاشم کندلانی، احمد بن عبدالغفار بن اشتہ، اسماعیل بن علی سیلقی، ابوالفضل احمد بن محمد بن حسن بن سلیم مؤدب اور بہت سے مشاہیر اہلِ علم سے علمِ حدیث کی سماعت کی، حافظ محمد بن طاہر مقدسی، محدث سعد الخیر، ابوالعز محمد بن علی ملقاباذی، علی بن ابراہیم سرقسطی، طیب بن محمد مروزی اور ابوسعد سمعانی وغیرہ بڑے حضرات نے آپ سے علمِ حدیث کی سماعت کی۔

آپ ہمہ وقت علمِ دین کی درس وتدریس میں مشغول رہتے، ابوعلی اوقی کہتے ہیں کہ ''میں نے ابوطاہر سلفی سے سنا کہ میں نے ''اسکندریۃ'' میں چھ سال گزارے، مگر میں اس کے میناروں کو اپنے بیٹھنے کی مجلس کی کھڑکی ہی سے دیکھا'' حافظ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ ''ابوطاہر سلفی کثرت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے تھے، یہاں تک کہ ان کے پڑوس سے بہت سے منکرات ختم ہوگئے''

(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱ ص ۱ الیٰ ۳۹، تحت رقم الترجمۃ ۱)

www.idaraghufran.org

□......ماہِ ربیع الآخر ۵۸۱ھ: میں حضرت ابو محمد عبدالحق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حسین بن سعید ازدی اندلسی اشبیلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۵۱۴ ہجری میں ہوئی، علامہ ذہبی نے آپ کو ''امام، حافظ، بارع، مجود'' کے القابات سے نوازا ہے، اپنے زمانے میں آپ ''ابن الخراط'' کے نام سے مشہور تھے۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوالحسن شریح بن محمد، ابوالحکم بن برجان، عمر بن ایوب، ابوبکر بن مدیر، ابوالحسن طارق بن یعیش اور طاہر بن عطیہ رحمہم اللہ۔

آپ فقیہ، حافظ اور علمِ حدیث وعلل کے عالم تھے، اور علمِ اسماء الرجال کے بہت زیادہ جاننے والے تھے، خیر، صلاح، ورع، اتباعِ سنت، دنیا سے بچنے، اور علمِ ادب وشعر کے ساتھ متصف تھے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱ ص ۱۹۹، تحت رقم الترجمة ۹۹)

□......ماہِ ربیع الآخر ۵۹۷ھ: میں حضرت ابوشجاع محمد بن ابومحمد بن ابوالمعالی بن مقرون بغدادی لوزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ''ابن المقرون'' کے نام سے مشہور تھے، علمِ قرائت ابومحمد سبط الخیاط اور ابوالکرم شہروزی سے، اور ابوالحسن بن عبدالسلام سے ان کی کتاب ''الجعدیات'' کی سماعت کی، اس کے علاوہ علی بن صباغ، ابوالفتح بیضاوی، ابوالفضل ارموی اور بہت سے حضرات سے سماعت کی۔

ابن النجار فرماتے ہیں کہ آپ کی جنازہ میں بہت کثرت سے لوگ شریک ہوئے، میں ان کے جنازہ کے علاوہ میں اتنے زیادہ افراد کو شریک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱ ص ۳۲۵، تحت رقم الترجمة ۱۷۰)

ساتویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الآخر ۶۰۹ھ: میں حضرت ابواحمد عبدالوہاب بن شیخ امین ابی منصور علی بن علی بن عبیداللہ بن سکینہ بغدادی صوفی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

www.idaraghufran.org

آپ ''ابن السکینۃ'' کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت شعبان ۵۱۹ھ میں ہوئی۔

اپنے والد سے ''الجعدیات'' کو، اور ہبۃ اللہ بن حصین سے ''غیلانیات'' روایت کرتے ہیں، ابو غالب محمد بن حسن ماوردی، زاہر حشامی، قاضی مارستان، محمد بن حمویہ جوینی، ابوسعد بغدادی، ابو منصور قراز، اسماعیل بن سمرقندی اور ابوالحسن بن توبہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، شیخ موفق الدین، ابن الصلاح ابوموسیٰ بن حافظ، ابنِ خلیل، ضیاء، ابنِ نجار، ابن الدبیثی، محمد بن غنیمہ اسکاف، محمد بن عسکر طیب، عماد محمد ابن السہر وردی، اور احمد بن ہبۃُ اللہ ساوجی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

ابنِ نجار فرماتے ہیں کہ ''ہمارے شیخ ابنِ سکینہ، علمِ حدیث، زہد، اور حسنِ سیرت میں عراق کے شیخ تھے، اور سنت اور سلفِ صالحین کی موافقت کرنے والے تھے، اور طالبانِ علم دور دراز سے آپ کے پاس تشریف لاتے تھے، ضبطِ اوقات کے بہت پابند تھے، ان کا اکثر وقت ذکر وتلاوت اور تہجد وغیرہ میں گزرتا تھا، اپنے گھر سے صرف جمعہ یا عید یا جنازہ کے لیے نکلتے تھے، اور نیک لوگوں سے محبت کرتے تھے، اور علماء کی تعظیم کرتے تھے، اور لوگ کے لیے تواضع اختیار کرتے تھے، اکثر یہ دعاء کرتے کہ اللہ ان کو مسلمان کی موت عطا فرمائے، میں نے ان کی بیس سال تک دن ورات صحبت اٹھائی''۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱ ص ۵۰۵، تحت رقم الترجمة ۲۶۲)

□......ماہِ ربیع الآخر ۶۱۶ھ: میں حضرت ابوالبقاء عبداللہ بن حسین بن ابی البقاء عبداللہ بن حسنین عکبری بغدادی ضریر نحوی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۵۳۸ھ میں ہوئی۔

علم الروایات، علی بن عساکر بطائحی سے، علمِ عربی، ابن الخشاب اور ابوالبرکات بن نجاح سے، اور علم فقہ، قاضی ابویعلیٰ صغیر محمد بن ابی خازم اور ابوحکیم نہروانی سے، اور علمِ حدیث ابوالفتح ابن البطی، ابوزرعہ مقدسی اور ابوبکر بن نقور سے حاصل کیا، ابن الدبیثی، ابن النجار، ضیاء مقدسی اور جمال بن صیرفی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

www.idaraghufran.org

ابنِ نجار فرماتے ہیں کہ میں ان کی اکثر تصانیف کو ان کے سامنے قرائت کیا ہے، اور ایک مدت تک ان کی صحبت اختیار کی، آپ ثقہ، متدین، اچھے اخلاق والے متواضع شخصیت تھے۔
آپ کی مشہور تصانیف درجِ ذیل ہیں:

”تفسیر القرآن،إعراب القرآن،إعراب الشواذ،متشابه القرآن،عدد الآی،إعراب الحدیث،تعلیقة فی الخلاف،شرح لهدایة أبی الخطاب، المرام فی المذهب،مصنف فی الفرائض،شرح الفصیح،شرح الحماسة، شرح المقامات،شرح الخطب“.

(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۹۳ ، تحت رقم الترجمة ۶۴)

□......ماہِ ربیع الآخر ۶۲۱ھ: میں حضرت ابوسلیمان داؤد بن سلیمان بن داؤد بن عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عمر بن حوط اللہ انصاری حارثی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ کی ولادت ۵۵۲ھ میں ہوئی۔
اپنے والد اور اپنے بھائی ابو محمد سے، اور ابوالقاسم بن حبیش، ابوالقاسم بن بشکوال، ابوعبداللہ بن حمید، ابوعبداللہ بن زرقون، ابوعبداللہ بن فخار، عبدالحق بن بونہ اور ابو محمد بن عبیداللہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی۔
آپ نے علمِ حدیث کو حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ سفر کیے، اور بہت جگہ سے علوم حاصل کیے، آبار فرماتے ہیں کہ آپ کے شیوخ کی تعداد ۲۰۰ سے زیادہ ہے، آپ اور آپ کے بھائی اندلس کے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔
ابنِ مسدی فرماتے ہیں کہ آپ کے جنازے پر جس کثرت سے لوگ روئے، اس سے زیادہ روتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

(سیر اعلام النبلاء ، ج ۲۲ ص ۱۸۵ ، تحت رقم الترجمة ۱۲۵)

□......ماہِ ربیع الآخر ۶۳۴ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن احمد بن عمر بن حسین بغدادی رحمہ

www.idaraghufran.org

اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت رجب ۵۴۶ ھ میں ہوئی، اپنے والد فقیہ ابوالعباس قطیعی سے سماعت کے علاوہ ابوبکر زغوانی، نصر بن نصر عکبری، ابوجعفر احمد بن محمد عباسی، ابوالوقت سجزی، ابوالحسن بن الخل الفقیہ اور سلمان الشحام سے حدیث کی سماعت کی، اس کے علاوہ موصل میں یحییٰ بن سعدون قرطبی اور ابوالفضل طوسی سے، اور دمشق میں عبداللہ بن عبدالواحد کنانی، ابوالمعالی بن صابر اور محمد بن حمزہ قرشی سے حدیث کی سماعت کی، ابن الدبیثی، ابن النجار، سیف بن مجد، جمال شریشی، عز فاروثی، علاء بن بلبان، احمد بن محمد ابن الکسار، فقیہ سعید بن احمد طیبی، مجد عبدالعزیز بن خلیلی، عیسیٰ مطعم، احمد بن ابی طالب اور ابونصر ابن الشیر ازی نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

آپ نے مشہور محدث ابوالفرج ابن الجوزی کی طویل عرصہ تک صحبت اٹھائی، اور ان سے وعظ ونصیحت حاصل کیا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۲۳ ص۱۰، تحت رقم الترجمة ۴)

□......ماہِ ربیع الآخر ۶۴۵ ھ: میں حضرت جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم بن سعید بن قاید مغربی مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ''ریغ'' کے مقام پر ہوئی، اور جوانی میں آپ مصر تشریف لے آئے، اور مصر میں علمِ حدیث حاصل کیا۔

ابنِ بری، ابنِ عوف اور ابومحمد شاطبی سے علمِ حدیث حاصل کیا، اور ابومحمد شاطبی سے امام مالک کی ''الموطأ'' کی سماعت بھی کی، منذری، ابن العمادیۃ اور دمیاطی نے آپ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔

علمِ لغت میں آپ کی ایک اہم تصنیف بھی ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ''آپ متقی تھے، گناہوں سے بچنے والے تھے، عادل تھے، اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کی پروانہ کرتے، کامل لوگ آپ پر فخر کرتے، اور آپ کی برکت کا

اعتقاد رکھتے، آپ کو بغیر طلب کے خطابت اور قضاء ملی، پھر کچھ عرصے کے بعد آپ نے خطابت کو چھوڑ دیا، اور پھر کچھ عرصے کے بعد قضاء کو بھی چھوڑ دیا، اور فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو، تا کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں‘‘

آپ چالیس سال تک قاضی رہے، ۲۲ ربیع الثانی کو قضاء چھوڑنے کے ایک سال بعد آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۲۳ ص ۲۷۳، تحت رقم الترجمۃ ۱۸۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۶۷۵ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن محمد بن ابی القاسم عدوی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۵۹۴ ہجری میں ہوئی، شیخ الموفق سے مسند الشافعی، کتاب الرقی، العوذ للنرسی کی سماعت کی۔

(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۲۵۴)

□......ماہِ ربیع الآخر ۶۸۲ھ: میں حضرت ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ صالحی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۵۹۷ھ کے اوائل میں ہوئی۔

اپنے والد ابوعمر، اور اپنے چچا شیخ موفق سے سماعت کے علاوہ عمر بن طبرزذ، ابوالیمن الکندی، ابوالقاسم بن حرستانی اور بہت سے حضرات سے سماعت کی۔

ابن الجوزی اور ابوجعفر صیدلانی کے علاوہ بہت سے حضرات سے آپ کو اجازت حاصل ہے۔

آپ نے ساٹھ سال تک حدیث کی خدمت کی، اور آپ ایسی شخصیت ہیں کہ سب لوگ آپ کی تعریف میں مشغول رہے، اور علم وعمل اور آپ کے اچھے اخلاق کی تعریف کرتے رہے، حافظ ضیاء آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ بڑے عالم اور سراپا خیر تھے، امام نووی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ میرے بڑے شیوخ میں شمار ہوتے ہیں۔

(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۱ ص ۳۷۶)

Idara Ghufran

□......ماہِ ربیع الآخر ۶۹۹ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن عبدالدائم بن نعمہ بن احمد مقدسی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا

آپ کی ولادت ۶۱۷ھ میں ہوئی۔

بہاء عبدالرحمٰن، ابن الزبیدی، ابن اللتی، ابنِ عنان، ابنِ صباح، مکروم، جمال ابی موسیٰ، اربلی اور ہمدانی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، بعد میں آپ بغداد تشریف لے آئے، اور کاشغری کی صحبت اختیار کی، پھر بعلبک تشریف لے گئے، اس کے بعد بصرہ اور واسط تشریف لے گئے۔

آپ کثرت سے تلاوت کرتے تھے، آخری عمر میں معذور ہوگئے تھے، آپ کے بیٹے ابن الجناز نے آپ کی حیات ہی میں آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ص ۱۱)

آٹھویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الآخر ۷۰۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن دباہی بغدادی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت تقریباً ۶۳۶ھ میں ہوئی، کیونکہ انہوں نے مجھ سے خود کہا کہ مجھے، عباسی خلیفہ مستنصر باللہ کی وفات یاد ہے، اور اس کی وفات ۶۴۰ھ میں ہوئی تھی، اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے نشتبری سے اجازت حاصل ہے، اور شیخ یحییٰ بن یوسف صصری میری والدہ کے ماموں ہیں، اور میں نے شیخ عبداللہ کتیلہ کے ساتھ ایک مدت تک صحبت اختیار کی، اور ان کے ساتھ سفر بھی کیا۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ شمس الدین اچھے کلام والے تھے، اور تکلف سے پرہیز کرتے تھے، اور ان کے اندر اخلاص وافر مقدار میں موجود تھا، اتباعِ سنت کا بہت زیادہ اہتمام تھا، اور وعظ کرنے میں فصیح و بلیغ تھے، روم، جزیرہ، مصر، شام اور حجاز کے اسفار کیے، پھر

www.idaraghufran.org

دمشق تشریف لے آئے، تو ہم ان کی مجالس سے مستفید ہوئے، طویل بیماری کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔

(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۱۶۸)

□......ماہِ ربیع الآخر ۷۳۴ھ: میں حضرت ابواسحاق براھیم بن یحییٰ بن احمد دمشقی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۶۴۵ھ میں ہوئی۔

علی بن عبدالدائم اور شرف بن نابلسی اور دیگر حضرات سے علمِ حدیث حاصل کیا، ابو محمد برزالی نے ان کے بارے میں حکایت کیا ہے کہ انہوں نے ''صالحیہ'' میں حفظِ قرآن کیا، اور امام احمد کے مذہب کا ایک حصہ حاصل کیا، اس کے بعد انہوں نے فقہ حنفی کو اختیار کیا، پھر اس کے بعد آپ نے ۷۰۸ھ میں حج کیا۔

(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۱ ص ۱۶۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۷۵۸ھ: میں حضرت محبّ الدین ابوالثناء محمود بن علی بن اسماعیل بن یوسف تبریزی قونوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت مصر میں ۷۱۳ھ میں ہوئی، بچپن کی حالت میں ہی آپ کے والد فوت ہو گئے تھے، اس کے بعد آپ طلبِ علم میں مشغول ہو گئے، اور اس زمانے کے بڑے بڑے مشائخ سے علم حاصل کیا، آپ کے دوست اسنوی نے ''طبقات'' میں آپ کے حالات کو جمع کیا ہے، اور آپ کی مدح وثنا کی ہے، اور فرمایا کہ آپ علم وعمل میں یکتا تھے، فقہ اور اصولِ فقہ کے عالم تھے، علمِ عربی، معانی اور علمِ بیان میں فاضل تے، اس کے ساتھ ساتھ عبادت، تلاوت اور ذکر وشغل، وقت کی پابندی میں بھی آپ جیسا کوئی نہ تھا، لوگوں کے ساتھ بہت کم میل جول رکھتے تھے، مختلف علوم میں آپ کی تصنیفات ہیں۔

(طبقات الشافعیة لابن قاضی شھبة، ج۳ ص ۷۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۷۰۷ھ: میں حضرت بدرالدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن احمد بن محمد بن احمد

بن عبداللہ بن سجمان وائلی بکری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اپنے زمانے میں اہلِ لغت کے امام تھے، علمِ فقہ، علمِ لغت، علمِ غریب، علمِ شعر وغیرہ میں آپ کمال کو پہنچے ہوئے تھے، لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے تھے، اور طلبِ علم میں بہت حریص تھے، آپ کے بھائی شیخ شرف الدین فرماتے ہیں کہ میرے بھائی بدرالدین مجھ سے بھی زیادہ دنیا سے کنارہ کش رہتے تھے، آپ کو اپنے والد کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔

(طبقات الشافعية لابن قاضي شهبة ، ج۳ ص ۱۳۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۷۹۸ھ: میں حضرت عزالدین محمد بن محمد بن محمد بن عثمان بن رسول دمشقی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۷۱۸ھ کو ہوئی، احمد بن ابی طالب الحجار سے ''صحیح البخاری'' کی سماعت کی، اور ان سے حدیث بیان کرتے ہیں، آپ شام کے شہر دمشق کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے، آخری عمر میں دمشق کے یتیموں کی کفالت کے ادارے کا ذمہ دار بنایا گیا، جس کو آپ نے امانت ودیانت کے ساتھ نبھایا، اس کے بعد آپ بیماری کی وجہ سے معذور ہوگئے تھے، جمعہ کے دن دمشق میں آپ کی وفات ہوئی۔

(ذيل التقييد فى رواة السنن والأسانيد للفاسى ، ج ۱ ص ۲۵۵)

نویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الآخر ۸۰۳ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالبر بن یحییٰ بن علی انصاری خزرجی سبکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت شعبان ۷۴۱ھ کو ہوئی، اپنے والد اور اپنے زمانے کے بہت سے مشائخ سے طلبِ علم کیا، اور مختلف فنون وعلوم میں مہارت حاصل کی، مصر، شام وغیرہ میں تدریس کی، جب آپ کے والد شام کے قاضی مقرر ہوگئے، تو آپ نے ان کی جگہ تدریس کی ذمہ داری سنبھالی، آپ کئی مرتبہ قضا کے منصب پر فائز ہوئے، وفات کے بعد آپ کو ''باب النصر'' کے

www.idaraghufran.org

باہر دفن کیا گیا۔

(طبقات الشافعیة لابن قاضی شهبة ، ج۴ص ۶۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۸۰۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن سعداللہ بن جماعۃ کنانی حموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ذوالقعدۃ ۷۴۹ھ میں ہوئی، ابوالفتح میدومی، ابوالحسن قرمی، ابوعبداللہ بیانی، وغیرہ کی مجلس میں طلبِ علم کے لیے حاضر ہوئے، مصر اور شام کے بڑے بڑے شیوخ سے آپ کو اجازت حاصل ہے، حافظ شہاب الدین ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ان کی زندگی سے ہمیں فائدہ پہنچائے، وہ اپنے ہم عصر لوگوں پر ذہانت حافظہ، حسنِ تقریر وغیرہ میں فائق تھے، آپ نے کئی تفصیلی کتب تصنیف کیں، جن کی تعداد سو سے اوپر ہے، طاعون کے مرض میں آپ کی وفات ہوئی۔

(طبقات الشافعیة لابن قاضی شهبة ، ج۴ص ۵۰)

□......ماہِ ربیع الآخر ۸۱۵ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن اسماعیل بن خلیفہ بن عبدالعال حسبانی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۷۴۸ھ میں ہوئی، آپ فقہ، عربی، علم، حدیث وغیرہ میں بڑے عالم شمار ہوتے تھے، دمشق کے قاضی بھی رہے ہیں، قاہرہ میں کئی مرتبہ حاضر ہوئے، مقریزی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے والد سے علم حاصل کیا، اور بڑے اصحابِ علم سے حدیث کی سماعت کی، اور طلبِ علم میں خوب محنت کی، بدھ کے دن دمشق میں آپ کی وفات ہوئی۔

(المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی لیوسف بن تغری ، ج ۱ ص ۲۴۳، ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ، ج ۱ ص ۲۹۶)

□......ماہِ ربیع الآخر ۸۲۷ھ: میں حضرت قاضی شہاب الدین احمد بن علی بن احمد بن عبدالعزیز بن قاسم مالکی نویری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت صفر ۷۸۰ھ میں ہوئی، عفیف عبداللہ سے اور اپنے والد سے اور اپنے بھائی عبدالعزیز سے سماعت کی، آپ درس وتدریس کے ساتھ فتویٰ کی خدمت بھی انجام دیتے،

www.idaraghufran.org

اپنے والد کے وفات کے کچھ عرصے بعد آپ حرمِ مکی کے امام مقرر ہوئے، پھر کافی مدت بعد آپ قضا کا منصب بھی دیا گیا، عصر سے پہلے بدھ کی دن آپ کی وفات ہوئی، اور جمعرات کے دن صبح آپ کی مکہ مکرمہ کے قبرستان ''جنت المعلیٰ'' میں تدفین کی گئی۔

(المنهل الصافي والمستوفي بعد الوافي ليوسف بن تغري، ج ۱ ص ۴۰۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۸۴۰ھ: میں حضرت شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن صلاح بن محمد بن عثمان اموی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت صفر ۷۶۲ھ کو ہوئی، شیخ سراج الدین بلقینی، حافظ زین الدین عراقی، شیخ سراج الدین ابن ملقن اور علمائے زمانہ سے طلبِ علم کیا، اور مختلف فنون میں مہارت حاصل کی، اور درس وتدریس اور افتاء کے شعبے سے وابستہ رہے، آپ فقہ، حدیث، علمِ نحو میں ماہر تھے اس کے علاوہ مصریین کی تاریخ اور ان کی وفات آپ کو ازبر تھیں۔

(طبقات الشافعية لابن قاضي شهبة، ج ۴ ص ۸۴)

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ .

www.idaraghufran.org

حمدِ باری تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پیر سید نصیر الدین نصیؔر صاحب گولڑہ شریف)

کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں۔اور دنیا میں حاجت روا کون ہے
سب کا داتا ہے تُو، سب کو دیتا ہے تُو۔تیرے بندوں کا تیرے سِوا کون ہے
کون مقبول ہے، کون مَردُود ہے، بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے
جب تُلیں گے عمل، سب کے میزان پر، تب کُھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے
کون سنتا ہے فریادِ مظلوم کی، کس کے ہاتھوں میں کُنجی ہے مَقسُوم کی
رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا، مسند آرائے بزمِ عطا کون ہے
اولیا تیرے محتاج اے ربِّ کُل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رُسُل
اِن کی عزّت کا باعث ہے نسبت تری، اِن کی پہچان تیرے سِوا کون ہے
میرا مالک مِری سُن رہا ہے فُغاں، جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زُباں
اب مِری راہ میں کوئی حائل نہ ہو، نامہ بر کیا بَلا ہے، صبا کون ہے
ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی، ناخدا بھی وہی ہے، خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نُما، اُس اَحَد کے سِوا دُوسرا کون ہے
وہ حقائق ہوں اَشیا کے یا خشک و تَر، فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب، مگر
ماسِوا، ایک اُس ذاتِ بے رنگ کے، فہم و ادراک سے ماورٰی کون ہے
انبیا، اولیا، اہلِ بیتِ نبی، تابعین و صحابہ پہ جب آ بنی
گِر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی، تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے
اہلِ فکر و نظر جانتے ہیں تجھے، کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیؔر! اِس کو تُو فضلِ باری سمجھ، ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے

(ماخوذ از ''فیضِ نسبت'' مجموعہ مُناقب پیر سید نصیر الدین نصیؔر صاحب گولڑہ شریف)

Idara Ghufran

ماہِ ربیع الآخر

حقیقی توحید یا سچے موحد کی شان بیان کرتے ہوئے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَیَصِیْرُ مُوْقِنًا مُوَحِّدًا ضَرُوْرَۃً یَقْطَعُ أَنْ لَّا فَاعِلَ فِی الْحَقِیْقَۃِ إِلَّا اللّٰہَ لَا مُحَرِّکَ وَلَا مُسَکِّنَ إِلَّا اللّٰہَ وَلَا خَیْرَ وَلَا شَرَّ وَلَا ضَرَّ وَلَا نَفْعَ وَلَا عَطَاءَ وَلَا مَنْعَ، وَلَا فَتْحَ وَلَا غَلْقَ، وَلَا مَوْتَ وَلَا حَیَاۃَ، وَلَا عِزَّ وَلَا ذِلَّ إِلَّا بِیَدِ اللّٰہِ (فتوح الغیب، ص۸، ۹، المقالۃ الثالثۃ ,فی الابتلاء، مطبوعۃ: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۲ھ، 1973ء)

ترجمہ: پس یہ یقین کرنے والا ہوجائے کہ (سب کچھ) کرنے والا فی الحقیقت اللہ ہی ہے اور حرکت وسکون دینے والا، بس اللہ ہی ہے اور خیر وشر، نفع وضرر اور دینا، نہ دینا اور کھولنا، بند کرنا اور موت وحیات اور عزت وذلت اور فراخ دستی وتنگدستی صرف اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے (اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی اختیار نہیں) (فتوح الغیب)

(صفحہ نمبر 132، 133)

ادارۂ غفران

راولپنڈی پاکستان

back title.JPG